قتالِ اعظم، قہرِ خدا، جنگجوئے کامل، باج گیرِ تاج و تخت

چنگیز خان

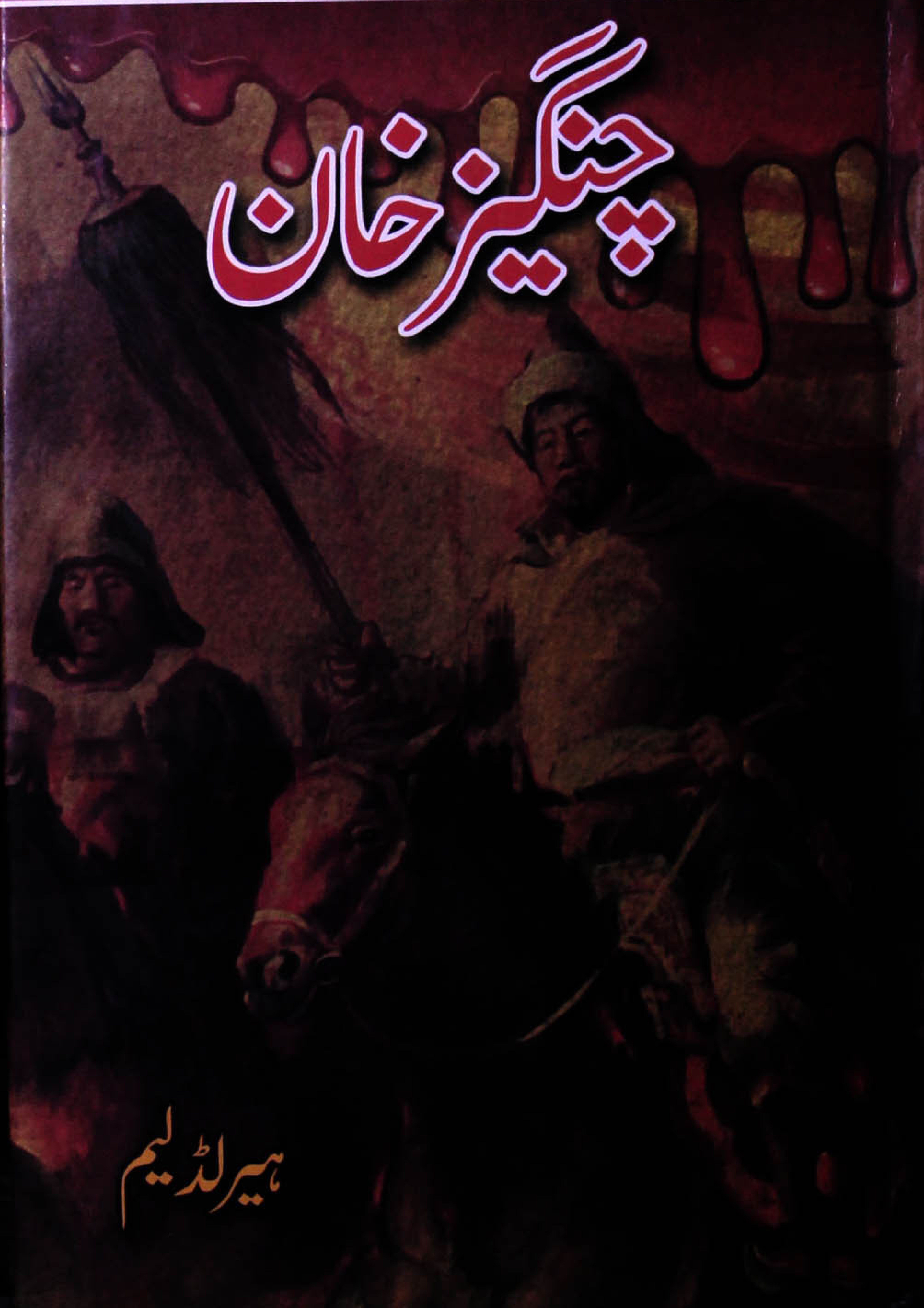

ہیرلڈ لیم

چنگیز خان

قتالِ اعظم، قہرِ خدا، جنگوئے کامل، باج گیرِ تاج وتخت

ہیرلڈ لیم (Harold Lamb)

ترجمہ: عزیز احمد

گوہر پبلیکیشنز
سید پلازہ فسٹ فلور A-3، چیٹرجی روڈ، اردو بازار لاہور
فون: 042-37027720 موبائل: 0345-4327063

Marfat.com

خیالات کی جنگ میں کتابیں ہتھیار کا کام کرتی ہیں۔
دنیا پر کتابیں ہی حکومت کرتی رہی ہیں۔

Mob: 0345-4327063
Ph : 042-37027720

ناشر:
حفیظ گوہر

''جملہ حقوق محفوظ ہیں''

نام کتاب	....	چنگیز خان
مصنف	....	ہیرلڈ لیم
ترجمہ	....	عزیز احمد
سرورق	....	محمد احسن گل
کمپوزنگ	....	ہجویری کمپوزرز اینڈ ڈیزائنرز
تعداد	....	1000
قیمت	....	250 روپے

حفیظ گوہر نے بھٹو پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
گوہر پبلی کیشنز اُردو بازار لاہور سے شائع کی۔

Marfat.com

ترتیب

پیش لفظ 5

پہلا حصہ

پہلا باب صحرا 11
دوسرا باب زندگی کی کشمکش 18
تیسرا باب چھکڑوں والی لڑائی 28
چوتھا باب تموچن کے جنگجو 37
پانچواں باب جب کوہ چیتہ پر پرچم لہرایا 48
چھٹا باب پریسٹر جون (طغرل اونگ خان) کی موت 57
ساتواں باب یاسا 66

دوسرا حصہ

آٹھواں باب ختا 74
نواں باب تاجدار زریں 84
دسواں باب مغلوں کی واپسی 93
گیارھواں باب قراقورم 100

Marfat.com

تیسرا حصہ

بارہواں باب صمصام الاسلام............ 109
تیرہواں باب مغرب کو یلغار............ 118
چودھواں باب پہلا حملہ............ 126
پندھوراں باب بخارا............ 134
سولہواں باب ارخانوں کی شہسواری............ 144
ستارہواں باب چنگیز خان کا شکار............ 152
اٹھارہواں باب تولی کا تخت زریں............ 160
انیسواں باب سڑکیں بنانے والے............ 168
بیسواں باب دریائے سندھ کے کنارے جنگ............ 178
اکیسواں باب قرولتائی............ 187
بائیسواں باب اتمام کار............ 191

چوتھا حصہ

حرف آخر............ 197
حوالہ جات............ 207

Marfat.com

پیشِ لفظ

سات سو سال پہلے ایک آدمی نے دنیا کو قریب قریب بالکل ہی فتح کر لیا تھا۔ اس زمانے کے ربع مسکون کے نصف حصہ پر اس نے اپنا تصرف قائم کیا اور نوع انسان پر ایسی دھاک بٹھائی جس کا اثر کئی نسلوں تک باقی رہا۔

اپنی زندگی میں اس نے کئی نام پائے ------ قتالِ اعظم، قہرِ خدا، جنگوئے کامل، باج گیرِ تاج وتخت۔ عام طور پر وہ چنگیز خان کے نام سے معروف ہے۔

بہت سے صاحبانِ خطاب اپنے خطابوں کے اہل نہیں ہوئے، مگر وہ ان سب خطابوں کا اہل تھا۔ ہم امریکی، جن کی تعلیم یورپی روایات کے مطابق ہوتی ہے، بڑے شہنشاہوں کی فہرست مقدونیہ کے سکندرِ اعظم سے شروع کرتے ہیں اور رومہ کے قیاسرہ کو شمار کرتے ہوئے، اس فہرست کو نپولین پر ختم کرتے ہیں، لیکن اس یورپی بازی گاہ کے کھلاڑیوں کے مقابلے میں چنگیز خان بہت ہی بڑے پیمانے کا فاتح تھا۔

معمولی معیاروں سے اس کا جانچنا مشکل ہے۔ جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرتا تو اس کا سفر میلوں نہیں، عرض البلد اور طول البلد کے پیمانوں پر ہوتا۔ اس کے راستے میں جو شہر آتے، اکثر حرف غلط کی طرح مٹ جاتے۔ دریاؤں کے رخ بدل جاتے۔ صحرا کے صحرا سا سیمہ اور لب مرگ پناہ گزینوں سے بھر جاتے اور اس کے گزر جانے کے بعد ان علاقوں میں جو کبھی آباد تھے، بھیڑیوں اور کرگسوں کے سوا کوئی زندہ مخلوق باقی نہ بچتی۔

انسانی جانوں کی ایسی تباہی، آج کل کے انسان کے تخیل کو ششدر کر دیتی ہے، حالانکہ دوسری جنگِ عظیم کی تباہی کے مناظر چشمِ تصور سے ایسے دور نہیں۔ ایک خانہ بدوش

Marfat.com

سردار چنگیز خان نے صحرائے گوبی سے خروج کیا۔ دنیا کی متمدن قوتوں سے جنگ کی اور جنگ میں کامران ہوا۔

یہ سب اچھی طرح سمجھنے کے لیے ہمیں تیرہویں صدی عیسوی کی طرف واپس لوٹنا پڑے گا۔ اس زمانے میں مسلمانوں کا راسخ عقیدہ تھا کہ اس عالمِ اسباب واشیاء میں یہ غیر معمولی انقلاب محض کسی مافوق الفطرت قوت کے ظہور سے ہی آ سکتا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ قیامت کے آثار ہیں۔ ایک مؤرخ لکھتا ہے۔ ''کبھی اس سے پہلے مغلوں اور نصرانیوں کے حملوں کے نرغے میں دارالسلام کی یہ حالت نہیں ہوئی۔''

عیسائی دنیا بھی چنگیز خان کی موت کے بعد مغلوں کی اگلی پشت کے مقابلے میں اتنی ہی سراسیمہ و حیران تھی جب کہ خونخوار مغل شہسوار مغربی یورپ کو روندتے پھرتے تھے۔ پولینڈ کا شاہ بولسلاس اور ہنگری کا بادشاہ بیلا شکست کھا کے جنگ کے میدانوں سے بھاگے تھے اور سائی لیسیا کا ڈیوک ہنری اپنے تیوتائی شہسواروں کے ساتھ لڑتا ہوا لیگ نز میں مارا گیا تھا۔ یہی حشر روس کے گرینڈ ڈیوک جارج کا ہوا تھا۔ اور قشتالیہ کی خوبرو ملکہ بلانش نے فرانس کے بادشاہ سینٹ لوئی کو یاد کر کے پکارا تھا ''میرے بیٹے تو کہاں ہے!''

جرمنی کے شہنشاہ فریڈرک ثانی نے، جو ٹھنڈے دل سے غور کرنے کا عادی تھا، انگلستان کے شاہ ہنری ثالث کو لکھ بھیجا کہ یہ ''تاتاری'' عذابِ الٰہی سے کم نہیں، جو نصرانی دنیا پر عیسائیوں کے گناہوں کی پاداش میں نازل ہوئے ہیں اور یہ تاتاری دراصل اسرائیل کے دس گم گشتہ قبائل کی نسل سے ہیں، جن کو سامری کے سنہرے بچھڑے کو پوجنے اور بت پرستی کی سزا دینے کے لیے ایشیاء کے ویران صحراؤں میں بند کر دیا گیا تھا۔

یہاں تک کہ روجر بیکن جیسے فلسفی نے یہ رائے ظاہر کی کہ مغل دراصل دجال کے سپاہی ہیں اور اب اپنی آخری دہشت ناک فصل کاٹنے آئے ہیں۔

یہ یقین ایک عجیب پیشین گوئی کی وجہ سے اور بھی محکم ہو گیا جو غلطی سے سینٹ جیروم سے منسوب کی جاتی ہے۔ یہ کہ دجال کے زمانے میں ایشیاء کے پہاڑوں کے اس پار یاجوج ماجوج کے ملک سے ''ترکوں'' کی ایک قوم خروج کرے گی۔ یہ ایسی قوم ہو گی جو گندی اور میلی

Marfat.com

ہوگی، جو نہ شراب پیئے گی اور نہ نمک اور گیہوں کھائے گی اور جو ساری دنیا پر تباہی لائے گی۔

اسی لیے پاپائے روم نے لیون میں مجلسِ مشاورت طلب کی جس کا ایک حد تک یہ مقصد بھی تھا کہ کسی نہ کسی طرح مغلوں کے اس سیلاب کو روکا جائے۔ ایک لحیم شحیم مقدس راہب، پلانو کارپنی کے باشندے جان کو پاپائے اعظم کا نمائندہ اور سفیر بنا کے مغلوں کے پاس بھیجا گیا۔ ''کیونکہ ہمیں خوف تھا کہ کلیسائے خداوندی کے لیے سب سے زیادہ قریب اور ظاہر جو خطرہ تھا، وہ ان ہی مغلوں کا تھا۔''

اور کلیساؤں میں مغلوں کے غضب سے نجات پانے کے لیے دعائیں مانگی گئیں۔

اگر یہ کہانی محض اس تباہ کاری، اس تمدن کشی پر ختم ہو جاتی تو چنگیز خان کا مرتبہ اٹیلا یا ایلارک سے زیادہ اونچا نہ ہوتا۔ وہ بھی ایک بے مقصد، بے پناہ، آوارہ گرد فاتح ہوتا اور کچھ نہ ہوتا، لیکن یہ قہرِ خداوندی، جنگجوئے کامل بھی تھا اور باج گیرِ تخت و تاج بھی۔

اور یہی وہ راز ہے جس میں چنگیز خان کی شخصیت گھری ہوئی ہے۔ وہ ایک خانہ بدوش تھا، شکاری تھا، چرواہا تھا، لیکن تین بڑی سلطنتوں کے سپہ سالاروں کو اس نے شکست دی۔ وہ وحشی تھا، جس نے کوئی شہر نہیں دیکھا تھا اور لکھنا پڑھنا نہ جانتا تھا لیکن اس نے پچاس قوموں کے لیے قانون بنایا اور نافذ کیا۔

جہاں تک خداداد فوجی قابلیت کا تعلق ہے، بادی النظر میں نپولین یورپ کا سب سے درخشاں سپہ سالار تھا، لیکن ہم یہ فراموش نہیں کر سکتے کہ نپولین نے ایک فوج کو مصر میں تقدیر کے حوالے چھوڑ دیا اور دوسری فوج کا بچا کھچا حصہ روس کے برف زادوں کے حوالے کر دیا۔ اور بالآخر واٹرلو کی شکست پر اس کا خاتمہ بالخیر ہوا۔ اس کے جیتے جی اس کی سلطنت مٹ گئی، اس کا قانون پارہ پارہ کر دیا گیا اور اس کی موت سے پہلے اس کے بیٹے کو محروم الارث قرار دیا گیا۔ یہ پورا واقعہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تھیٹر میں کوئی ڈراما ہو رہا ہو اور جس میں نپولین خود بھی محض ایک ایکٹر ہو۔

فتح مندی میں چنگیز خان سے موازنہ کرنے کے لیے مقدونیہ کے سکندرِ اعظم کا ذکر ضروری ہے۔ سکندر ایک بے پروا اور فتح مند نوجوان تھا۔ دیوتاؤں جیسا، جو اپنی صفِ بہ

Marfat.com

صف فوج کے ساتھ مشرق سے نکلتے ہوئے سورج کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے ہمرکاب یونان کے تمدن کی برکتیں تھیں۔ سکندر اور چنگیز خان دونوں کی موت کے وقت ان کے اقبال وظفر کا ستارہ انتہائی عروج پر تھا اور ان کے نام ایشیاء کی حکایتوں میں محفوظ ہیں۔

دونوں کی موت کے بعد کے واقعات سے دونوں کی حقیقی کامرانیوں کے حاصل کے فرق کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ فرق بے اندازہ ہے۔ سکندر کے مرتے ہی اس کے سپہ سالار آپس میں لڑنے لگے اور اس کے بیٹے کو سلطنت چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔

لیکن چنگیز خان نے اس قدر کامل طور پر اپنے آپ کو آرمینیا سے کوریا تک اور تبت سے دریائے اتیل تک کے علاقے کا مالک بنالیا تھا کہ بلاکسی رد و کد کے اس کے بیٹے کو اس کی جانشینی نصیب ہوئی۔ اور اس کا پوتا قوبیلائی خاں بھی نصف دنیا پر حکمران تھا۔

یہ عظیم الشان سلطنت جسے ایک وحشی نے محض نیستی سے پیدا کیا، مؤرخوں کے لیے ایک معجزہ اور ایک راز ہے۔ انگلستان میں اس کے عہد کے متعلق جو عام تاریخ حال میں مستند مؤرخوں نے تالیف کی، اس میں اس امر کو ایک ناقابلِ تشریح واقعہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ایک اور محترم عالم نے یہ کہہ کے حیرت کا اظہار کیا ہے "چنگیز خان کی تقدیر ساز شخصیت کی تہ تک ہم اسی طرح نہیں پہنچ سکتے، جیسے شیکسپیئر کی خداداد صلاحیت کا معمانہیں سلجھا سکتے۔"

کئی وجوہ سے چنگیز خان کی شخصیت ہماری نظروں سے چھپی ہوئی ہے، ایک تو یہ کہ مغل لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ یا کم سے کم انہوں نے لکھنے پڑھنے کی پروا نہ کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ چنگیز خان کے عہد کی تاریخ ہمیں محض ایغوریوں، چینیوں، ایرانیوں اور آرمینیوں کی منتشر تحریروں میں ملتی ہے۔ حال تک مغل سانگ است زین کی داستان کا بھی اطمینان بخش ترجمہ نہیں ہوا تھا۔

یعنی اس مغل اعظم کے سب سے ذہین مؤرخ اس کے دشمن تھے۔ یہ ایک ایسا امر واقع ہے، جسے فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ یہ مؤرخ دوسری قوموں سے تھے۔ اس کے علاوہ تیرہویں صدی عیسوی کے یورپی باشندوں کی طرح اپنے ملک اور سرزمین سے باہر کے لوگوں کے متعلق ان کے تصورات بہت مبہم تھے۔

Marfat.com

انہوں نے مغلوں کو ایک نامعلوم سرزمین سے دفعتہً خروج کرتے دیکھا۔ انہوں نے مغل لشکر کے دہشت ناک حملوں کی ضرب برداشت کی اور پھر انہوں نے دیکھا کہ ان کی سرزمین سے ہوتا ہوا یہ سیلاب دوسرے نامعلوم ملکوں کی طرف اُمڈ رہا ہے۔ ایک مسلمان مصنف نے مغلوں کی یورش کے تجربے کو ان افسوسناک لفظوں میں ادا کیا ہے۔ ''آئے قتل و غارت کیا، مالِ غنیمت سمیٹا اور چل دیئے۔''

ان مختلف ماخذوں کو پڑھنا اور ان کا باہم مقابلہ کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ یہ قدرتی بات ہے کہ جو مستشرقین ان ماخذوں کے مطالعہ میں کامیاب بھی ہوئے، انہوں نے ساری توجہ مغل فتوحات کی سیاسی تفصیلوں پر صرف کر دی۔ چنگیز خان کی جو تصویر وہ ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں وہ وحشی قوت و طاقت کے ایک مظہر، ایک عذاب کی ہے، جو صحراؤں کی جانب سے اکثر نمودار ہوتا ہے اور تمدنوں کو غارت کرتا ہے۔

سانگ است زین کے ساگا سے بھی اس معمے کے حل کرنے میں کوئی خاص مدد نہیں ملتی کیونکہ یہ ساگا بڑی سادگی سے یہ بیان کرتا ہے کہ چنگیز خان دیوتاؤں کی نسل سے ایک ''بوگدو'' تھا۔ یہاں بجائے معمے کے ہم ایک معجزے سے دوچار ہوتے ہیں۔

یورپ کی قرونِ وسطیٰ کی تاریخوں میں، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں، عام طور پر یہ رجحان ملتا ہے کہ مغلوں میں ایک طرح کی شیطانی طاقت سرایت کیے ہوئے تھی، جو یورپ میں تگ و تاز کرتی رہی۔

غصہ تو اس پر آتا ہے کہ جدید مؤرخین بھی تیرہویں صدی کے ادہام ہی کو دہراتے ہیں۔ خاص طور پر اس لیے کہ تیرہویں صدی کے یورپ نے چنگیز خان کے خانہ بدوشوں کو محض پرچھائیوں کی طرح یورش کرتے دیکھا تھا۔

لیکن چنگیز خان کے گرد جو معما ہے، اسے حل کرنے کی ایک آسان تدبیر ہے اور وہ یہ کہ گھڑی سات سو سال پیچھے کر دی جائے اور چنگیز خان کو اس طرح دیکھا جائے جیسے اس زمانے کے مؤرخین اسے دیکھتے تھے۔ معجزے یا وحشی طاقت کے مظہر کے طور پر نہیں بلکہ ایک انسان کی حیثیت سے۔

Marfat.com

ہم کو یہاں مغلوں کی نسل کی سیاسی کامیابیوں سے غرض نہیں صرف اس فردِ واحد سے مطلب ہے، جس نے مغلوں کو ایک گمنام قبیلے کی حیثیت سے بلند کر کے دنیا کا مالک بنا دیا۔

اس آدمی کا تصور زندہ کرنے کے لیے ہمیں اسے اپنی قوم کے درمیان، سات سو سات پہلے کی دنیا میں جیتا جاگتا دیکھنا ہے۔ ہم اسے جدید تمدن کے معیاروں سے نہیں جانچ سکتے۔ ہمیں اسے ایک بنجر زمین کے ماحول میں دیکھنا ہے، جس میں خانہ بدوش۔۔۔۔۔ شکاری بستے تھے، شہسواری کرتے تھے اور شمالی ہرنوں کی گاڑیاں چلاتے تھے۔

یہاں، انسان جانوروں کے سمور کے لباس پہنتے ہیں اور گوشت اور دودھ کی خوراک پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ انسان اپنے جسموں پر چربی اور تیل ملتے ہیں تا کہ سردی اور نمی سے محفوظ رہیں۔ کبھی کبھی وہ بھوک اور سردی سے مر بھی جاتے ہیں یا دوسرے انسان اپنے ہتھیاروں سے انہیں تکا بوٹی کر دیتے ہیں۔

بقول بہادر فرا کارپینی کے جو پہلا یورپین تھا جس نے اس سرزمین پر قدم رکھا۔ ''یہاں قصبے اور شہر نہیں، بس بنجر ریگستان ہیں، پوری زمین کا سواں حصہ بھی ایسا نہیں جو دریاؤں سے سیراب ہو سکے یا جس پر کاشت ہو سکے، کیونکہ یہاں دریا بہت کم ہیں۔

اس سرزمین میں درخت نہیں اگتے۔ حالانکہ مویشیوں کی چراگاہیں بہت ہیں۔ شہنشاہ اور شہزادے اور باقی سب گوبر کے اپلوں سے آگ تاپتے ہیں اور انہیں پر ان کا کھانا پکتا ہے۔

''موسم بڑا سخت ہے۔ وسط گرما میں بھی بادورعد کے بڑے سخت طوفان اٹھتے ہیں اور بہت سے لوگ مر جاتے ہیں۔ گرمیوں میں بھی کبھی کبھی بہت برفباری ہوتی ہے اور ایسے سرد طوفانی جھکڑ چلتے ہیں کہ گھوڑوں پر سوار ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے ایک طوفان میں ہم کو زمین پر لیٹ جانا پڑا اور گرد وغبار کی وجہ سے ہمیں نزدیک کی چیز بھی نظر نہ آتی تھی۔ اکثر اولے گرتے ہیں اور دفعتہً سخت ناقابلِ برداشت گرمی پڑنے لگتی ہے، جس کے بعد اسی شدت سے سردی ہوتی ہے۔۔۔۔''

یہ ہے صحرائے گوبی 1162 عیسوی میں بارہ جانوروں کی جنتری کے حساب سے یہ خنزیر کا سال ہے۔

Marfat.com

باب اوّل

صحرا

گوبی میں زندگی کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ اونچے بلند ہموار ٹیلے، جن پر تیز ہواؤں کے جھکڑ چلتے، اور جن کی بلندی بادلوں کے قریب قریب پہنچتی۔ جھیلیں، جن کے اطراف اونچی اونچی گھاس تھی، جن میں ہجرت کرنے والے پرندے شمالی ٹنڈراؤں کی طرف اڑتے ہوئے آن کر بسیرا لیتے۔ اوپر کی ہواؤں کے تمام عفریت وسیع جھیل بیکال پر جمع ہوتے۔ درمیانی جاڑوں کی شفاف راتوں کو افق پر شمالی روشنیاں طلوع اور غروب ہوتی دکھائی دیتیں۔

شمالی گوبی کے اس گوشے کی اولاد جو انسان تھے انہیں تکلیفوں نے سخت جان نہیں بنایا تھا بلکہ سخت جانی ان کو ورثے میں ملی تھی۔ جب ماں کا دودھ چھڑا کے گھوڑی کا دودھ شروع کرایا جاتا تو اسی وقت سے بچے سے اس کی توقع کی جاتی کہ وہ اپنی فکر آپ کرے۔

گھریلو خیمے میں آگ کے قریب جوان جنگوؤں اور مہمانوں کا مقام تھا۔ عورتیں بائیں جانب بیٹھ ضرور سکتی تھیں، لیکن ذرا دور اور لڑکے لڑکیاں جہاں بن پڑے وہیں بیٹھ جاتے تھے۔

یہی حال غذا کا تھا۔ بہار کے موسم میں جب گھوڑیاں اور گائیں خوب دودھ دیتیں تو خیر ٹھیک تھا۔ اس زمانے میں شکار بھی خوب ملتا۔ قبیلے کے شکاری ہرن یا ریچھ مار لاتے۔ بجائے اس کے کہ لومڑیوں یا ایسے ہی اور سمور والے دبلے پتلے جانوروں کا شکار کریں۔ ہر

Marfat.com

چیز دیگ میں ڈال دی جاتی اور پھر کھائی جاتی---- اس طرح کہ جوان طاقتور مرد پہلے جو چاہتے کھا لیتے۔ بوڑھے اور عورتیں ان کے بعد کھاتے اور بچوں کو ہڈیوں اور ریشوں کے لیے لڑنا پڑتا۔ کتوں کے لیے شاید ہی کبھی کچھ بچتا۔

جاڑوں میں جب جانور دبلے ہو جاتے تو بچوں کو کچھ زیادہ نصیب نہ ہوتا۔ اس زمانے میں دودھ کے استعمال کا ایک ہی طریقہ تھا کہ اس کی کومیس بنائی جائے۔ کومیس دودھ کو چمڑے کے تھیلوں میں بھر کے، خمیر دے کے اور پھینٹ کے تیار کی جاتی تھی۔ تین چار سال کے چھوٹے سے صاحبزادے کے لیے کومیس طاقت بخش اور کسی قدر نشہ آور ضرور ہوتی تھی، مگر شرط یہ تھی کہ وہ کسی طرح مانگ کے یا چرا کے اسے حاصل کر لے۔ جب گوشت نصیب نہ ہوتا تو ابلے ہوئے باجرے سے بھوک کا کچھ نہ کچھ علاج کر لیا جاتا۔

بچوں کے لیے آخری جاڑوں کا زمانہ بدترین ہوتا۔ مویشی اس لیے زیادہ کاٹے نہیں جاتے تھے کہ گلوں کی تعداد بہت کم نہ ہو جائے۔ ایسے زمانے میں قبیلے کے جنگجو دوسرے قبیلوں سے غذا کا سامان لوٹتے، اور گھوڑے اور مویشی ہنکا لے جاتے۔

بچپن ہی سے بچوں کا گروہ الگ شکار کھیلتا اور کلہاڑیوں اور کند تیروں سے چوہوں یا کتوں کو مارنے کی کوشش کرتا۔ وہ بھیڑوں پر سواری کی مشق کرتے اور سہارے کے لے ان کی پشم کو مضبوطی سے تھام لیتے۔

قوتِ برداشت پہلی چیز تھی جو چنگیز خان کو ورثہ میں ملی۔ چنگیز خان کا پیدائشی نام تموچن تھا۔ جس زمانے میں وہ پیدا ہوا ہے اور اس کا باپ قبیلے کے ایک دشمن پر دھاوا کرنے گیا ہوا تھا اور اس دشمن کا نام تموچن تھا۔ اس مہم میں اسے کامیابی ہوئی۔ دشمن قید ہوا اور باپ نے واپس آ کے اپنے بچے کو قیدی دشمن کا نام دیا۔

اس کا گھر سمور کا خیمہ تھا جس کا ڈھانچہ بانسوں کا بنا ہوا تھا اور جس میں اوپر دھواں نکلنے کے لیے ایک ذرا سا حصہ کھلا ہوا تھا۔ سمور پر چونے کی سفیدی پھری ہوئی تھی اور

Marfat.com

زیبائش کے لیے تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ یہ عجیب طرح کا خیمہ جو "یورت" کہلاتا تھا ایک گاڑی پر کھڑا کر دیا جاتا، جسے درجن بھر یا زیادہ بیل کھینچتے اور چراگاہوں اور میدانوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ لیے پھرتے۔ یہ بڑے کام کا خیمہ تھا، کیونکہ اس کی گنبد نما چھت، ہوا کے جھکڑوں کی روک تھام کرتی اور جب ضرورت پڑتی، اس خیمے کو اتارا جا سکتا تھا۔

اور تموچن کا باپ بھی ایک سردار تھا---- سرداروں کی بیویاں علیحدہ اپنے آراستہ "یورتوں" میں اپنے بچوں کے ساتھ رہتیں۔ لڑکیوں کا فرض یہ تھا کہ یورت کا سارا کام کاج کریں، اور اوپر کے روشندانوں کے نیچے، جن سے دھواں نکلتا تھا، آگ جلائے رکھیں۔ خیمے کے دروازے کے باہر، گاڑی کے چوبی تختے پر کھڑی ہو کے تموچن کی ایک بہن بیلوں کو ہنکاتی، ایک گاڑی کا بم دوسری گاڑی کے دھرے سے باندھ دیا جاتا اور اس طرح چر چر کرتی اور دھکے کھاتی ہوئی گاڑیاں مسطح چراگاہوں میں دور دور تک چلتیں، جہاں شاید ہی کبھی کوئی درخت یا ناہموار زمین کا ٹکڑا نظر آتا۔

یورت میں گھر بھر کی ساری دولت ہوتی۔ بخارا یا کابل کے قالین جو شاید کسی کارواں سے لوٹے ہوئے تھے---- عورتوں کے ملبوسات سے بھرے ہوئے صندوق، ریشمی کپڑے، جو کسی ہوشیار عرب سوداگر سے کسی اور چیز کے معاوضے میں خریدے ہوئے ہوتے اور منقش چاندی کے زیور۔ خیمے کی دیواروں پر ٹنگے ہوئے ہتھیاروں کی اہمیت اور بھی زیادہ تھی۔ چھوٹے ترکی تیغچے، نیزے، ہاتھی دانت یا بانس کے ترکش، مختلف لمبائیوں اور وزنوں کے تیر اور شاید دباغت کیے ہوئے چمڑے کی مدور ڈھال، جس پر روغن لگا ہوا ہوتا۔

یہ بھی لوٹی ہوئی یا خریدی ہوئی چیزیں تھیں اور لڑائیوں میں قسمت جس کا ساتھ دیتی اس کے ہاتھ پڑ جاتیں۔

تموچن---- نوعمر چنگیز خان---- کے سپرد کئی فرض تھے۔ گرمیوں کی چراگاہوں سے

Marfat.com

جاڑوں کی چراگاہوں تک سفر کرتے ہوئے جتنی ندیاں نالے آتے ہیں سب میں مچھلیاں پکڑنا، خاندان کے بچوں کا فرض تھا۔گھوڑوں کے گلے بھی ان کے سپرد تھے۔اگر کوئی جانور گم ہو جاتا تو لڑکوں کو اس کی تلاش میں نکلنا پڑتا اور نئی چراگاہوں کی تلاش بھی لڑکوں کا فرض تھا۔زمین اور آسمان کے سنگم کی طرف وہ ہمیشہ چوکنے ہو کے دیکھتے رہتے کہ کہیں سے کوئی حملہ آور تو نہیں آ رہے ہیں۔کئی راتیں انہیں آگ کے بغیر برف میں گزارنی پڑتیں۔وہ مجبور تھے کہ کئی کئی دن مسلسل زین پر گزار دیں، اور تین تین چار چار دن تک پکا ہوا کھانا نہ کھا سکیں، کبھی کبھی تو انہیں مسلسل فاقہ کرنا پڑتا۔

جب بکری یا گھوڑے کا گوشت افراط سے میسر آتا تو وہ فاقے کے دنوں کی کسر نکالنے کے لیے اتنا کھا اور بچا لیتے کہ حیرت ہوتی۔ان کا کھیل یہ تھا کہ میدانوں میں بیس میل تک گھوڑ دوڑ کی اور واپس آ گئے یا پھر کشتیاں لڑتے تھے، جن میں اکثر ہڈیاں ٹوٹ جاتیں۔

تموچن کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کا جسم بڑا طاقت ور تھا اور اس کے دماغ میں تجویزیں سوچنے کی بڑی صلاحیت تھی۔یہ گویا اپنے آپ کو ان حالات میں ڈھالنے کا ایک اور طریقہ تھا۔وہ کشتی لڑنے والوں کا سردار بن گیا، حالانکہ وہ زیادہ تنومند نہ تھا۔وہ تیراندازی خوب کر لیتا، لیکن کمان اپنے بھائی قسار کے برابر نہ کھینچ سکتا، جس کا لقب کمان دار تھا، لیکن قسار تموچن سے ڈرتا تھا۔

ان دونوں نے اپنے طاقتور سوتیلے بھائی کے خلاف ایک محاذ بنا لیا تھا اور پہلا واقعہ جو پیش آیا یہ تھا کہ تموچن نے اپنے ایک سوتیلے بھائی کو مار ڈالا تھا، کیونکہ اس نے اس کی ایک مچھلی چرا لی تھی۔رحم ان نوعمر خانہ بدوشوں کی نظر میں ایک بیکاری بات تھی، لیکن انتقام فرض سمجھا جاتا تھا۔

تموچن کو بہت سے ایسے جھگڑوں کا علم ہونے لگا جو بچوں کی لڑائی سے زیادہ اہم تھے۔اس کی ماں اولون خوبصورت تھی اور اسی لیے اس کا باپ اسے ایک پڑوس کے قبیلے

Marfat.com

سے عین اس کی شادی کے روز اٹھالایا تھا جب کہ وہ برات کے دن اپنے ہونے والے دولھا کے خیمے کو جا رہی تھی۔ اولون ہوشیار بھی تھی اور ضدی بھی۔ تھوڑے بہت واویلا کے بعد وہ جن حالات میں تھی ان میں راضی رہی۔ لیکن یورت میں سب جانتے تھے کہ ایک دن بدی کا بدلہ لینے کے لیے اس کے قبیلے کے آدمی آئیں گے۔

راتوں کو گوبر کی جلتی ہوئی آگ کے پاس تموچن گویوں کے گیت سنتا، یہ بوڑھے گویے یکتارا لیے ہوئے ایک خیمہ سے دوسرے خیمہ تک سواری کرتے اور بھنبھناتی ہوئی آواز میں قبیلے کے بزرگوں اور بہادروں کی شجاعت کے گیت گاتے۔

اس کو اپنی طاقت اور اپنی سرداری کے حق کا احساس تھا۔ کیا وہ یسوکائی بہادر کا سب سے بڑا بیٹا نہ تھا، جو یکایا بڑے مغلوں کے خان، اور چالیس ہزار خیموں کا سردار تھا۔

گویوں کی کہانیوں سے اس نے جانا کہ اس کا نصب اعلیٰ ہے۔ وہ بورجیجن والوں کی اولاد ہے، جن کی آنکھیں بھوری ہوتی تھیں۔ اس نے اپنے جدامجد قبل خان کا قصہ سنا، جس نے ختا کے شہنشاہ کی داڑھی نوچی تھی اور اس لیے اسے زہر دے دیا گیا تھا۔ اسے معلوم ہوا کہ اس کے باپ کا منہ بولا بھائی، جس نے بھائی بننے کی سوگند کھائی ہے، طغرل خان ہے جو قوم قرایت کا سردار ہے۔ گوبی کے خانہ بدوشوں میں یہ سب سے طاقتور تھا اور اسی کے تعلق سے ایشیاء کے پریسٹر جان کے قصے یورپ میں پھیلے۔

لیکن اس وقت تموچن کا افق اپنے یا کا مغل قبیلے کی چراگاہوں تک محدود تھا۔

ایک دانش مند مشیر نے اس لڑکے سے کہا۔ ''ہم چین کے سویں حصے کے برابر بھی نہیں، لیکن اگر ہم چین کا مقابلہ کرتے رہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم سب خانہ بدوش ہیں، ہمارا ساما نِ رسد ہمارے ساتھ ہے، اور ہم کو اپنے طریقے کی لڑائی میں مہارت ہے۔ جب موقعے ملتے ہیں ہم لوٹتے ہیں اور جب لوٹ نہیں پاتے تو چھپ جاتے ہیں۔ اگر ہم بھی شہر بسانا شروع کر دیں اور اپنی عادتیں بدل ڈالیں تو ہم پھل پھول نہ سکیں گے۔ اس کے علاوہ

Marfat.com

خانقاہوں اور مندروں میں آدمی نرم دل ہو جاتا ہے۔ نوع انسان پر حکومت وہی کرسکتا ہے جو خوفناک اور جنگجو ہو۔''

جب وہ گلے کی نگہبانی کے فرض کا زمانہ پورا کر چکا تو اسے اپنے باپ یسوکائی بہادر کے ساتھ ساتھ سواری کرنے کی اجازت ملی۔ ہر لحاظ سے تموچن خوبرو تھا، لیکن جسم کی طاقت اور سیدھی اٹھان کی وجہ سے جتنا ممتاز معلوم ہوتا تھا، اتنا خدوخال کے لحاظ سے نہیں۔

وہ ضرور دراز قامت ہوگا۔ اس کے شانے ہموار اور اس کی جلد گندم گوں سفیدی مائل، ڈھلی ہوئی پیشانی کے نیچے، اس کی آنکھیں ایک دوسری سے دور دور تھیں لیکن ترچھی نہ تھیں۔ اس کی آنکھوں کے تل سبز یا نیلے بھورے تھے اور ان کا حاشیہ سیاہ تھا۔ لمبے سرخی مائل بھورے بال چوٹیوں میں گندھے ہوئے اس کی پیٹھ پر پڑے رہتے۔ وہ بہت کم بات کرتا تھا اور جو کچھ کہتا کہنے سے پہلے غور کر کے کہتا۔ اسے اپنے غصے پر قابو نہ تھا، لیکن لوگوں کو اپنا گہرا دوست بنانے کا اسے خداداد ملکہ تھا۔

عشق اس نے بھی یونہی دفعتہً کیا جیسے اس کے باپ نے کیا تھا۔ جب باپ اور بیٹا دونوں ایک اجنبی جنگجو کے خیمے میں مہمان تھے تو اس لڑکے کو خیمے کی لڑکی میں جاذبیت محسوس ہوئی۔ اس نے یسوکائی سے پوچھا کہ کیا میں اسے اپنی بیوی بنا سکتا ہوں۔

''وہ ابھی چھوٹی ہے۔'' اس کے باپ نے اعتراض کیا۔

تموچن نے بتایا ''جب وہ بڑی ہو جائے گی تو اچھی خاصی نکلے گی۔''

یسوکائی نے لڑکی کو جانچا، جو ابھی نو سال کی تھی، مگر بہت حسین تھی۔ اس کا نام بورتائی تھا، اور اس نام کا ماخذ اس کے اپنے قبیلے کا روایتی جدامجد تھا جس کی آنکھیں بھوری بھوری تھیں۔

''ابھی چھوٹی ہے۔'' لڑکی کے باپ نے کہا، لیکن وہ خوش تھا کہ مغلوں نے اس کی لڑکی کو پسند کیا۔ اس نے کہا۔ ''پھر بھی تم چاہو تو اس کو دیکھ بھال لو۔'' اس نے تموچن کو پسند کیا

Marfat.com

اور کہا۔ ''تیرے بیٹے کا چہرہ صاف ہے اور آنکھیں چمک دار ہیں۔''

دوسرے دن رشتہ طے ہو گیا، اور مغل خاں تموچن کو چھوڑ کے روانہ ہو گیا۔ تا کہ تموچن اپنے خسر اور اپنی ہونے والی دلہن سے اچھی طرح واقف ہو جائے۔

کچھ روز بعد ایک مغل گھوڑا دوڑتا ہوا یہ خبر لے کے آیا کہ یسوکائی بہادر نے کچھ دشمنوں کے خیمے میں رات گزاری تھی، اور شاید اسے زہر دے دیا گیا، وہ مرنے کے قریب ہے اور اس نے تموچن کو یاد کیا ہے۔ تیرہ سالہ لڑکا جتنی رفتار سے سواری کر سکتا تھا، روانہ ہوا۔ لیکن جب وہ اردو، یعنی قبیلے کے خیموں والے گاؤں پہنچا تو اس کا باپ مر چکا تھا۔

اس کی غیر حاضری میں اور بھی بہت کچھ پیش آیا تھا۔ قبیلے کے سر برآوردہ لوگوں نے بہت سے معاملات پر بحث کی تھی اور ان میں سے دو تہائی سردار کا پرچم چھوڑ کے دوسرے آقاؤں اور پاسبانوں کو تلاش کرنے نکل گئے تھے۔ اپنی، اپنے گھرانوں اور اپنے گلوں کی حفاظت کے لیے۔ اس ناتجربہ کار لڑکے سے انہیں اس حفاظت کی توقع نہیں تھی۔

''گہرا پانی بہہ گیا'' وہ کہتے تھے۔ ''کڑیل پتھر ٹوٹ گیا۔ ایک عورت اور اس کے بچوں سے ہمیں کیا سروکار؟''

اولون، عقلمند اور بہادر تھی۔ جو کچھ اس سے ہو سکا، اس نے کیا کہ قبیلے کا شیرازہ منتشر نہ ہونے پائے۔ اس نے یاک کی نو دموں والا پرچم اپنے ہاتھ میں اٹھایا اور چھوڑ کے جانے والوں کا تعاقب کر کے ان کی منت کی، کچھ خاندان اپنی گاڑیوں اور گلوں سمیت واپس آئے۔

اب تموچن گھوڑے کی سفید کھال پر یاکا مغلوں کا خان ہو کے بیٹھا۔ لیکن اس کے جلو میں قبیلہ کا صرف ایک بچا کھچا ٹکڑا تھا اور اسے اس کا یقینی طور پر اندیشہ تھا کہ مغلوں کے تمام پرانے دشمن یسوکائی کی موت سے فائدہ اٹھا کے اس کے بیٹے سے اپنا بدلہ چکائیں گے۔

○

Marfat.com

دوسرا باب

زندگی کی کشمکش

اس کے جد امجد قبل خان اور اس کے باپ یسوکائی کے زمانے میں یکا مغل شمالی گوبی میں ایک طرح سے سردار مانے جاتے تھے۔ چونکہ وہ مغل تھے، اس لیے قدرتی طور پر جھیل بیکال سے لے کر مشرق میں موجودہ منچوریا کی سرحد پر پہاڑوں کے اس سلسلے تک جس کو آج کل خنگان کہتے ہیں، جتنی اچھی چراگاہیں تھیں سب پر انہوں نے قبضہ جما رکھا تھا۔

یہ بڑی پسندیدہ چراگاہیں تھیں۔ یہ گوبی کے بڑھتے ہوئے ریگ زار کے شمال میں دو چھوٹی ندیوں کلوران اور اونان کی زرخیز وادیوں کے درمیان واقع تھیں۔ پہاڑیاں برچ اور صنوبر کے درختوں سے لدی ہوئی تھیں، شکار کثرت سے تھا، پانی افراط سے ---- کیونکہ برف دیر میں پگھلتی تھی ---- یہ سب باتیں ان قبیلوں کو خوب معلوم تھیں، جو پہلے مغلوں کے زیر حکومت تھے اور اب تیرہ سالہ تموچن سے اس ملکیت کو چھیننے کی تیاری کر رہے تھے۔

یہ ملکیت خانہ بندوشوں کے لیے بڑی قدرو قیمت کی تھی۔ زرخیز چراگاہیں، جہاں جاڑوں میں سردی بہت زیادہ ناگوار نہ ہوتی تھی اور مویشیوں کے گلے، جن سے وہ روزمرہ کی زندگی کی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ بالوں سے نمدا اور خیمہ باندھنے کی رسیاں بٹتے تھے۔ ہڈیوں سے تیروں کی نوکیں بناتے تھے اور چمڑے سے گھوڑوں کی زین، کومیس کے تھیلے اور گھوڑے کا دیگر ساز وسامان تیار کرتے تھے۔

Marfat.com

اس کا امکان تھا کہ تموچن بھاگ نکلتا۔ آنے والی ضرب سے بچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ اس کے محکوم متزلزل تھے اور مویشیوں کا خراج وہ اس لڑکے کو دینے کو ایسے زیادہ تیار نہ تھے، جو اب ان کا خان بن گیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ لوگ خود تمام پہاڑیوں پر منتشر تھے اور اپنے گلوں کو بھیڑیوں اور ابتدائے بہار میں لازمی طور پر آنے والے چھوٹے موٹے حملہ آوروں سے بچانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔

لیکن وہ بھاگا نہیں۔ تاریخ کہتی ہے کہ وہ کچھ عرصہ تک اکیلا اپنے یورت میں رویا کیا۔ پھر اس نے سرداری کا کام سنبھالا۔ اپنے بھائیوں، بہنوں اور دوسرے سوتیلے بھائی کی روزی کا انتظام کرتا رہا۔ یہ دوسرا سوتیلا بھائی جو بچ گیا تھا اس لڑکے کو بہت چاہتا تھا۔ سب سے پہلے اس کی ماں تھی جو اچھی طرح جانتی تھی کہ اس پہلوٹھی کے لڑکے پر مصیبت لازمی تھی۔

لازمی اس لیے تھی کہ ایک اور جنگجو نے جس کا نام ترغا تائی تھا اور جو خود بھی بورچیچن یا بھوری آنکھوں والوں کی نسل سے تھا، شمالی گوبی کا سردار ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ ترغا تائی تائیجوت کا سردار تھا جو مغلوں کے نسلی دشمن تھے۔

اور ترغا تائی ـــــ جو تموچن کے بہت سے قبیلے والوں کو اپنے جھنڈے تلے جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا ـــــ اب اس پر مجبور تھا کہ وہ مغلوں کے کم سن خان کا پیچھا کرے اور اس کا خاتمہ کر دے جیسے بڑا بھیڑیا، بھیڑیے کے ایسے کم سن بچے کو مار دیتا ہے۔ جن سے ڈر ہو کہ یہ ایک دن بھیڑیوں کے گروہ کا سردار بننے کی کوشش کرے گا۔

بغیر اطلاع کے شکار شروع کیا گیا۔ گروہ در گروہ سوار مغلوں کے اردو، ان کے خیموں والے گاؤں پہنچے اور کچھ ذرا بچھڑ کے ادھر ادھر سے مویشیوں کو ہنکا لے گئے اور ترغا تائی نے اس خیمے کا رخ کیا، جس پر پرچم لہرا رہا تھا۔

ان جنگجوؤں کے آنے سے پہلے تموچن اپنے بھائیوں کے ساتھ بھاگ نکلا۔ قسار نے

Marfat.com

جو بڑی قوت سے کمان کھینچ سکتا تھا، اپنے گھوڑے کو لگام دے کر دشمنوں پر کچھ تیر برسائے۔ اولون کو زندہ رہنے دیا گیا ــــــ ترغاتائی کو تموچن کے علاوہ اور کسی کی تلاش نہ تھی۔

ایسے شکار شروع ہوا۔ لڑکوں کے پیچھے پیچھے تائجوت لگے ہی ہوئے تھے۔ شکاریوں نے کوئی خاص جلدی نہ کی۔ راستہ تازہ اور صاف تھا اور یہ خانہ بدوش کئی کئی دن تک ایک ایک گھوڑے کا پیچھا کرنے کے عادی تھے۔ اگر تموچن کو نئی سواری نہ مل سکی، تو یہ ضروری تھا کہ یہ اسے جا لیں۔

جبلی احساس کا تقاضا تھا کہ یہ لڑکے گھاٹیوں کا راستہ لیں، جہاں تناور درختوں کی آڑ میں وہ چھپ سکتے تھے۔ کبھی کبھی وہ گھوڑوں سے اتر کے درختوں کو کاٹ کے راستے پر ڈال دیتے تاکہ تعاقب کرنے والوں کا راستہ روکیں۔ جب شام ہوئی تو وہ علیحدہ ہو گئے۔ بہنیں اور سب سے چھوٹے بھائی ایک غار میں چھپ گئے، قسار کسی طرف پلٹ گیا اور خود تموچن ایک ایسے پہاڑ پر گھوڑا دوڑاتا ہوا چڑھ گیا، جہاں چھپنے کی جگہ ملنے کی امید تھی۔

یہاں وہ کئی دنوں تک پیچھا کرنے والوں سے چھپا رہا۔ یہاں تک کہ بھوک سے مجبور ہو کے کوشش کی کہ گھات لگائے ہوئے تائجوت کے درمیان سے گھوڑا نکال لے جائے، لیکن وہ دیکھ لیا گیا، پکڑا گیا اور جب وہ ترغاتائی کے سامنے لایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ اسے کنگ پہنا دیا جائے۔ یہ کنگ ایک طرح کی چوبی ہتھکڑی تھی، جس سے شانے اور کلائیاں جکڑ دی جاتی تھیں۔ جنگجو قبیلے والے پکڑے ہوئے مویشیوں کو ہنکاتے ہوئے اور تموچن کو اس طرح ہتھکڑی پہنائے ہوئے اپنی چراگاہوں کو واپس روانہ ہوئے۔ تموچن اس طرح مجبور اور لاچار ان کے ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ ایک ایسا موقع آیا کہ جنگ جو کسی دعوت میں گئے ہوئے تھے اور اس کی حفاظت کے لیے صرف ایک محافظ چھوڑ گئے تھے۔ جب خیمہ پر اندھیرا چھا گیا تو نوجوان مغل نے قطعی ارادہ کر لیا کہ وہ ایسے موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دے گا۔

Marfat.com

خیمے کی تاریکی میں اس نے اپنے کنگ کے سرے کو محافظ کے سر پر دے مارا، اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ جب وہ دوڑ کے خیمہ سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ چاند نکل چکا ہے اور جس جنگل میں خیمہ گاہ تھی۔ اس میں چاندنی چھن چھن کے آ رہی تھی۔ جھاڑیوں میں گھس کے وہ اس ندی کی سمت چلا جسے ایک دن پہلے سب نے عبور کیا تھا۔ اپنے پیچھے تعاقب کرنے والوں کا شور سن کے اس نے ندی میں چھلانگ ماری اور ایک کنارے کی گھاس میں ڈوب کے بیٹھ گیا، صرف اس کا سر پانی سے اونچا تھا۔

یہاں بیٹھے بیٹھے اس نے تائجوت سواروں کو دیکھا کہ وہ ندی کے کنارے کنارے اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔ اس نے دیکھا کہ ایک جنگجو نے اسے دیکھ لیا۔ ذرا ٹھٹکا، پھر اسے پکڑوائے بغیر آگے بڑھ گیا۔

اس کنگ میں جکڑا ہوا تموچن اب بھی اتنا ہی بے بس تھا، جیسے پہلے تھا اور اس نے اب جو کچھ کیا۔ ادراک اور ہمت دونوں کی وجہ سے کیا۔ وہ ندی چھوڑ کے ان سواروں کے پیچھے پیچھے خیمہ گاہ میں داخل ہوا اور رینگتا ہوا اس جنگجو کے یورت کے اندر پہنچا، جس نے اسے ندی کی گھاس میں دیکھ لیا تھا لیکن اسے نہیں پکڑوایا تھا---- یہ ایک اجنبی تھا جو اتفاق سے عارضی طور پر اس دوسرے قبیلے کے شکاریوں کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔

اس لڑکے کو اس طرح بھیگا ہوا اور اس طرح نمودار ہوتے دیکھ کے یہ آدمی تموچن سے بھی زیادہ خوفزدہ ہو گیا، مگر قیدی پر اسے رحم آیا اور اس نے سوچا کہ اس کے لیے اچھا یہی ہو گا کہ کسی نہ کسی طرح اس نوجوان سے نجات پائے۔ اس لیے اس نے کنگ کو کاٹ کے اس کے ٹکڑوں کو جلا دیا۔ اور اس دوران میں تموچن کو اون سے لدی ہوئی ایک گاڑی کے اندر چھپا دیا۔

اس کھلے کھلے اون کے اندر بڑی گرمی تھی---- یہ کوئی آرام کی جگہ نہ تھی۔ خاص طور پر اس لیے کہ جب تائجوت جنگجو خیمہ کی تلاشی لینے آئے تو انہوں نے اپنے نیزے گاڑی کے

Marfat.com

اندر بھی چبھوئے اور ایک نیزے کی انی سے تموچن کی ٹانگ زخمی ہوگئی۔

''میرے گھر کی آگ بجھ جاتی اور دھواں ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا، اگر وہ لوگ تجھے یہاں ڈھونڈ پاتے۔'' اس آدمی نے تلخی سے اس بھاگے ہوئے پناہ گزین سے کہا، مگر ساتھ ہی ساتھ اسے کھانا اور دودھ بھی دیا اور ایک کمان اور دو تیر دیئے اور کہا۔ ''اب اپنی ماں اور اپنے بھائیوں کے پاس جا۔''

مانگے کے گھوڑے پر سوار جب تموچن اپنی زمینوں پر پہنچا تو اس نے وہی حالت پائی جس کا نقشہ اجنبی نے کھینچا تھا---- جہاں اس کی خیمہ گاہ تھی، وہاں اب صرف راکھ تھی۔ اس کے مویشی جا چکے تھے، اس کی ماں اور اس کے بھائی غائب تھے۔ اس نے بہرحال ان کا پتا لگا لیا اور دیکھا کہ بھوکا خاندان کس حال میں روپوش ہے...... سخت گیر اولون، کڑیل قسار اور ملکوتی اس کا سوتیلا بھائی جو اس کی پرستش کرتا تھا۔ کسی نہ کسی طرح وہ زندہ رہے۔ راتوں کو اپنے ایک ہمدرد کی خیمہ گاہ کی جانب سفر کرتے۔ ان کے پاس صرف آٹھ گھوڑوں کی ایک قطار تھی۔ گلہریوں جیسے پوچ شکار کو پکڑتے رہے اور بجائے بکری کے گوشت کے مچھلیوں پر گزر کرتے رہے۔ تموچن نے یہ سیکھا کہ دشمن کی گھات سے کس طرح بچتے ہیں اور کس طرح اپنے تعاقب کرنے والے دشمن کی صف کو چیرتے ہوئے اس پار نکل سکتے ہیں۔ شکار کی طرح اس کا تعاقب کیا جا رہا تھا۔ اور جیسے جیسے دن گزرتے گئے، اس کی چالاکی بڑھتی گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پھر کبھی پکڑا نہیں گیا۔

اب بھی اگر وہ چاہتا تو اپنے آباؤ اجداد کی چراگاہوں کو چھوڑ کے بھاگ سکتا تھا لیکن نو عمر خان کا قطعاً ارادہ نہ تھا کہ اپنی میراث دشمنوں کے حوالے کر دے۔ وہ اپنے قبیلے کی بکھری ہوئی آبادیوں میں گیا اور سنجیدگی سے اس نے چار جانور بطور خراج مانگے---- ایک اونٹ، ایک بیل، ایک گھوڑا اور ایک بھیڑ---- اپنی ماں کی آسائش کے لیے۔

یہ غور کے قابل بات ہے کہ دو چیزوں سے اس نے اجتناب کیا۔ بھوری آنکھوں والی

Marfat.com

بورتہ اب بھی اس کے آنے کا انتظار کر رہی ہے کہ وہ اسے بیاہ کے اپنے خیمے میں لے آئے اور بورتہ کا باپ ایک بڑے طاقت ور قبیلے کا سردار اور کئی نیزہ برداروں کا آقا تھا مگر تموچن ان کے پاس نہ گیا۔

اور نہ اس نے ترک قوم قرایت کے ''کفیل'' سردار بوڑھے طغرل سے مدد مانگی جو بڑا ذی اثر تھا اور جس نے یسوکائی کے ساتھ رفاقت کی سوگند کھا کے جام پیا تھا۔ اس سوگند کے پیمان سے یسوکائی کے بیٹے کو یہ حق پہنچتا تھا کہ وہ اس کے پاس ضرورت کے وقت جا کے منہ بولے باپ کی حیثیت سے اس سے مدد کرنے کو کہے۔ یہ شاید ایسا مشکل کام نہ تھا میدانوں سے ہوتے ہوئے قرایت تک پہنچنا، جو فصیل والے شہروں میں رہتے تھے۔ جن کے پاس سچ مچ کے خزانوں میں جواہر، ملبوسات، اچھے ہتھیار اور طلائی اطلس کے خیمے تھے۔ یہ قرایت ایشیاء کے اس پریسٹر جان کی رعایا تھے۔

تموچن نے اپنے آپ سے جرح کی۔ ''خالی ہاتھ بھک منگوں کی طرح جانے سے اس کی رفاقت تو خاک میسر آئے گی، حقارت البتہ ملے گی۔''

اور وہ اپنے اس ارادے پر جما رہا۔ یہ جھوٹا غرور نہ تھا بلکہ ایک پکے منگول کی سیدھی سادی منطق تھی۔ پریسٹر جان اس کو مدد دینے کا پابند تھا---- ایشیائے عظیم میں رفاقت کی سوگند کی بادشاہ کے وعدے سے زیادہ قدر و قیمت تھی---- لیکن وہ ان شہروں اور عجائبات کے مالک سے اس وقت تک کام نہ لے گا جب تک کہ وہ اس قابل نہ ہو کہ وہ اس کے سامنے بطور ایک حلیف کے پہنچ سکے، بھاگے ہوئے پناہ گزین کی طرح نہیں۔

اس دوران میں اس کے گھوڑے چوری ہو گئے۔

ان آٹھ گھوڑوں والا واقعہ اس لائق ہے کہ تاریخ سے اسے ہو بہو نقل کیا جائے۔ چوری لٹیرے تایجوت کے لوگوں نے کی تھی۔ نویں رہوار پر ملکوتی باہر گیا ہوا تھا۔ یہ وہی سرخ گھوڑی تھی جس پر سوار ہو کے تموچن ترغاتائی کے چنگل سے نکل بھاگا تھا۔ ملکوتی گلہریاں

Marfat.com

پکڑنے گیا تھا اور جب وہ آیا تو نوجوان اس کے پاس گیا۔

''گھوڑے چوری ہو گئے۔''

یہ فکر کی بات تھی۔ایک کے سوا باقی سب بھائی اب پیادہ ہو گئے تھے اور اگر کوئی حملہ آور آ نکلے تو محض اس کے رحم و کرم پر تھے۔

ملکوتی نے کہا۔''لٹیروں کا تعاقب میں کروں گا۔''

قسار نے کہا۔''تو انہیں تعاقب کر کے نہ پا سکے گا۔میں جاؤں گا۔''

تموچن نے کہا۔''تم لوگ انہیں نہ پا سکو گے اور اگر پا سکے تو واپس نہ لا سکو گے میں جاتا ہوں۔''

اور وہ اس تھکی ہوئی سرخ گھوڑی پر روانہ ہوا اور سواروں اور آٹھ گھوڑوں کے پاؤں کے نشانوں سے کھوج لگاتا ہوا تین روز تک تعاقب کرتا رہا۔وہ اپنے ساتھ کچھ سوکھا ہوا گوشت لے گیا تھا، جو زین اور گھوڑے کی پیٹھ کے درمیان رکھا تھا تاکہ نرم اور گرم رہے۔یہ گوشت تو کب کا ختم ہو چکا تھا۔مگر اس سے بڑھ کے مصیبت یہ تھی کہ یہ گھوڑی بار بار پچھڑ جاتی۔تائجوت جو ایک گھوڑے کے بعد دوسرا تازہ دم گھوڑا بدل سکتے تھے۔اس کی نظروں کے پلڑ ہی رہے۔

چوتھی صبح کو اس نوجوان مغل کو اپنا ایک ہم عمر جنگجو ملا جو پگڈنڈی کے کنارے ایک گھوڑی کا دودھ دوہ رہا تھا۔

لگام کھینچ کے تموچن نے پوچھا۔''تو نے کچھ لوگوں کو آٹھ گھوڑوں کو بھگا کے لے جاتے ہوئے تو نہیں دیکھا؟''

''ہاں پچھلے پہر آٹھ گھوڑے میرے قریب سے ہو کے نکلے تھے۔میں تجھے وہ راستہ دکھا دوں گا، جدھر وہ گئے ہیں۔''

مغل کی طرف دوبارہ دیکھ کر اجنبی نوجوان نے اپنا چمڑے کا کیسہ باندھ کے لمبی لمبی

Marfat.com

گھاس میں چھپادیا اور کہا۔ ''تو تھکا ہوا اور پریشان معلوم ہوتا ہے، میرا نام بغورچی ہے اور میں تیرے ساتھ گھوڑوں کے تعاقب میں چلوں گا۔''

تھکی ہوئی سرخ گھوڑی چرنے کے لیے چھوڑ دی گئی اور بغورچی جن گھوڑوں کو چرا رہا تھا، ان میں سے ایک سفید گھوڑے پر رسی ڈال کے اس نے زین کسی اور اسے تموچن کے حوالے کیا۔ انہوں نے پھر سے پگڈنڈی کی راہ لی اور تین دن بعد انہیں تائجوت کی خیمہ گاہ نظر آئی جس کے قریب ہی چرائے ہوئے گھوڑے چر رہے تھے۔

دونوں نوجوان ان گھوڑوں کو ہنکا لائے اور فوراً ہی جنگجوؤں نے ان کا تعاقب کیا اور ان میں سے ایک جو سفید گھوڑے پر سوار تھا اور جس کے ہاتھ میں کمند تھی، ان کے قریب آپہنچا۔

بغورچی نے تموچن سے کمان مانگی اور کہا کہ میں پیچھے رہ کے تعاقب کرنے والوں کا مقابلہ کروں گا، لیکن تموچن نے اس کی یہ پیش کش نہ مانی۔ شام تک وہ گھوڑوں کو دوڑاتے رہے۔ اب سفید گھوڑے والا جنگجو اس قدر قریب آ گیا تھا کہ کمند پھینک سکتا تھا۔

نوجوان مغل نے اپنے نئے ساتھی سے کہا۔ ''یہ لوگ تجھے زخمی کر دیں گے، میں کمان کھینچتا ہوں۔''

پیچھے ہو کے اس نے زہ پر تیر چڑھایا اور اسے تائجوت پر چھوڑا۔ وہ زین سے گرا۔ دوسرے جب اس کے برابر آئے تو انہوں نے لگام کھینچ لی۔ رات بھر دونوں نوجوان سفر کرتے رہے اور حفاظت سے گھوڑوں سمیت بغورچی کے باپ کی خیمہ گاہ میں آپہنچے، جسے انہوں نے پورا واقعہ سنایا۔ بغورچی جلدی سے دودھ کا تھیلا ڈھونڈھ لایا، تاکہ اس کے باپ کا غصہ ٹھنڈا ہو۔ اس نے بیان کیا کہ ''جب میں نے اسے تھکا ماندہ اور پریشان دیکھا تو میں اس کے ساتھ ہولیا۔''

اس کا باپ جو ایک بڑے گلے کا مالک تھا، کسی قدر اطمینان سے یہ سب سنتا رہا۔۔۔۔۔

Marfat.com

کیونکہ تموچن کے کارنامے میدانوں میں ایک خیمے سے دوسرے خیمے تک مشہور ہو چکے تھے۔ اس نے کہا۔ ''تم دونوں نوجوان ہو۔ تم دونوں ایک دوسرے کے وفادار دوست بنو۔''

انہوں نے نوجوان خان کو کھانا دیا۔ ایک تھیلا دودھ سے بھر دیا۔ اور اسے رخصت کیا، اور کچھ ہی عرصے کے بعد بغورچی بھی اس کے پاس آ گیا۔ کیونکہ بغورچی نے اسے اپنا سردار بنالیا تھا اور اپنے ساتھ اس کے خاندان کے لیے سیاہ سمور کا تحفہ لایا۔

تموچن نے اسے مرحبا کہا۔ ''تیرے بغیر گھوڑوں کو پا اور لا نہ سکتا اس لیے ان آٹھ گھوڑوں میں سے آدھے تیرے ہیں۔''

بغورچی نہ مانا ـــــ ''اگر میں تجھ سے تیری چیز لے لوں تو میں تیرا رفیق کیسے ٹھہرا؟''

نہ تموچن کنجوس تھا نہ اس کے بہادر نوجوان ساتھی۔ فیاضی ان کی فطرت کی گہرائیوں میں سرایت کیے ہوئے تھی۔ جس کسی نے تموچن کی کوئی خدمت کی، وہ اسے کبھی بھلا نہ سکتا تھا۔ رہ گئے وہ جو اس سے لڑ رہے تھے ـــ تو صورتِ حال یہ تھی کہ اسے اپنے چھوٹے سے گروہ کے علاوہ ہر کسی سے دشمنی کی توقع تھی۔

اس نے اپنے رفیقوں کو یقین دلایا۔ ''جیسے سوداگر کو اپنے سامان سے نفع کا یقین ہوتا ہے، اسی طرح مغل کو اس کا یقین ہے کہ اس کی تقدیر اس کی شجاعت سے بنے گی۔''

اس میں وہ تمام خوبیاں اور سفاکیاں تھیں جو غریبوں کی خانہ بدوش نسل میں بھی پائی جاتی ہیں۔ جو کمزور تھا وہ اس کے لیے بیکار تھا اور اپنے قبیلے سے باہر اسے اور کسی پر اعتبار نہ تھا۔ اس نے سیکھ لیا تھا کہ چالاکی کے ذریعہ سے کس طرح دشمنوں کے دغا سے بچا جا سکتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنے آدمیوں میں سے کسی سے کوئی وعدہ کرتا، تو وہ اپنی زبان کا پکا تھا، اور اپنا وعدہ پورا کر کے رہتا۔

کئی سال بعد وہ کہا کرتا۔ ''وعدہ خلافی حاکم کے لیے بڑی بدنما بات ہے۔''

اب اس کے قبیلے کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی، کیونکہ بہت سے جنگجو جو اس کے باپ

Marfat.com

کے ساتھ تھے۔ اب اس کی سرداری میں واپس آ رہے تھے، لیکن اپنے قبیلے میں بھی اس کی سرداری کا انحصار بس اسی امر پر تھا کہ اس نے دشمنوں سے بچنے اور کسی نہ کسی طرح اپنے ماتحت ساتھیوں کی چراگاہوں کو ان کے قبضے میں رکھنے کا گر اور ہنر سیکھ لیا تھا۔ قبیلے کے رواج کے مطابق ان کے گلے اور ان کے ہتھیار خان کی نہیں بلکہ ان کی اپنی ملکیت تھے۔ یسوکائی کا بیٹا ان کی اطاعت اور وفاداری کا اسی وقت تک حق دار تھا جب تک وہ ان کی حفاظت کر سکتا۔ پرانی رسم---- جو قبیلوں میں قانون کے مترادف ہے---- اس کی اجازت دیتی تھی کہ اگر تموچن خانہ بدوش سرزمینوں کی مسلسل اور سفاک لڑائیوں میں ان کی حفاظت نہ کر سکے تو وہ اور کسی کو اپنا سردار مقرر کر لیں۔ چالاکی نے تموچن کو زندہ رکھا۔ بڑھتی ہوئی فراست نے اس کے اطراف قبیلے کا مرکز قائم رکھا۔ وہ جسمانی قوت، شجاعت اور چوکسی کا مالک تھا۔ جو سردار کلوران اور اونان کے درمیانی زرخیز علاقے پر دھاوے کرتے رہتے، اسے کبھی کبھی پہاڑیوں سے نچلے میدانوں میں بھگا دیتے، مگر اسے دبوچ نہ پاتے۔

کہا جاتا تھا کہ "تموچن اور اس کے بھائیوں کی قوت بڑھتی جا رہی ہے۔"

صرف تموچن میں ایک متعین مقصد کا لافانی شعلہ بھڑک رہا تھا۔ یہ کہ وہ اپنی میراث کا مالک بن کے رہے گا۔ اس زمانے میں جب کہ اس کی عمر سترہ سال کی تھی۔ وہ بورتائی کو لینے گیا تاکہ بیاہ کے وہ اسے اپنی پہلی بیوی بنا کے لائے۔

○

Marfat.com

تیسرا باب

چھکڑوں والی لڑائی

قدیم چینی ان شمالی وحشیوں کو تیر کمان والے لوگ، لمبے دنوں اور اونچے سفید پہاڑوں کے رہنے والے لوگ کہا کرتے تھے۔ ان لوگوں میں ہنسنے بولنے، قہقہے لگانے کی بڑی عادت تھی۔ زندگی ان کے لیے ان تھک محنت تھی۔ اور عناصر ان کے دشمن تھے۔ ان کی زندگی مسلسل مصیبت جھیلتے جھیلتے گزرتی تھی، اسی لیے تکلیفوں میں ذرا بھی کمی ہوتی تو یہ ہنس بول لیتے۔ تموچن اور اس کے مغلوں کا تصور ہی یوں ہوتا ہے کہ یہ بڑے ہنس مکھ ہنسی مذاق کرنے والے لوگ تھے اور اس کا مذاق کبھی کبھی ایسا ہی سخت ہوتا تھا جیسی ان کی سفاکی۔ ان کی ضیافتیں بڑی پرخوری کی محفلیں ہوتی تھیں۔

تقریبوں کا ــــــ جن کو وہ اخودور کہتے تھے ــــــ بہت کم موقع آتا۔ بس شادی بیاہ کی تقریبیں ہوتیں یا میت کے سوگ کی رسمیں۔ تموچن جب بورتائی کے باپ کے خیموں والے گاؤں میں پہنچا، تب آپس کی بھیڑیا چال دشمنی کے دوران میں اس تقریب سے کچھ خوشگوار فضا پیدا ہوئی۔ دفعتہً کئی سو نوجوان سوار نمودار ہوئے۔ پوری طرح مسلح، بھیڑ کی کھالوں کے لبادوں میں ملبوس، دباغت کیے ہوئے چمڑے کے شلوکے پہنے، اور سینوں پر بھیانک نقش ونگار والے چرمی سینہ پوش پہنے، اونچی زینوں کی دمچیوں پر پانی کی مشکیں، کاندھوں پر نیزے لٹکائے ــــــ چہروں کی ہڈیاں نکلی ہوئی اور ان چہروں پر سردی اور ہوا کی

Marfat.com

کاٹ سے بچنے کے لیے چربی کی تہیں ملی ہوئی اور اس چربی پر گرد اور خاک اٹی ہوئی۔

بورتائی کے باپ نے نوجوان خان سے کہا۔"جب میں نے سنا کہ تجھ سے لوگوں کو کتنی سخت دشمنی ہے، تو ہمیں اس کی امید نہ رہی تھی کہ تجھے یوں زندہ دیکھیں گے۔"

قہقہہ اور بے تحاشا ہنسی مذاق کا بے نظیر منظر۔ نوکر ادھر سے ادھر دوڑتے ہوئے کہ بھیڑوں اور موٹے موٹے دنبوں کو کاٹیں اور گوشت کے تکے تکے کریں اور اسے پکانے کا بندوبست کریں۔ مغل جنگجو یورت میں داخل ہونے سے پہلے اپنے اسلحہ دروازے پر چھوڑ آئے تھے، خیموں کے بزرگوں کے دائیں ہاتھ کی طرف بیٹھے ہوئے پینے اور تالیاں بجانے میں مصروف۔ ہر دور سے پہلے نوکر جلدی سے تھوڑی سی شراب انڈیل کے چاروں سمتوں میں، چاروں طرف کی ہواؤں کے لیے بکھیر دیتے اور یکتاروں پر ہلکی سی چوٹ پڑتی۔

اپنے ساتھیوں کے کان کھینچتے ہوئے گویا اس لیے کہ حلق چوڑے ہو جائیں اور ابلا ہوا جھاگ جھاگ دودھ اور چاولوں کی شراب اور آسانی سے اترے، اور بے ڈھنگے پن سے ہرنوں کے چمڑے کے جوتے پہنے ہوئے ناچتے ہوئے میدانی سواروں کا منظر۔

تیسرے دن بورتائی موقع کے لحاظ سے خاموش سردار کے خیمے میں بائیں جانب بیٹھی تھی۔ وہ سفید سمور کا لمبا سا لبادہ پہنے تھی۔ اس کی چوٹیاں چاندی کے سکوں، اور ننھی ننھی مورتیوں سے بوجھل ہو رہی تھیں، اس کے سر پر صنوبر کی چھال کی مخروطی سی کلاہ تھی، جس پر قیمتی ریشم منڈھا ہوا تھا اور جسے وہ دونوں کانوں پر گندھی ہوئی چوٹیوں کے جوڑوں کے سہارے اوڑھے ہوئے تھی اور وہ اس وقت تک خاموش بیٹھی تھی۔ جب تک کہ رخصتی کا وقت آئے اور پھر وہ خیمہ خیمہ چھپتی پھرے اور تموچن رسم کے مطابق اس کا پیچھا کرے۔ رسم کے مطابق اس کی بہنوں اور خادماؤں سے لڑے اور بالآخر گھوڑے پر بٹھا کے اڑا لے جائے۔

یہ اس چھوٹی سی ناک والی حسینہ کی مختصری اخودور (تقریب) تھی جو تموچن کے ایک ٹٹو

Marfat.com

پر بیٹھ کے اپنے خیموں والے گاؤں سے رخصت ہوئی۔ چار سال سے وہ اس کی آمد کا انتظار کر رہی تھی۔ اور اب اس کی عمر تیرہ سال کی تھی۔

وہ یوں سواری کر رہی تھی کہ اس کی کمر اور اس کے سینے پر نیلے پٹکے بندھے ہوئے تھے۔ اس کے نوکر اپنے ساتھ ایک سموری لبادہ لیے جا رہے تھے جو تموچن کی ماں کو تحفے کے طور پر پیش کیا جانے والا تھا۔ اب وہ خان کی بیوی تھی۔ یورت کی نگرانی اس کا منصب تھا۔ اس کا کام تھا کہ ضرورت پڑے تو جانوروں کا دودھ دوہے۔ جب مرد لڑنے کے لیے چلے جائیں تو ریوڑوں کی چوپانی کرے، خیموں کے لیے نمدا تیار کرے، ریشوں کی تانت سے کپڑے بنے، اور مردوں کے لیے چپلیں اور موزے تیار کرے۔

یہ سب اس کے فرائض تھے۔ اور بے شک تقدیر نے اسے ایسے مرتبے کے لیے چنا تھا جو سب عورتیں سے بہت بلند تھا۔ تاریخ اسے بورتائی فوجین کے نام سے جانتی ہے۔ جو شہنشاہ کی بیگم اور ان تین بیٹوں کی ماں بنی، جنہوں نے بعد کے زمانے میں رومتہ الکبریٰ سے بڑی سلطنت کے رقبے پر حکومت کی۔

سموری لبادے کی بھی اپنی الگ تقدیر تھی۔ تموچن نے اب یہ مناسب سمجھا کہ قرایت کے سردار طغرل کے پاس جائے۔ وہ اپنے ساتھ اپنے نوجوان بہادروں اور تحفہ دینے کے لیے سموری لبادے کو لیتا گیا۔

طغرل خاں صاحبِ کردار اور صلح پسند آدمی تھا۔ وہ خود تو عیسائی نہ تھا لیکن اس کے قبیلے والے زیادہ تر نسطوری مسیحیوں پر مشتمل تھے، جنہوں نے سینٹ اینڈریو اور سینٹ ٹامس کے اوّلین حواریوں سے مذہبی تعلیم پائی تھی۔ وہ ان دریائی زمینوں کے مالک تھے جہاں اب شہر ارجہ آباد ہے۔ چونکہ نسلاً وہ زیادہ تر ترک تھے، اس لیے مغلوں کے مقابلے میں وہ تجارت اور تاجرانہ آرام و آسائش کے سامان کے زیادہ دلدادہ تھے۔

Marfat.com

جب تموچن اپنے اس منہ بولے باپ کے دربار میں پہلی بار گیا تو اس نے طاقتور قیرات کی مدد نہ مانگی بلکہ طغرل نے اس کی روانگی سے پہلے اسے یاد دلایا کہ ان دونوں کے درمیان آپس میں مدد کا پیمان ہے۔

لیکن جلد ہی تموچن کو بوڑھے خان سے دوستانہ مدد کی درخواست کرنی پڑی۔ گوبی کے جھگڑے پھر سے بھڑک اٹھے۔ خلافِ توقع شمالی میدانوں سے ایک طاقتور قبیلے نے حملہ کیا اور مغل جرگے پر یورش کی۔ یہ لوگ مرکیت یا مکریت کہلاتے تھے۔ یہ کھرے وحشی تھے جو ٹنڈرا کے علاقوں کے قدیم باشندوں کی نسل سے تھے۔ یہ یخ بستہ سفید دنیا کے لوگ تھے، جہاں آدمی بے پہیوں کی گاڑیوں میں سفر کرتے ہیں، جن میں کتے اور رین ڈیر جتے ہوئے ہیں۔

ہر لحاظ سے یہ بڑے کڑے جنگجو تھے، اور یہ اس جنگجو کے رشتہ دار تھے جس کے پاس سے اٹھارہ سال پہلے تموچن کا باپ اولون کو اڑا لے گیا تھا۔ قیاس یہ ہے کہ وہ اس پرانی رنجش کو نہ بھولے تھے۔ وہ رات کو تموچن کے اردو میں بھڑکتی ہوئی مشعلیں پھینکتے ہوئے در آئے۔

تموچن کو اس کا موقع مل گیا کہ گھوڑے پر چڑھ کر تیر چلاتا ہوا حفاظت سے باہر نکل آئے، لیکن بورتائی حملہ آوروں کے چنگل میں پھنس گئی۔ قبائلی انصاف کے مطابق انہوں نے اس کو ایک ایسے شخص کے حوالے کیا جو اس شخص کا عزیز تھا، جس کے پاس سے اولون اغواء کی گئی تھی۔

اس شمالی جنگجو کو مغل کی دلہن کے ساتھ زیادہ دن مزے اڑانے کا موقع نہ ملا۔ تموچن جس کے پاس اتنے آدمی نہ تھے کہ مکریت پر حملہ آور ہو سکے، اپنے منہ بولے باپ طغرل کے پاس گیا اور قوم قرایت کی مدد مانگی۔ اس کی درخواست فوراً منظور کر لی گئی اور ایک چاندنی

Marfat.com

رات کو مغلوں اور قرایت نے مل کے حملہ آوروں کے گاؤں پر یورش کی۔

داستان میں یہ منظر خوب بیان کیا گیا ہے۔ تموچن درہم برہم خیموں کے درمیان سواری کر رہا تھا اور اپنی گم شدہ دلہن کو پکارتا جاتا تھا۔ بورتائی اس کی آواز سن کے دوڑی ہوئی آئی اور اس کی لگام پکڑ لی اور اس نے اسے پہچان لیا۔

"میں جسے ڈھونڈھ رہا تھا وہ مجھے مل گئی۔" نوجوان مغل نے چلا کے اپنے رفیقوں سے کہا اور اپنے گھوڑے سے اتر پڑا۔

اسے کبھی پوری طرح یقین نہیں ہوا کہ بورتائی کا پہلوٹی کا لڑکا اس کے اپنے نطفے سے ہے یا نہیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بورتائی کو ہمیشہ بہت چاہتا رہا اور اس کے بیٹوں کے درمیان اس نے کبھی کوئی فرق نہ کیا۔ اس کے اور بھی بچے تھے، لیکن یہ لڑکے اس کے چہیتے رفیق تھے۔ دوسری بیویاں اور ان کے بچے داستان میں مبہم ناموں سے بڑھ کے نہیں۔

ایک مرتبہ سے زیادہ ایسا ہوا کہ جب تموچن کی جان کے خلاف کوئی سازش کی گئی تو بورتائی نے اپنی جبلت سے پتا چلا لیا۔ صبح کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اس کے بستر کے کنارے دو زانو ہو کے رو رہی ہے۔

"اگر تیرے دشمن تیرے بہادروں کو جو دیواروں کی طرح سر بلند ہیں ہلاک کر ڈالیں گے تو تیرے چھوٹے چھوٹے کمزور بچوں کا کیا حشر ہوگا؟"

صحرائی قبیلوں کی ان باہمی لڑائیوں میں کبھی امن کی نوبت نہ آتی۔ ابھی تک ان تمام خانہ بدوشوں میں جو دیوار چین کے اس پار ویران سرزمینوں میں گھوما کرتے تھے، مغل ہی سب سے زیادہ کمزور تھے۔ طغرل کی سرپرستی سے کچھ سال وہ قبیلوں کے مغربی حملے سے محفوظ رہا، لیکن مشرق سے تایجوت اور بویر جھیل کے تاتاری[1] پرانی دشمنی اور کینہ توزی کے

Marfat.com

ساتھ اسے پریشان کرتے رہتے تھے۔ صرف لاانتہا جسمانی قوت، اور ایک بھیڑیے کی سی جبلت جس سے فوراً خطرے کا احساس ہو جائے، خان کی جان بچاتی رہی۔

ایک مرتبہ وہ مردہ سمجھ کے برف پر چھوڑ دیا گیا۔ اس کے حلق میں ایک تیر پیوست تھا۔ دو رفیقوں نے اسے وہاں پڑا دیکھ کے اس کے زخم سے خون چوسا اور ایک پیالے میں برف پگھلا کے اس کے زخموں کو پونچھا۔ ان جنگجوؤں کی جاں نثاری محض زبانی جمع خرچ نہیں تھی۔ ایک مرتبہ وہ بیمار پڑا ہوا تھا، انہوں نے دشمنوں کے خیمے سے اس کے لیے غذا چرائی اور پھر جب میدان میں برف و باد کا سخت طوفان آیا تو اس پر ایک چربی لبادے کا سایہ کیے رہے جس کی پناہ میں وہ سوتا رہا۔

ایک ایسے خان کے یورت میں جس کو وہ دوست سمجھا تھا ایک دعوت ہوئی اور اسے پتا چلا کہ ایک بظاہر سیدھے صاف قالین کے نیچے جس پر بیٹھنے کے لیے اس سے کہا گیا ہے، ایک خندق کھدی ہوئی ہے۔ جلد ہی تموچن کو ایسی ہی آفت سے اپنے پورے قبیلے کو بچانا پڑا۔

مغل جن کی جملہ تعداد اب تیرہ ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھی، گرما کی چراگاہوں سے سرما کی چراگاہوں کی طرف سفر کر رہے تھے۔ وہ ایک لمبی سی وادی میں پھیلے ہوئے تھے ان کے "کبت کے" یا ایسے چھکڑے جن پر خیمے نصب تھے، آہستہ رو ریوڑوں کے درمیان کھڑکھڑاتے ہوئے چلے آ رہے تھے کہ خان کو اطلاع ملی کہ افق پر دشمنوں کا لشکر نظر آیا ہے اور تیزی سے اس پر جھپٹ رہا ہے۔

یورپ کے کسی شہزادے پر کبھی ایسا وقت نہیں آیا۔

یہ دشمن تیس ہزار تائجوت نکلے جو برغاتائی کی سرداری میں یورش کر رہے تھے۔ بھاگنے کے معنی یہ تھے کہ عورتوں اور مویشیوں اور قبیلے کی ساری ملکیت سے ہاتھ دھونا پڑتے۔ لڑنے

Marfat.com

والے دستوں کو یکجا کر کے آگے بڑھ کے تائچوت کا مقابلہ کرنے میں یہ بات یقینی تھی کہ تائچوت چونکہ تعداد میں بہت زیادہ تھے وہ چاروں طرف سے اس کے آدمیوں کو گھیر کے کاٹ ڈالتے یا منتشر کر دیتے۔

یہ خانہ بدوشی کی زندگی کا ایسا نازک لمحہ تھا کہ قبیلے کے نیست و نابود ہو جانے کا ڈر تھا۔ اس وقت خان کے فوری فیصلے اور فوری عمل کی ضرورت تھی۔

فوراً اور اپنے مخصوص انداز میں تموچن نے اس نازک صورتِ حال کا مقابلہ کیا۔ اب اس کے تمام جنگجو اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کے مختلف جھنڈوں تلے جمع ہو چکے تھے۔ اس نے دستوں کی ایک صف بنائی جس کا ایک پہلو ایک جنگل کی وجہ سے محفوظ تھا۔ دوسرے پہلو پر اس نے کبت کوں (چھکڑوں) کا ایک بڑا سا چوکور حلقہ بنایا۔ یہ حلقہ اندر سے خالی تھا۔ اس میں اس نے تمام مویشیوں کو ہنکا دیا اور چھکڑوں میں اس نے جلدی سے تمام عورتوں اور لڑکوں کو اکٹھا کر دیا۔ لڑکے تیر کمان سے مسلح تھے۔

اب وہ ان تیس ہزار کے حملہ کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا جو وادی کو طے کرتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ وہ پوری طرح آراستہ تھے اور پانچ پانچ سو کے دستوں میں تقسیم تھے۔ ان دستوں میں ایک ایک صف میں سو سو آدمی تھے اور اس طرح گہرائی میں پانچ پانچ صفیں تھیں۔

پہلی دو قطاریں مسلح تھیں۔ لوہے کی وزنی کانٹے دار جڑی ہوئی زرہیں، لوہے یا سخت منقش چمڑے کے خود جن پر گھوڑے کے بالوں کے طرے لگے ہوئے تھے۔ گھوڑے بھی ساز پوش تھے۔ ان کی گردنوں، سینوں اور بازوؤں پر چمڑا منڈھا ہوا تھا۔ ان کے سوار چھوٹی چھوٹی گول گول ڈھالیں اور نیزے لیے ہوئے تھے۔ نیزوں کی انی سے ذرا نیچے گھوڑے کے بالوں کے گچھے تھے۔

Marfat.com

لیکن مسلح سواروں کی یہ صفیں ٹھہر گئیں اور ان کے درمیان سے نکل کے بالکل پیچھے کی صفیں آگے بڑھیں۔ ان میں جو سوار تھے وہ صرف و باغت کیا ہوا چمڑا پہنے ہوئے تھے اور برچھیوں اور کمانوں سے مسلح تھے۔ تیز رفتار گھوڑوں پر انہوں نے مغلوں کے سامنے اپنے ہتھیار چلاتے ہوئے ایک چکر کاٹا اور مسلح زرہ پوش سوار فوج کے لیے پردے کا کام کیا۔

تموچن کے آدمیوں نے جو اسی طرح مسلح اور آراستہ تھے۔ اس حملہ کا تیروں کی بوچھار سے جواب دیا، یہ تیر طاقتور کمانوں سے نکلتے تھے، جنہیں جنگوں کے ذریعے مضبوط بنایا گیا تھا۔

یہ ابتدائی جھڑپ ختم ہوئی اور تائیجوت ہلکی سوار فوج چکر کاٹ کے اپنی پرانی جگہ مسلح زرہ پوش صفوں کے پیچھے پہنچ گئی۔ پھر جمے ہوئے دستوں نے سرپٹ گھوڑے دوڑا کے پیش قدمی کی۔

تب تموچن نے اپنے مغلوں کو ان کے مقابلے کے لیے بڑھایا، لیکن اس نے اپنے قبیلوں کو ایک ہزار کے دہرے دستے میں تقسیم کیا تھا اور دستے میں دس صفیں تھیں اگرچہ اس کے پاس کل تیرہ دستے تھے اور تائیجوت کے ساٹھ دستے تھے۔ لیکن اس تنگ سے محاذ پر اس کے گہرے فوجی حجم کی وجہ سے تائیجوت کی پیش قدمی رک گئی اور ان کے آگے کے دستے منتشر ہو گئے۔

اب تموچن کو موقع ملا اور وہ اپنے مسلح دستوں کو دشمن کے ہلکے دستوں کے مقابلے جھونک سکا۔ مغل اپنے نویاکوں کے دموں والے جھنڈے کے پیچھے پیچھے آگے بڑھے پھیلتے ہوئے اور چکر کاٹتے ہوئے اور دونوں جانب تیر برساتے ہوئے۔

اس کے بعد صحرا کا سخت معرکہ شروع ہوا۔ سوار جھتے، غیظ و غضب سے چیختے ہوئے تیروں کی بارش میں سمٹتے ہوئے چھوٹی چھوٹی تلواریں چلاتے ہوئے، کمندوں اور نیزوں

Marfat.com

کے کانٹوں سے اپنے دشمنوں کو زین سے نیچے کھینچتے ہوئے۔ ہر دستہ کا اپنا سردار تھا وادی میں اس سرے سے اس سرے تک لڑائی ہوتی رہی اور جنگجو حملے کے بعد منتشر ہوتے پھر سے جمع ہوتے اور پھر حملہ کرتے۔

یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا، جب تک آسمان سے دن کی روشنی رخصت نہ ہوئی۔ تموچن نے مکمل فتح پائی۔ پانچ چھ ہزار دشمن کھیت رہا۔ اس کے سامنے دشمن کے ستر سوار لائے گئے، جن کی گردنوں سے تلواریں اور ترکش لٹک رہے تھے، بعض روائتیں یہ کہتی ہیں کہ مغل خان نے ان ستر سرداروں کو اسی جگہ کڑاہیوں میں زندہ ابلوا دیا، لیکن یہ ظلم کی کہانی قرین قیاس نہیں۔ نوجوان خان کے دل میں رحم تو خیر بالکل نہ تھا، لیکن وہ مضبوط جسم والے قیدیوں سے کام لینا خوب جانتا تھا۔

○

Marfat.com

چوتھا باب

تموچن کے جنگجو

منگولوں کے سرخ بالوں والے خان نے پہلے گھسان کے رن میں لڑ کر فتح حاصل کی۔ اب وہ بڑے فخر سے ہاتھی دانت یا سینگ سے مرصع جریب اپنے ہاتھ میں لیے رہتا۔ اس جریب کی شکل ایک چھوٹے سے عصا کی تھی، یہ سپہ سالار یعنی لوگوں کے سردار کا نشان تھا۔

وہ ہر وقت اسی آرزو میں گرفتار رہتا کہ اور زیادہ آدمی اس کے نوکر بنیں۔ اس کی یہ خواہش ان تکلیف کے ایام میں یادگار تھی جب بغورچی نے اس پر رحم کھایا تھا۔ اور موٹی عقل والے قسار کے تیروں نے اس کی جان بچائی تھی۔

تموچن کے نزدیک قوت کا پیمانہ سیاسی طاقت نہ تھا۔ ابھی تک اس نے سیاسی طاقت کے متعلق غور نہ کیا تھا۔ نہ قوت کا انحصار دولت پر تھا، جو کچھ زیادہ کام نہ آتی۔ چونکہ وہ مغل تھا، اس لیے وہ وہی چاہتا تھا جس کی اسے ضرورت تھی۔ اس کے نزدیک قوت کا انحصار انسانوں کی قوت اور تعداد پر تھا۔ جب وہ اپنے بہادروں کی تعریف کرتا تو کہتا کہ انہوں نے سخت پتھروں کو کچل کے ریت بنا دیا ہے۔ چٹانوں کو الٹ دیا ہے اور گہرے پانیوں کے تموج کو ٹھہرا دیا ہے۔

سب سے زیادہ وہ وفاداری کا جویا تھا۔ اہلِ قبائل کے نزدیک دغا ناقابلِ معافی گناہ

Marfat.com

تھا۔ غدار پوری کی پوری خیموں کی بستی کو تباہ و برباد کروا سکتا تھا یا پورے گروہ کو دشمن کے جال میں پھنسوا سکتا تھا۔ سب سے زیادہ پسندیدہ جو صفت تھی وہ قبیلے..... اور یہ بھی کہہ لیجیے کہ خان..... سے وفاداری کی تھی۔ ''ایسے آدمی کو کیا کہتے جو صبح کو وعدہ کرے، اور رات کو اسے توڑ دے۔''

آدمیوں کی اسے جو تمنا تھی اس کا اندازہ اس کی دعا سے ہوتا ہے۔ مغل کا معمول یہ تھا کہ وہ ایک کھرے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا کرتا جس کو وہ تنگری کا مسکن سمجھتا۔ تنگری اوپر کی ہوا کی وہ روحیں تھیں، جو طوفان ورعد اور لامتناہی آسمان کے دوسرے خوف انگیز مظاہرہ کو حرکت میں لاتیں۔ وہ اپنی پیٹی کاندھے پر ڈال کے چاروں سمتوں کی ہواؤں سے یوں دعا مانگتا ''اے لامتناہی آسمان مجھ پر کرم کر۔ اوپر کی ہواؤں کی روحوں کو میرا دوست بنا کر بھیج، لیکن زمین پر آدمیوں کو بھیج تاکہ وہ میری مدد کر سکیں۔''

اور نو یاکوں کی دموں والے جھنڈے کے نیچے آدمی بڑی تعداد میں جمع ہوتے رہے۔ گھرانا گھرانا اور دس بیس نہیں، بلکہ سینکڑوں۔ ایک آوارہ گرد قبیلہ جس سے اس کے پہلے خان سے دشمنی ہوگئی تھی سنجیدگی سے مغلوں کے تموچن کے فضائل کے متعلق یوں رائے زنی کرتا ہے..... ''وہ شکاری کو اجازت دیتا ہے کہ بڑے بڑے شکاروں میں جتنا شکار خود کرے خود اپنے پاس رکھے۔ لڑائی کے بعد ہر آدمی لوٹ کا وہ حصہ اپنے پاس رکھ سکتا ہے جو قاعدے سے اس کا ہو جائے۔ اس نے اکثر اپنے کندھے سے ملبوس اتار کے تحفے کے طور پر دیئے ہیں۔ وہ بارہا اپنے گھوڑے سے اتر آیا ہے اور گھوڑا ضرورت مند کو دے چکا ہے۔''

کوئی شخص جسے چیزیں جمع کرنے کا شوق ہو، نادر اشیاء کو اس شوق سے جمع نہیں کرتا تھا، جیسے یہ مغل خان ان آوارہ گردوں کی۔

وہ اپنے اطراف ایک دربار اکٹھا کر رہا تھا، جس میں حاجب اور مشیر نہ تھے اور جو جنگجو افراد پر مشتمل تھا۔ لڑائی میں اس کے پہلے ساتھی بغورچی اور قسار تو تھے ہی، ان کے علاوہ

Marfat.com

ارغون تھا جو ستار بجاتا تھا، جبی نویان اور مقولی دو چالاک اور جنگ کے زخموں سے منجھے ہوئے سپہ سالار تھے اور سوبدائی بہادر تھا جو بڑے معرکے کا تیر انداز تھا۔

ارغون اگرچہ مغنی نہ تھا، تب بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑا ہی خوش مزاج تھا۔ اس کی صرف ایک جھلک ہمیں اس موقع پر دکھائی دیتی ہے جب کہ خان سے اس نے ایک طلائی ستار مستعار لیا اور اسے گم کر دیا۔ تیز مزاج مغل کو تاؤ آ گیا اور اس نے اپنے دو سرداروں کو ارغون کو قتل کرنے کے لیے بھیجا۔ بجائے قتل کرنے کے انہوں نے مجرم کو پکڑ کے دو مشکیزے بھر کے شراب پلا دی اور پھر اسے چھپا دیا۔ دوسری صبح انہوں نے اسے نشہ سے جگایا اور خان کی یورت کے دروازے تک لے گئے اور کہا۔ ''اے خاں تیری اردو میں روشنی پھیلنے لگی ہے، دروازہ کھول اور رحم کا کرشمہ دکھا۔''

خاموشی کے لمحے سے فائدہ اٹھا کے ارغون نے گانا شروع کیا:۔

''طائر گاتا ہے تنگ تانگ

آخری نوا سے پہلے اس پر شہباز جھپٹتا ہے۔۔۔۔

اسی طرح میرے آقا کا غضب مجھ پر نازل ہوا۔

افسوس! مجھے ساغر کی گردش سے محبت ہے، لیکن میں چور نہیں۔''

چوری کی سزا موت تھی لیکن ارغون کو معاف کر دیا گیا اور آج کے دن تک طلائی ستار کا معما حل نہ ہو پایا۔

خان کے یہ بہادر سردار گوبی کے پورے علاقے میں ''قیات'' یا ''امڈتے ہوئے دھارے'' کہلاتے تھے۔ ان میں سے دو نے، جو ابھی لڑکے تھے، کچھ عرصے بعد طول البلد کے نوے درجوں میں بڑی تباہی اور بربادی پھیلائی۔ ان میں سے ایک جبی نویان (تیر شہزدہ) تھا اور دوسرا سوبدائی بہادر۔

جبی نویان منظر پر یوں نمودار ہوتا ہے کہ وہ ایک دشمن قبیلے کا نوجوان تھا اور ایک لڑائی

Marfat.com

کے بعد تعاقب میں پکڑا گیا اور تموچن کے سامنے مغل اسے لے آئے۔اس کے پاس گھوڑا نہ تھا۔اس نے گھوڑا مانگا اور کہا کہ مغلوں میں سے جو اس کا مقابلہ کرنا چاہے وہ اس کا تنہا مقابلہ کرنے کو تیار ہے۔تموچن نے اس کی درخواست منظور کر لی اور نوجوان جبی کو ایک تیز سفید ناک والا گھوڑا دے دیا۔سوار ہو کے جبی مغلوں کی صف کو کاٹتا ہوا بچ کر نکل گیا۔پھر وہ واپس آ گیا اور اس نے خان کا نوکر بننے کی خواہش ظاہر کی۔

بہت عرصے بعد جب جبی نویان، طیان شان کے پہاڑوں میں گشت لگاتا ہوا قراختائی کے شلوک قبیلوں کا تعاقب کر رہا تھا،اس نے ہزار سفید ناک والے گھوڑوں کا ایک گلہ فراہم کر کے خان کو تحفے کے طور پر بھجا۔یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ وہ اس واقعہ کو نہیں بھولا جس میں اس کی جان بچائی گئی تھی۔نوجوان جبی سے تندی میں کم، لیکن فراست میں زیادہ سوبدائی تھا جس کا تعلق شمالی آہوؤں والے قبیلے 'الوس اریانجی' سے تھا۔اس کی طبیعت میں بھی حصولِ مقصد کے لیے تموچن جیسی سختی اور سنگدلی کا کچھ حصہ تھا۔تاتاریوں سے ایک لڑائی میں، جھڑپ سے پہلے خان نے پوچھا کہ کون سا سردار پہلا حملہ کرے گا۔سوبدائی آگے بڑا۔ خان نے اس کی تعریف کی اور سوچتے ہوئے اس سے کہا کہ جنگجوؤں کو اپنی حفاظت کے لیے اپنے ساتھ لے۔

سوبدائی بہادر نے کہا کہ وہ اپنے ساتھ اور کسی کو نہیں لینا چاہتا۔وہ لشکر سے پہلے تنہا آگے جانا چاہتا تھا۔

ذرا شک کے عالم میں تموچن نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔اور سوبدائی تاتاریوں کے خیموں میں پہنچا، جہاں اس نے یہ بیان کیا کہ اس نے خان کا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور وہ ان کے قبیلے میں شامل ہونا چاہتا ہے۔اس نے انہیں یقین دلایا کہ مغلوں کا لشکر قریب میں کہیں نہیں اور جب مغلوں نے ان پر حملہ کیا تو وہ اس کے لیے بالکل تیار نہیں تھے۔مغلوں نے انہیں تتر بتر کر دیا۔

Marfat.com

سوبدائی نے نوجوان خان سے وعدہ کیا۔ ''میں تجھے دشمنوں سے اس طرح بچاؤں گا جیسے نمدا سر دہوا سے محفوظ رکھتا ہے۔ میں تیرے لیے یہ خدمت انجام دوں گا۔''

اس کے سورماؤں نے اسے یقین دلایا۔ ''جب ہم حسین عورتیں اور اعلیٰ درجے کے گھوڑے پکڑیں گے تو سب کے سب تیرے پاس لائیں گے۔ اگر ہم تیرا حکم بجانہ لائیں یا تجھے نقصان پہنچائیں تو تو ہمیں بنجر ویرانوں میں ہلاک ہونے کے لیے اکیلا چھوڑ دیجیو۔''

تموچن نے اپنے بہادروں کو یہ جواب دیا۔ ''جب تم میرے پاس آئے تو میری حالت ایک خوابیدہ آدمی کی سی تھی۔ پہلے میں رنجیدہ بیٹھا تھا اور تم نے مجھے جگا دیا۔''

وہ فی الحقیقت پکا مغلوں کا خان تھا اور وہ اسے سردار مانتے تھے۔ اس نے ان سورماؤں میں سے ہر ایک کو وہ تحسین اور اعزاز بخشا، جس کا ہر شخص اپنے کردار کے لحاظ سے مستحق تھا۔

اس نے کہا کہ قوریلتائی (سرداروں کی مجلسِ مشاورت) میں بغورچی اس سے سب کے مقابل زیادہ قریب بیٹھا کرے گا اور اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جنہیں خان کے تیر اور کمان کو سنبھالنے اور ساتھ رکھنے کی اجازت ہوگی۔ دوسروں کو اس نے غذا کا ذمہ دار مقرر کیا اور انہیں گلوں کی حفاظت سونپی اور دوسروں کو ''کبت کوں'' کا اور خادموں کا حاکم مامور کیا۔ قسار کو، جو جسمانی طور پر بڑا طاقتور تھا مگر شئے لطیف سے محروم، اس نے تیغ بردار مقرر کیا۔

اپنے نائبوں، لشکر کے سرداروں کی خدمت کے لیے تموچن نے ایسے آدمیوں کو منتخب کیا جو فہیم بھی تھے اور جری بھی۔ وہ اس ہوشیاری کی قدر و قیمت بھی جانتا تھا، جس کا تقاضا یہ ہے کہ وقت پر غصہ کو پی جانا چاہیے اور جب مناسب وقت آ جائے تو ضرب لگانی چاہیے حقیقت میں مغل کردار کی اصل بنیاد ہی صبر ہے۔ جو لوگ بہادر اور بیوقوفی کی حد تک نڈر تھے، انہیں اس نے کبت کوں اور سامانِ رسد کی حفاظت سپرد کی۔ جو احمق تھے وہ گلوں کی نگہبانی

Marfat.com

کے لیے باقی رہنے دیئے گئے۔

ایک سردار کے متعلق اس نے کہا۔ ''یسوتائی سے زیادہ جری اور کوئی نہیں۔ جیسی انوکھی خوبیاں اس میں ہیں اور کسی میں نہیں، لیکن چونکہ لمبی لمبی مسافتوں کے طے کرنے میں وہ خود نہیں تھکتا اور نہ اسے بھوک پیاس لگتی ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اس کے اور افسر اور سپاہیوں کو بھی یہ تکلیفیں نہیں ستاتیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اعلیٰ فوجی عہدے کے قابل نہیں۔ سپہ سالار کو چاہیے کہ وہ بھوک پیاس کا لحاظ کرے، تا کہ جو لوگ اس کے تحت ہیں، وہ ان کی تکلیفوں کو سمجھ سکے اور وہ انسانوں اور جانوروں کی طاقت کو وقت پر محفوظ اور مہیا کر سکے۔''

اپنے ان ''زہریلے جنگجوؤں'' والے دربار پر اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے نوجوان خان کو پوری پوری سنگدلانہ مستقل مزاجی اور بڑی متوازن منصف مزاجی کی ہمیشہ ضرورت پڑتی۔ جو سردار اس کے جھنڈے تلے جمع ہوتے وہ دا ملنگ لوگوں کی طرح سرکش تھے۔ داستان میں ذکر ہے کہ کس طرح پورتہ کا باپ اپنے ساتھیوں اور اپنے سات جوان بیٹوں کو خان کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے آیا۔ تحفے دیئے اور لئے گئے اور ساتوں بیٹوں کو مغلوں کے درمیان جگہ دی گئی، لیکن ان کی وجہ سے آپس میں بڑی تلخی پیدا ہوئی، خاص طور پر اس ایک کی وجہ سے جو شامان بھی تھا اور جس کا نام تب تنگری تھا، چونکہ وہ شامان تھا، اس لیے اس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس کی روح جب چاہے جسم کو چھوڑ کے عالمِ ارواح میں داخل ہو سکتی ہے۔ اسے مستقبل کی بات جاننے کا ملکہ تھا۔

اور تب تنگری میں حبِ جاہ بڑی خطرناک حد تک موجود تھی۔ کئی دن مختلف سرداروں کے خیموں میں بسر کرنے کے بعد ایک دن اس نے اور اس کے بھائیوں نے قسار کو گھونسوں اور لاٹھیوں سے شکایت کی۔

اس کے بھائی نے جواب دیا۔ ''تو تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ طاقت اور ہوشیاری میں کوئی تیرے برابر نہیں، پھر تو نے ان لوگوں سے کیسے مار کھائی۔''

Marfat.com

اس پر قسار کو غصہ آ گیا۔ وہ ارود میں اپنے گھر چلا گیا اور تموچن کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ اس اثناء میں تب تنگری خان کے پاس پہنچا اور کہا۔ ''میری روح نے دوسرے عالم میں یہ الفاظ سنے ہیں اور یہ حقیقت مجھے خود آسمان نے بتائی ہے کہ تموچن اپنے لوگوں پر کچھ دن حکومت کرے گا، لیکن پھر قسار حکومت کرے گا۔ اگر تو قسار کا خاتمہ نہ کر دے گا تو تیری حکومت زیادہ دن نہ چلے گی۔''

اس جادوگر پجاری کی چالاکی کا خان پر ضرور اثر ہوا، کیونکہ وہ اسے پیشین گوئی سمجھتا تھا۔ اس شام سوار ہو کے وہ اپنے جنگجوؤں کے ایک چھوٹے سے جتھے کو ساتھ لے کر قسار کو گرفتار کرنے نکلا۔ اس کی اطلاع اس کی ماں اولون کو مل گئی۔ وہ جلدی سے ایک گاڑی میں تیز قدم اونٹ جتوا کے خان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئی۔

وہ قسار کے خیموں میں پہنچی اور ان جنگجوؤں کے درمیان سے ہو کے گزری جو ان خیموں کو گھیرے ہوئے تھے۔ خاص یورت میں جب وہ داخل ہوئی تو اس نے دیکھا کہ تموچن، قسار کے سامنے کھڑا ہے۔ قسار دوزانو ہے اور اس کی ٹوپی اور اس کی پیٹی اس سے چھینی جا چکی ہے۔ خان بڑے غصے کے عالم میں تھا اور اس کے چھوٹے بھائی پر جو بڑا تیر انداز تھا، موت کا خوف غالب تھا۔

اولون ارادے کی پکی عورت تھی۔ اس نے قسار کی زنجیریں کھول دیں اور اس کی ٹوپی اور اس کی کمر پیٹی اس کے حوالے کی۔ دوزانو ہو کے اس نے اپنا سینہ کھول دیا اور تموچن سے کہا۔ ''تم دونوں نے ان چھاتیوں کا دودھ پیا ہے۔ تموچن تجھے اور بہت سے ہنر ملے ہیں، لیکن یہ خوبی قسار ہی کو عطا ہوئی ہے کہ وہ اس طاقت اور کمال سے تیر چلائے کہ ایک بھی خطا نہ ہونے پائے۔ جب آدمیوں نے تجھ سے بغاوت کی ہے تو اس نے اپنے تیروں سے انہیں مار گرایا ہے۔''

نوجوان خان خاموشی سے سنتا رہا اور اس وقت تک کھڑا رہا۔ جب تک اس کی ماں کا

Marfat.com

غصہ نہ اترا۔ پھر یورت سے یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔ ''جب میں نے یہ حرکت کی تو میں خوفزدہ تھا اور اب میں شرمندہ ہوں۔''

تب تنگری خیموں میں پھرتا رہا اور نفاق پھیلاتا رہا۔ وہ دعویٰ کرتا کہ فوق الفطری الہام اس کی ساری سازشوں کا ماخذ ہیں، اس لیے وہ مغل خان کے پہلو میں کانٹے کی طرح کھٹکتا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی اچھی خاصی جماعت تیار کر لی۔ اس میں حبِ جاہ بہت تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ نوجوان جنگجو کے اثر کو توڑ سکتا ہے۔ وہ اور اس کے ساتھی تموچن سے مقابلہ کرتے ہوئے ڈرتے تھے، لیکن انہوں نے خان کے سب سے چھوٹے بھائی تموجو کو پکڑ کے زبردستی مجبور کیا کہ وہ ان کے سامنے دوزانو ہو۔

رسم کے مطابق مغلوں کو اس کی اجازت نہ تھی کہ وہ آپس کے جھگڑے ہتھیاروں سے طے کریں، لیکن شامان کی اس حرکت کے بعد تموچن نے تموجو کو بلا بھیجا اور اس سے کہا۔ ''آج تب تنگری میرے یورت میں آئے گا، جیسا تیرا جی چاہے اس کے ساتھ سلوک کر۔''

اس کی اپنی حیثیت اس جھگڑے میں بڑی نازک تھی۔ منلیک جو ایک قبیلے کا سردار اور بورتہ کا باپ تھا، کئی جنگوں میں اس کا ساتھ دے چکا تھا اور اس لیے اسے بڑے اعزاز بخشے گئے تھے۔ تب تنگری خود شامان تھا، مستقبل کا حال جانتا تھا اور ساحر تھا۔ بحیثیت خان کے تموچن سے اس کی توقع کی جاتی تھی کہ وہ لڑائی جھگڑوں میں منصف کا فرض انجام دے، نہ یہ کہ جو اس کا اپنا جی چاہے کر گزرے۔

وہ اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا آگ تاپ رہا تھا کہ منلیک اپنے ساتوں بیٹوں کے ساتھ آیا۔ اس نے انہیں مرحبا کہا اور وہ اس کے سیدھے ہاتھ کی طرف بیٹھ گئے۔ اور عین اسی وقت تموجو اندر داخل ہوا۔ قاعدہ کے مطابق سارے ہتھیار تو یورت کے دروازے پر چھوڑ دیئے گئے تھے اور اس نوجوان لڑکے نے تب تنگری کے شانوں کو جکڑ لیا۔ ''کل تو نے مجھے اپنے سامنے دوزانو ہونے پر مجبور کیا، لیکن آج میں تجھ سے طاقت آزمائی کروں گا۔''

Marfat.com

کچھ دیر تک وہ زور آزمائی کرتے رہے اور منلیک کے دوسرے بیٹے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

تموچن نے دونوں حریفوں سے کہا۔ ''یہاں کشتی نہ لڑو، باہر جاؤ۔''

یورت کے باہر تین مضبوط پہلوان پہلے ہی سے منتظر تھے---- اسی لمحے کا انتظار کر رہے تھے۔ یہ نہیں معلوم کہ تموجو نے انہیں وہاں مقرر کیا تھا یا خان نے۔ جیسے ہی تب تنگری باہر نکلا انہوں نے اسے پکڑ کے اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی اور اسے ایک طرف پھینک دیا۔ وہ ایک چھکڑے کے پہیے کے قریب بے حس و حرکت گر پڑا۔

تموجو نے اپنے بھائی خان کو پکار کر کہا۔ ''کل تب تنگری نے مجھے زبردستی اپنے سامنے دوزانو کیا تھا، اب جب کہ میں اس سے طاقت آزمائی کرنا چاہتا ہوں تو وہ لیٹا ہوا ہے اور مقابلے کے لیے نہیں اٹھتا۔''

منلیک اور اس کے بیٹے دروازے کی طرف گئے اور باہر دیکھا جہاں شامان کا جسم پڑا ہوا تھا۔ تب بوڑھے سردار پر صدمے کا اثر ہوا اور وہ تموچن کی طرف پلٹا۔ ''اے خان، میں تیری خدمت کرتا رہا---- آج کے دن تک۔''

اس کا مطلب صاف ظاہر تھا اور اس کے چھ بیٹے تیار تھے کہ مغل پر جھپٹ پڑیں تموچن اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا اور اس دروازے کے سوا یورت سے باہر جانے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ بجائے اس کے کہ وہ مدد کے لیے کسی کو پکارتا اس نے سختی سے قبیلے والوں سے کہا۔ ''ہٹ جاؤ، میں باہر جانا چاہتا ہوں۔''

اس خلاف توقع حکم پر حیرت سے وہ ہٹ گئے اور وہ خیمے سے باہر اپنے جنگجو سنتریوں کے پاس جا پہنچا۔ ابھی تک تو یہ ایک معمولی سا واقعہ تھا اور ایسے قصے اس سرخ بالوں والے خان کے اطراف آئے دن پیش آتے ہی رہتے تھے، لیکن اس کی خواہش یہ تھی کہ منلیک کے قبیلے سے خون کی دشمنی نہ پیدا ہونے پائے۔ شامان کے جسم پر ایک نظر ڈالنے سے

Marfat.com

معلوم ہو گیا کہ تب تنگری مر کے ٹھنڈا ہو چکا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ اس کا اپنا یورت اس طرح ہٹایا جائے کہ شامان کا جسم اس کے اندر آ جائے اور دروازے کا پردہ بند کر کے کس کے باندھ دیا گیا۔

رات آئی تو تموچن نے اپنے دو آدمیوں کو بھیجا کہ پجاری جادوگر کی لاش کو خیمے کے دود کش ـــــ سے نکال لے جائیں۔ دوسرے دن جب ارود کے آدمیوں کو تشویش ہوئی کہ جادوگر کا کیا حشر ہوا تو تموچن نے دروازے کا پردہ کھول دیا اور انہیں آگاہ کیا۔

''تب تنگری میرے بھائیوں کے خلاف سازشیں کرتا تھا اور انہیں زدوکوب کرتا تھا۔ اب آسمان کی روحیں اس کی روح اور جسم دونوں کو اٹھا لے گئیں۔''

لیکن اکیلے میں اس نے منلیک کو سنجیدگی سے سمجھایا۔ ''تو نے اپنے بیٹوں کو اطاعت کرنا نہیں سکھایا۔ اس کی کوشش یہ تھی کہ میری برابری کرے، اس لیے دوسروں کی طرح میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ رہ گیا تو تو میں نے یہ عہد کیا ہے کہ تجھے ہرگز ہلاک نہ کروں گا، اس لیے آ اس قصے کو ختم کریں۔''[2]

گوبی کی قبائلی لڑائیاں بہرحال کسی طرح ختم ہونے کو نہ آتی تھیں۔ بڑے بڑے قبیلے بھیڑوں کی طرح لڑتے، ایک دوسرے کا پیچھا کرتے، اور ایک دوسرے کا شکار کھیلتے۔ اگرچہ مغلوں کا شمار ابھی تک کمزور قوموں میں تھا مگر اب ایک لاکھ خیمے خان کے جھنڈے تلے جمع تھے۔ چالاکی سے وہ ان کی حفاظت کرتا، اپنی خوفناک شجاعت سے وہ اپنے جنگجوؤں کی ہمت بڑھاتا۔ بجائے چند خاندانوں کے اب ایک پوری قوم کی حفاظت کا بوجھ اس کے کندھوں پر تھا۔ اب وہ راتوں کو آرام کی نیند سوتا۔ اس کے ریوڑ، جن میں خان کے خراج کے جانور بھی شامل تھے، اطمینان سے بڑھتے چلے جاتے تھے۔ اب اس کی عمر تیس سال سے زیادہ تھی۔ اس کی قوت اپنے پورے عروج پر تھی۔ اس کے بیٹے اس کے ساتھ سواری کرتے اور ادھر ادھر اپنے لیے بیویاں ڈھونڈتے، جیسے وہ خود ایک زمانے میں یسوکائی کے ساتھ

Marfat.com

میدانوں کا سفر کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنا ورثہ اپنے دشمنوں سے چھینا تھا اور وہ اس پر اڑا ہوا تھا کہ اس ورثے پر قابض رہے۔

لیکن اس کے ذہن میں ایک اور بات بھی تھی۔ ایک تجویز تھی جو پوری طرح مکمل نہ ہونے پائی تھی۔ ایک آرزو تھی جس کا پوری طرح اظہار نہ ہوا تھا۔

ایک دن اس نے اپنے مشیروں کی مجلس کے سامنے بیان کیا۔ ''ہمارے بزرگوں نے ہم سے ہمیشہ یہی کہا کہ الگ الگ طرح کے دل اور دماغ ایک ہی جسم میں جمع نہیں ہو سکتے، مگر میرا ارادہ ہے کہ میں یہ بھی کر دکھاؤں۔ میں اپنی حکومت اپنے ہمسایوں پر بھی پھیلاؤں گا۔''

اپنے ''زہریلے جنگجوؤں'' کو قبیلوں کی ایک برادری میں ڈھالنا، پرانا کینہ رکھنے والے دشمنوں پر اپنی حکومت جمانا ــــ یہ اس کا ارادہ تھا اور بڑے صبر و استقلال سے اس نے اس مقصد کی تکمیل کی کوشش شروع کی۔

○

Marfat.com

پانچواں باب

جب کوہ چیتہ پر پرچم لہرایا

ہمیں یہاں ان لڑائیوں سے غرض نہیں، جن میں خانہ بدوش قبائل تاتاری اور مغل، مکریت اور قرایت، نائیان اور ایغوران مشغول تھے اور جو مرتفع چراگاہوں کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ختا کی دیوار عظیم سے لے کر مغرب میں وسط ایشیاء کی دور دراز پہاڑیوں تک لڑی جاتی رہیں۔ بارہویں صدی عیسوی ختم ہو رہی تھی اور تموچن اس کام کو پورا کرنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ قبیلوں کی ایک برادری بنانا، جو اس کے بزرگوں کے قول کے مطابق ناممکن تھا۔ صرف اس طرح یہ کام پورا ہو سکتا تھا کہ ایک قبیلہ اور سب قبیلوں کا سردار بن جائے۔

قوم قرایت جن کے شہر قافلوں کی اس شاہراہ پر تھے جو ختا کے شمالی دروازوں سے مغرب کی طرف جاتی تھی، ایک طرح سے توازن قوت کے حامل تھے۔ طغرل کے پاس، جسے پریسٹر جان بھی کہتے ہیں، تموچن اس لیے گیا کہ اس کے سامنے باہمی معاہدہ کی تجویز پیش کرے۔ مغل اب اتنے طاقتور ہو گئے تھے کہ ایسی تجویز پیش کرنا اس کے لیے مناسب تھا۔

''اے میرے باپ بغیر تیری مدد کے میں دشمنوں کی چھیڑ سے محفوظ ہو کے زندہ نہیں رہ سکتا اور تو مجھ سے پکی دوستی کیے بغیر امن سے گزر کر سکتا ہے۔ تیرے دغا باز بھائی بند

Marfat.com

تیرے علاقے پر حملہ کر کے چراگاہوں کو آپس میں بانٹ لیں گے۔ تیرا بیٹا ابھی تو اتنا عقلمند نہیں کہ یہ سمجھ سکے، لیکن اگر تیرے دشمنوں نے غلبہ پالیا تو اس کو طاقت اور جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ ہم دونوں کے لیے اپنی حکومت قائم رکھنے اور جان سلامت رکھنے کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم ایسی دوستی اور یگانگت پر قائم رہیں جسے کوئی نہ توڑ سکے۔ اگر میں تیرا بیٹا بن جاؤں تو ہم دونوں کے لیے اس معاملے کا فیصلہ ہو جائے۔''

تموچن کو تو اس کا حق پہنچتا ہی تھا کہ وہ عمر رسیدہ خان سے اس کی درخواست کرے کہ وہ اسے متبنیٰ بنا لے۔ پریسٹر جان نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ وہ بوڑھا تھا اور اس نوجوان مغل کو بہت چاہتا تھا۔

اس معاہدے پر تموچن ثابت قدم رہا۔ جب قراتیوں کو، ان کے شہروں اور ان کی زمینوں سے مغرب کے قبیلوں نے جو بیشتر بدھ مت والے یا مسلمان تھے، اور عیسائی اور شامان پرست قرایت سے تعصب برتتے تھے، نکال باہر کیا تو اس مغل سردار نے اپنے ان اُمڈتے ہوئے دھاروں کو شکست خوردہ سردار کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

اور امتحاناً بوڑھے قرایت کے حلیف کی حیثیت سے اس نے سیاست کی مشق بھی شروع کی۔

اس کے خیال میں یہ موقع بڑا اچھا تھا چین کی دیوار عظیم کے اس پار ختا[3] کا شہنشاہ قدس سوتے میں ذرا چونکا اور اسے جھیل بویر نور کے تاتاری یاد آ گئے، جنھوں نے اس کی سرحدوں پر کچھ چھیڑ خانی کی تھی۔ اس نے اعلان کیا کہ وہ بنفسِ نفیس دیوار کے اس پار بہت بڑے پیمانے پر فوج کشی کرے گا اور خطا کار اہلِ قبائل کو سزا دے گا۔ اس اعلان سے اس کی اپنی رعایا میں بڑا خوف پیدا ہوا۔ بالآخر ایک بڑے افسر کو ایک چینی فوج کے ساتھ تاتاریوں کے مقابلے کے لیے بھیجا گیا، لیکن حسبِ معمول تاتاری بلا زخم کھائے، بلا شکست کھائے، پیچھے ہٹ کے تتر بتر ہو گئے۔ ختا کی فوج جو زیادہ تر پیدل تھی خانہ بدوشوں کو نہ پا سکی۔

Marfat.com

اس کی اطلاع تموچن کو ملی اور جتنی تیزی سے مار مار کے ٹٹوؤں کو بھگایا جا سکتا تھا کہ اس کا پیغام میدانوں کے اس پار پہنچ جائے، اتنی ہی تیزی سے تموچن نے کام کیا۔ اس نے اپنے سارے قبیلے والوں کو جمع کیا اور پریسٹر جان کو یہ پیغام بھیجا کہ تاتاریوں ہی کا قبیلہ وہ ہے جس نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا۔ قرایت نے لبیک کہا اور دونوں کے متحدہ لشکروں نے تاتاریوں پر حملہ کیا جو پیچھے اس وجہ سے نہ ہٹ سکتے تھے کہ ان کے عقب میں ختا کی فوجیں تھیں۔

اب جو جنگ ہوئی۔ اس میں تاتاریوں کی طاقت کا خاتمہ ہو گیا۔ مختلف فتح مند قبیلوں کے ہاتھ بہت سے قیدی لگے اور ختا کی حملہ آور فوج کے سپہ سالار کو یہ دعویٰ کرنے کا موقع مل گیا کہ فتح کا سہرا اسی کے سر ہے اور اس نے یہی دعویٰ کیا۔ اس نے پریسٹر جان کو اونگ خان (خانوں کا سردار) اور تموچن کو "باغیوں کا دشمن سالار" کا لقب دیا---- اس ساری عزت افزائی میں ختائی سپہ سالار کو کچھ زیادہ خرچ نہیں کرنا پڑا۔ اس نے صرف ایک چاندی کا جھولا، سنہرے کے ساتھ تحفہ بھجوا دیا۔ جنگ آزمودہ مغل کو یہ لقب اور یہ تحفہ دونوں بڑے عجیب معلوم ہوئے ہوں گے، بہرحال یہ جھولا تو شاید پہلا جھولا تھا جو ان بنجر علاقوں میں کسی نے دیکھا اور یہ خان کے خیمے میں کئی روز تک منظرِ عام پر رکھا رہا۔

"قیات کی صفوں میں نئے نئے جنگجو شریک ہوتے گئے۔ تموچن اپنے بیٹوں کو جبی نویان (تیر شہزادے) کے ساتھ شہسواری کرتا دیکھتا۔ جبی نویان کو سموری جوتے اور روپہلی زرہ پہنے پہنے پھرنے کا بڑا شوق تھا۔ یہ دونوں چیزیں اس نے ایک آوارہ گرد ختائی سے لوٹی تھیں۔ جبی نویان کو اس وقت تک چین نہ آتا جب تک وہ خود اور اس کے پیچھے پیچھے ساتھیوں کا ایک دستہ دور تک سواری کرتا ہوا نہ نکل جاتا۔ وہ تموچن کے بڑے بیٹے جوجی کا بڑا اچھا اتالیق تھا۔ اس جوجی کا نسب مبہم تھا۔ وہ ہمیشہ سوچتا رہتا، کھنچا کھنچا سا رہتا، لیکن طبیعتاً اس قدر دلیر تھا کہ خان اس سے بہت خوش تھا۔

Marfat.com

یہ بارہویں صدی کے ختم کا زمانہ تھا۔ تموچن اپنے گھرانے کے لوگوں کو ان دریاؤں کے کنارے شکار کے لیے لے گیا تھا، جو قرات کی زمینوں سے قریب تھے۔ شکار میں نرغے کے لیے سواروں کا حلقہ دور دور تک پھیل گیا تھا۔ انہوں نے نرغے میں بہت سے بارہ سنگھے، ہرن اور دوسرے چھوٹے موٹے جانور گھیر لیے تھے اور پھر وہ حلقے کو تنگ کرتے گئے اور اپنی کڑی خمدار کمانوں سے شکار کھیلتے رہے۔ یہاں تک کہ چکنی چکنی چٹانوں کے درمیان آخری جانور تک شکار ہو گیا۔ مغلوں کا شکار تضیع اوقات نہ ہوتا تھا۔

دور سبز پوش میدان میں خیمہ پوش کبت کاؤں اور اونٹ گاڑیوں میں شکاریوں کا انتظار ہو رہا تھا جیسے ہی شکاری آئے، بیل کھول دیئے گئے۔ ''یورتوں'' اور خیموں کی میخیں گاڑ دی گئیں اور ڈھانچوں پر سمور چڑھا دیا گیا۔ جا بجا آگ جلائی گئی۔

شکار کا بہت سا حصہ طغرل کے لیے، جو اب اونگ خان تھا، محفوظ رکھا جاتا تھا۔ قرایت مغلوں سے ذرا زیادتی کرتے تھے۔ ایسی لوٹ جو دراصل تموچن کے آدمیوں کا حصہ تھی اونگ خاں کے آدمیوں نے چھین لی اور مغل سردار نے اسے برداشت کر لیا۔

قرایت کے علاقے میں اس کے دشمن بہت تھے۔ مثلاً بورچیچن کی اولاد جو اسے خان کے منصب سے معزول کرنا چاہتی تھی اور قرایت سرداروں کی نظروں سے گرانا چاہتی تھی۔ اسی لیے وہ اپنے منہ بولے باپ کے پاس جا رہا تھا۔ دونوں میں یہ عہد تھا کہ اگر ان کے درمیان باہم کوئی اختلاف پیدا ہو تو ایک دوسرے کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں۔ بلکہ دونوں مل کے آپس میں اطمینان سے بات چیت کریں تاکہ دونوں کو اصل حقیقت کا علم ہو جائے۔

تموچن نے تلخ تجربے سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جب اونگ خان مر جائے گا تو پھر سے آپس میں جنگ ہو گی، لیکن قرایت میں جنگجوؤں کے ایسے جتھے بھی تھے جو اس کے حامی تھے، مثلاً جو دستہ اونگ خان کی جان کی حفاظت کے لیے معمور تھا، اسے مغل

Marfat.com

خان کے دشمنوں نے بہت اکسایا تھا کہ اسے گرفتار کر لے۔ مگر اس دستہ سے انکار کر دیا۔ مغلوں کے پاس شادیوں کے پیام بھی بھیجے گئے تھے۔ سردار خاندان سے قرایتوں نے جوجی کے لیے ایک دلہن بھی انتخاب کر لی تھی۔

لیکن تموچن اپنے ہی خیمہ گاہ میں رہا۔ ہوشیاری سے قرایت کے اردوؤں سے دور اور اس کے سپاہی ہراول میں آگے آگے یہ دیکھنے گئے کہ راستہ محفوظ ہے یا نہیں۔ اس کے سوار تو واپس نہ لوٹے۔ لیکن رات کو گھوڑے چرانے والے دو چرواہے قرایت کی خبر لے کے آئے اور یہ خبر ناخوش آئند بھی تھی اور نامبارک بھی۔

مغرب میں اس کے جو دشمن تھے، جیسے چالاک جاموقہ، جری مکریتوں کا سردار توقا بیگ اور تموچن کے اپنے چچا--- انہوں نے اس کا کام تمام کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ انہوں نے جاموقہ کو گور خان منتخب کر لیا تھا۔ انہوں نے بوڑھے اور پس و پیش کرنے والے اونگ خاں کو اس پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی طاقت سے ان کی مدد کرے۔ جیسا کہ تموچن کو شک تھا، شادی کی گفت و شنید محض ایک بہانہ، ایک چال تھی۔

اس کی سیاسی کوشش ناکام ہو گئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کوشش یہ تھی کہ قرایت کو مغربی ترکوں کے ساتھ جنگ میں مصروف رکھے اور مشرق میں خواہ اپنی طاقت بڑھائے اور اونگ خان سے اس وقت تک معاہدہ اور پیمان رکھے، جب تک اس کے اپنے مشرقی قبیلے اتنے طاقتور نہ ہو جائیں کہ برابری سے قرایت کا مقابلہ کر سکیں۔ اس کی حکمتِ عملی غلط نہ تھی۔ لیکن جو چال اس نے چلی تھی اس کا توڑ اس سے زیادہ چالاکی سے اور اب دغا سے کیا گیا تھا۔

دونوں چرواہوں نے اس سے بیان کیا کہ قرایت اس کے خیمہ و خرگاہ کے بہت قریب آ گئے ہیں اور ان کا ارادہ رات کو شب خون مارنے اور تیروں سے اسے اس کے اپنے خیمے میں ہلاک کر دینے کا ہے۔

Marfat.com

صورتِ حال بڑی ہی تشویشناک تھی، کیونکہ قرایت کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور تموچن پر لازم تھا کہ جہاں تک ہو سکے اپنے جنگجو ساتھیوں کے گھرانوں کی حفاظت کرے۔ اس کے پاس اس وقت چھ ہزار ــــ بعض روایتوں کے لحاظ سے تین ہزار سے بھی کم ــــ مسلح آدمی تھے، لیکن اسے اطلاع مل گئی تھی اور اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا۔

اس نے اپنے یورت کے محافظوں کو ساری خیمہ گاہ میں ادھر ادھر بھیجا کہ سوتے ہوؤں کو جگائیں، سرداروں کو خبردار کریں اور چرواہوں کو باہر دوڑا دیں۔ ریوڑ باہر نکال دیئے گئے کہ صبح ہوتے ہی دور دور بھگا دیئے جائیں اور منتشر کر دیئے جائیں۔ اس کے سوا ان کو بچانے کی کوئی اور صورت نہ تھی۔ گھوڑے تو ہمیشہ پاس ہی رہتے تھے، اردو والے فوراً ان پر سوار ہو گئے اور ہلکی اونٹ گاڑیوں پر سامان کے صندوق لادے گئے اور عورتوں کو سوار کرایا گیا۔ بلا بحث و فریاد اپنے اصلی خیمہ گاہوں کی طرف واپسی کا طول طویل سفر شروع ہوا۔

اس نے یورتوں اور بڑی بڑی گاڑیوں کو ویسے ہی کھڑا رہنے دیا۔ کچھ آدمیوں کو اچھے گھوڑوں کے ساتھ پیچھے چھوڑا کہ وہ آگ جلائے رکھیں۔ پسپائی میں وہ خود اپنے چیدہ چیدہ افسروں اور منتخب اہلِ قبیلہ کے ساتھ سب سے آہستہ سفر کرتا رہا تا کہ تعاقب کرنے والوں کا مقابلہ کر سکے۔ اب اس کا کوئی موقع نہ تھا کہ اس طوفان سے نجات پائی جائے جو تاریکی کے پردے میں اس قدر قریب نمودار ہو رہا تھا۔

وہ کوئی آٹھ یا نو میل گئے ہوں گے کہ پہاڑیوں کا ایک ایسا سلسلہ آیا، جہاں اس کا موقع تھا کہ اگر اس کے آدمی منتشر ہوں تو انہیں سایہ اور پناہ مل سکے۔ ایک ندی پار کر کے، ایک تنگ سے درے میں اس نے اپنے سواروں کو ٹھہرایا تا کہ گھوڑے تھکن سے بالکل چور نہ ہو جائیں۔

اس دوران میں قرایت صبح کے تڑکے سے پہلے ہی اس کے خالی خیمہ میں گھس آئے تھے۔ خان کے سفید سمور کے خیمے کو انہوں نے تیروں سے چھلنی کر دیا، تب کہیں انہیں اندازہ

Marfat.com

ہوا کہ اس جگہ کیسی خاموشی سی طاری ہے اور نہ ریوڑوں کا پتا ہے اور نہ پرچم کا، تھوڑی دیر کے لیے گڑبڑ میں وہ ٹھہر گئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ آگ جا بجا خوب جل رہی تھی۔ انہیں یہ شبہ ہوا کہ مغل اپنی یورتوں میں ہوں گے اور جب ان کو سمجھ میں یہ آیا کہ خیمے خالی ہیں اور مغل سب کچھ پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ قالین اور برتن یہاں تک کہ خالی زین اور دودھ کی تھیلیاں تو انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ مغل خوف کے مارے بے ترتیبی سے بھاگ گئے ہیں۔

مشرق کی طرف جانے والوں کے نشان اتنے واضح تھے کہ اندھیرے میں بھی نہ چھپ سکتے تھے۔ قرایت قبیلوں نے فوراً ان کا تعاقب شروع کر دیا۔ گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا کے صبح ہوتے ہوتے وہ پہاڑیوں کے دامن میں پہنچ گئے، اور ان کے پیچھے گرد کا بادل سا اٹھتا رہا۔ تموچن نے ان کو آتے دیکھا اور یہ بھی دیکھ لیا کہ اس تیز سرپٹ دوڑ میں ان کی صفیں بہت پھیل گئی تھیں۔ قبیلے منتشر ہو گئے تھے اور جو اچھے گھوڑے تھے وہ سست گھوڑوں کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل آئے تھے۔

گھاٹی میں مزید انتظار کیے بغیر اس نے اپنے جنگجوؤں کو تنگ صفوں میں آراستہ کر کے باہر نکالا۔ ان کے گھوڑے آرام کر کے تازہ دم ہو چکے تھے۔ انہوں نے ندی پار کر کے قرایتوں کے ہراول کو درہم برہم کر دیا اور لہلہاتی ہوئی چراگاہوں کے اس پار قرایت کے اردو کے پیچھے ہٹنے کا راستہ روک دیا۔ اسی اثنا میں اونگ خان اور اس کے سردار بھی آ گئے۔ قرایت کی نئے سرے سے ترتیب اور تنظیم ہوئی اور مکمل نیست و نابود کرنے کی ہولناک جنگ شروع ہوئی۔

تموچن اس سے پہلے کبھی ایسی آفت میں نہ گھرا تھا۔ اس وقت اسے اپنے امڈتے دھاروں کی ذاتی شجاعت کی پوری پوری ضرورت پیش آئی۔ اس کے اپنے خاندانی قبیلوں کے استقلال اور ارت اور منکوت قبیلوں کے بھاری مسلح سواروں سے بھی اسے بڑی مدد ملی۔ اس کے لشکر کی تعداد اتنی کم تھی کہ یہ اس کے لیے ممکن نہ تھا کہ سامنے سے حملہ کرے۔ وہ مجبور

Marfat.com

تھا کہ زمین کے نشیب و فراز سے جتنا فائدہ اٹھا سکے اٹھا لے، اور یہ مغلوں کے لیے آخری موقع آسرا تھا۔ جب شام ہوئی اور معلوم ہوتا تھا کہ شکست مقدر ہو چکی ہے تو اس نے اپنے ایک منہ بولے بھائی گلدار کو جو اس کا علم بردار تھا اور منکوت قبیلوں کا سردار تھا یہ حکم دیا کہ وہ قرایت کی صفوں کا چکر کاٹ کے ان کے پیچھے بائیں جانب کی ایک پہاڑی پر قبضہ کر لے اور اس پر قبضہ جمائے رکھے اور اس پہاڑی کا نام چیتہ تھا۔

تھکے ماندے گلدار نے جواب دیا۔ ''اے خان، میرے بھائی، میں اپنے سب سے اچھے گھوڑے پر سوار ہوں گا، اور جو میرا مقابلہ کرنے آئیں گے ان کی صفوں کو چیر کر گزر جاؤں گا۔ میں تیرا یاک کی دموں والا پرچم چیتہ پر نصب کر دوں گا۔ میں تجھے اپنی بہادری دکھاؤں گا اور اگر میں مارا گیا تو میرے بچوں کو پال پوس لینا۔ میرے لیے سب برابر ہے کہ میرا خاتمہ کب ہوگا۔''

یہ چکر کاٹ کے بڑھنے کی ترکیب مغلوں کی پسندیدہ جنگی چال تھی، اس کو وہ ''تولغمہ'' یا پرچم کی یورش کہتے تھے، جس سے وہ دشمن کی ایک جانب سے ہوتے ہوئے اس کے عقب میں پہنچ جاتے تھے۔ اب تموچن کے قبیلے بری طرح پٹ چکے تھے۔ قرایت اس کی صفوں میں گھسے چلے آ رہے تھے اور یہ ترکیب جان پر کھیل کے مقابلے کی آخری کوشش تھی، لیکن قوی ہیکل گلدار اس پہاڑی پر پہنچ ہی گیا۔ وہاں پرچم نصب کیا اور اس پہاڑی پر ڈٹا رہا۔ اس کی وجہ سے قرایت رکے رہے۔ خاص طور پر اس لیے کہ اونگ خان کا بیٹا چہرے پر ایک تیر کھا کے زخمی ہو گیا تھا۔

جب آفتاب غروب ہوا تو میدان سے مغل نہیں بلکہ قرایت ذرا ہٹ گئے تھے۔ تموچن نے صرف اتنی دیر انتظار کیا کہ گلدار حفاظت سے واپس پہنچ جائے اور زخمی بہادر اکٹھے ہو جائیں۔ زخمیوں میں اس کے دو بیٹے بھی شامل تھے۔ زخمی سردار دشمن سے چھینے ہوئے گھوڑوں پر واپس آ رہے تھے اور کبھی کبھی تو ایک ایک گھوڑے پر دو دو آدمی۔ پھر وہ

Marfat.com

مشرق کی طرف بھاگ نکلا اور قرایت نے دوسرے دن پھر سے تعاقب شروع کیا۔

یہ تموچن کی سب سے زیادہ کٹھن لڑائی تھی اور اس میں اسے شکست ہوئی، لیکن اس نے اپنے قبیلے والوں کے بنیادی عناصر کو سلامت رکھا۔ خود زندہ بچا رہا اور اپنے اردو کو محفوظ رکھا۔

اونگ خاں نے کہا۔ ''ہم نے ایک ایسے آدمی سے جنگ کی، جس سے ہمیں ہرگز لڑائی مول نہ لینی چاہیے تھی۔''

مغل داستانوں میں اب بھی یہ واقعہ دہرا دہرا کے بیان کیا جاتا ہے کہ گلدار نے کیونکر چیتہ پر پرچم لہرایا۔

طول طویل پسپائی میں، اس بنجر زمین کا تقاضا یہ تھا کہ یہ جنگجو جو ابھی ''اپنے زخم چاٹ رہے تھے۔'' اپنے تھکے ماندے گھوڑوں پر پھر شکار کے لیے ایک حلقے میں پھیل جائیں، تاکہ بارہ سنگھے اور ہرن اور جو کچھ اپنے تیروں سے مار سکیں، مار لیں۔ یہ شکار کا شوق نہ تھا، کسی نہ کسی طرح اردو کے لیے غذا فراہم کرنی تھی۔

O

Marfat.com

چھٹا باب

پریسٹر جان (طغرل اونگ خان) کی موت

قوم قرایت کی فتح کا فوری نتیجہ یہ تھا کہ تموچن کا محاذ طاقت پکڑ گیا۔ خانہ بدوشوں کے سرداروں کا ہمیشہ یہ رجحان ہوتا کہ بڑھتی ہوئی طاقت کا ساتھ دیں۔ اس سے ان کی اپنی حفاظت بھی ہوتی اور زیادہ دولت پیدا کرنے کا موقع ملتا۔

غصے کے عالم میں مغل نے اونگ خان کو ملامت کی۔

"اے خان، اے میرے باپ، جب دشمن تیرا پیچھا کر رہے تھے تو کیا میں نے چار بہادروں کو تیری مدد کے لیے نہ بھیجا؟ تو میرے پاس اندھے گھوڑے پر سوار آیا، تیرے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور ایک بھیڑ کے گوشت کے سوا تیرے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ کیا میں نے افراط سے بھیڑیں اور گھوڑے تیری نذر نہیں کیے۔

گزرے دنوں میں تیرے آدمیوں نے لڑائی کی لوٹ کا وہ سامان اپنے پاس رکھ لیا جو قاعدے کے لحاظ سے میرا تھا۔ پھر یہ سب سامان تیرے دشمنوں نے تجھ سے چھین لیا۔ میرے بہادروں نے پھر سے اس سامان پر قبضہ کر کے اسے تیرے حوالے کیا۔ پھر دریائے قراسو کے کنارے ہم دونوں نے قسم کھائی کہ ہم پھوٹ ڈالنے والوں کی چغلیوں کو نہیں سنیں گے، بلکہ کوئی بات ہوگی تو اس کے متعلق مل کر آپس میں بات چیت کر لیں گے۔ میں نے یہ کبھی نہیں کہا۔ مجھے کم حصہ ملا ہے، مجھے زیادہ ملنا چاہیے۔

Marfat.com

جب بیل گاڑی کا ایک پہیا ٹوٹ جاتا ہے تو بیل آگے نہیں بڑھ پاتے۔ کیا میں تیرے کبت کا ایک پہیا نہیں؟ تو مجھ سے کس لیے ناراض ہے؟ تو مجھ پر کیوں حملہ کر رہا ہے۔''

اس پیغام میں ایک طرح کی حقارت بھی نظر آتی ہے۔ یہ ملامت ایک ایسے آدمی کو کی گئی تھی جو خود پس و پیش کے عالم میں ہو اور یہ اچھی طرح نہ سمجھ سکتا ہو کہ وہ آخر چاہتا کیا ہے ــــ طغرل ایک اندھے گھوڑے پر سواری کیا کرتا تھا۔

غیر متزلزل ارادے کے ساتھ تموچن نے ان حالات میں جو کچھ وہ کر سکتا تھا کیا۔ قریب کے قبیلوں کو قاصد دوڑائے۔ بہت جلد اس کے اپنے علاقے کے خسان اور ان کے ہمسائے مغل سردار کی سفید گھوڑے کی چمڑے والی مسند کے دائیں بائیں آ کے دوزانو ہو گئے۔ ان کے لانبے لانبے بادے مرصع کمر بندوں سے بندھے ہوئے تھے۔ ان کے پیتل جیسے چہرے جن پر شکنیں پڑی ہوئی تھیں، یورت کی آگ کے دھوئیں میں آگے کی طرف نمایاں گھور رہے تھے۔ یہ خانوں کی قرولتائی (مجلسِ مشاورت) تھی۔

بورچیچن یا بھوری آنکھوں والوں میں سے ہر ایک نے باری باری بات کی۔ ان میں سے کئی تموچن کے ہاتھوں شکست کھا چکے تھے۔ بعض کی تجویز یہ تھی کہ قرایت کی اطاعت کر لی جائے اور اونگ خان اور اس کے بیٹے کو آقا مان لیا جائے۔ جو زیادہ بہادر تھے انہوں نے جنگ کا نعرہ لگایا اور تموچن کو آقا بنانے کی تجویز کی۔ اس دوسری تجویز کو قبول کیا گیا۔

جب تموچن نے سرداری کا عصا قبول کیا تو ساتھ ہی اعلان کیا کہ سب قبیلوں میں اس کے حکم کی تعمیل ہو اور اسے حق ہوگا کہ جس کو مناسب سمجھے سزا دے۔ ''شروع سے میں تم سے کہتا آیا ہوں کہ تین دریاؤں کے درمیان کی زمینوں کا ایک آقا ہونا چاہیے۔ یہ پہلے تمہاری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اب جب کہ تمہیں یہ ڈر ہے کہ اونگ خان تم سے بھی وہی سلوک کرے گا جو اس نے مجھ سے کیا ہے تو تم نے مجھے اپنا سردار انتخاب کیا ہے۔ میں نے تمہیں قیدی،

Marfat.com

عورتیں، یورت اور ریوڑ عطا کیے ہیں۔ اب میں تمہارے لیے زمینوں اور اپنے آباؤ اجداد کے بنائے ہوئے قاعدوں کی حفاظت کروں گا۔"

جاڑوں میں گوبی کا سارا علاقہ دو حریف جماعتوں میں بٹ گیا۔ جھیل بیکال کے مشرق میں رہنے والے لوگ مغربی حلیفوں کے مقابلے کے لیے کمر بستہ ہونے لگے اس مرتبہ تموچن میدان میں پہلے آیا۔ وادیوں میں برف پگھلنے سے پہلے اپنے نئے حلیفوں کے ساتھ چپ چاپ اس نے اونگ خان کے خیمہ و خرگاہ کی جانب پیش قدمی شروع کی۔

داستان میں ان خانہ بدوشوں کی چالاکی کی بڑی دلچسپ جھلک نظر آتی ہے۔ تموچن نے دشمنوں کی صفوں میں پہلے ایک مغل کو بھیجا کہ وہ تموچن کی بدسلوکی کی شکایت کرے اور یہ اطلاع دے کہ مغلوں کا لشکر ابھی خیمہ گاہ سے بہت فاصلے پر ہے۔ قرایت نے جو ایسے زیادہ زود یقین نہ تھے، کئی سواروں کو اس مغل جنگجو کے ساتھ بھیجا کہ ادھر ادھر کھوج لگا کر دیکھیں کہ واقعہ کیا ہے۔

اکیلا مغل جنگجو جوان لوگوں کے ساتھ تھا اور جس کی نظر بڑی چوکنی تھی اس نے قرایت کی خیمہ گاہ کے پاس ہی تموچن کے قبیلوں کا پرچم اس ٹیلے کی دوسری جانب دیکھا، جس پر ادھر سے وہ خود بڑھ چڑھ رہے تھے۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے نگران بڑے اچھے گھوڑوں پر سوار ہیں اور اگر کہیں انہوں نے پرچم کو دیکھ لیا تو اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا کے صاف بچ کے نکل جائیں گے، اس لیے وہ گھوڑے سے اتر پڑا اور اپنے گھوڑے کو دیکھنا شروع کیا۔ جب ان لوگوں نے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ تو اس نے کہا۔

"ایک سم میں پتھر آ گیا ہے۔"

جتنی دیر زیرک مغل نے اپنے گھوڑے کے سم سے فرضی پتھر نکالنے میں لگائی، اتنی دیر میں تموچن کا ہراول ٹیلے کی چوٹی پر پہنچ گیا اور قرایت کو قید کر لیا۔ اونگ خاں کی خیمہ گاہ پر حملہ شروع ہوا اور بڑی تلخ لڑائی چھڑ گئی۔

Marfat.com

شام ہوتے ہوتے قرایت کو شکست ہوئی۔ اونگ خاں اور اس کا بیٹا دونوں زخمی ہو کے بھاگ نکلے۔ تموچن اپنے گھوڑے پر سوار مفتوح خیمہ گاہ میں داخل ہوا اور قرایت کی دولت اپنے آدمیوں کے حوالے کی۔ گھوڑوں کی زینیں جن پر رنگین ریشم اور سرخ نرم چمڑا بچھا ہوا تھا، پتلی بڑی اچھی صیقل کی ہوئی تلواریں، چاندی کی رکابیاں اور ساغر۔ یہ چیزیں اس کے اپنے کام کی نہ تھیں۔ اونگ خان کا خیمہ جس کا استر زرین اطلس کا تھا اس نے پورے کا پورا ان دو چرواہوں کو بخش دیا، جنہوں نے اس پہلی رات کو وہ چپتہ کے قریب اسے قرایت کی یورش کی اطلاع دی تھی۔

پھر اس نے قرایت لشکر کے قلب کو گھیر لیا۔ اور ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ہتھیار ڈال دیں تو ان کی جان بخشی کی جائے گی۔ ''جس طرح تم اپنے آقا کی ملازمت میں لڑے، بہادروں کے شایانِ شان تھا۔ اب تم میرے آدمی بنو، اور میرے لشکر میں شامل ہو جاؤ۔''

باقی ماندہ قرایت اس کے پرچم تلے آ گئے اور اس نے ان کے شہر قراتورم کی طرف پیش قدمی کی جو صحرا میں واقع تھا۔

کچھ عرصے بعد اس کا رشتہ کا بھائی جاقومہ بھی پکڑ لیا گیا اور اس کے سامنے لایا گیا۔

تموچن نے اس سے پوچھا۔ ''تجھے کس طرح کے سلوک کی توقع ہے؟''

بلا پس و پیش کے جاقومہ نے جواب دیا۔ ''وہی سلوک جو میں تیرے ساتھ کرتا، اگر میں نے تجھے گرفتار کیا ہوتا۔ آہستہ آہستہ عذاب کی موت۔''

اس کا مطلب تھا عذاب کی وہ موت جو چین کے لوگ اس طرح دیا کرتے تھے کہ یکے بعد دیگرے جسم کے سب اعضاء کاٹ ڈالتے۔ پہلے دن چھنگلیا کا ایک پور کاٹتے اور اس کے بعد روزانہ ایک ایک جوڑ کے حساب سے اعضاء کاٹ ڈالتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بور چیچن کی اولاد میں جرأت کی کمی نہ تھی۔ تموچن نے بہرحال اپنی قوم کی رسم کی پابندی کی۔ جس کے لحاظ سے کسی عالی نسب سردار کا خون بہانے کی ممانعت تھی۔ اس نے حکم دیا کہ

Marfat.com

جاقومہ کوریشم کے پھندے سے پھانسی دی جائے یا بھاری سموروں کے درمیان دبا دیا جائے تا کہ دم گھٹ کے مر جائے۔

اونگ خان جو اس لڑائی میں اپنی مرضی کے خلاف شریک ہوا تھا۔ ناامیدی کے عالم میں اپنے علاقے سے باہر بھاگ نکلا اور ایک ترک قبیلے کے دو جنگجوؤں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ داستان بیان کرتی ہے کہ اس کا کاسۂ سر چاندی سے مرصع کیا گیا اور اس سردار کے خیمے میں بڑی عزت سے رکھا گیا۔ اس کا بیٹا بھی اسی حالت میں مارا گیا۔

کوئی اور خانہ بدوش سردار ہوتا تو اس فتح کے بعد مطمئن ہو جاتا۔ خانہ بدوشوں کی فتح کا انجام ہمیشہ یہ ہوتا تھا کہ مال غنیمت لوٹ کر جمع کر لیا گیا، پھر بیکاری یا بیزاری، پھر آپس کے جھگڑے اور آوارہ گردوں کے درمیان اٹکل پچو سلطنت کی تقسیم۔

لیکن تموچن کی تعمیر دوسری طرح کے عناصر سے ہوئی تھی۔ اب اس کی سلطنت کا مرکز قرایت کا علاقہ تھا جو زمین کی کاشت کرتے تھے اور شہروں کی تعمیر کرتے تھے۔ ان کے شہر گارے اور پھونس کے ہی سہی مگر یہ مستقل اقامت کے مقامات تھے۔ اس نے پوری کوشش کی کہ قرایت کو اسی طرح آباد اور خوش رکھے اور پھر ذرا بھی توقف کیے بغیر اس نے اپنے لشکروں کو نئی فتوحات کے لیے آگے بڑھایا۔

اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: ''کام کی خوبی یہ ہے کہ اسے اتمام کو پہنچایا جائے۔''

گوبی پر قبضہ کرانے والی جنگ کے بعد تین سال کے اندر اندر اس کے آزمودہ کار سوار مغربی ترکوں اور نائمانوں اور ایغوروں کی وادیوں میں گھس آئے۔ ان لوگوں کا تمدن اعلیٰ پیمانے کا تھا۔ وہ اونگ خان کے دشمن تھے اور اس کا امکان تھا کہ تموچن کے مقابلے کے لیے وہ باہم اکٹھے ہو جاتے، لیکن تموچن نے یہ اندازہ کرنے کا موقع ہی نہ دیا کہ ان پر کیا مصیبت پڑنے والی ہے۔ شمال کے سفید برف پوش پہاڑوں کے سلسلے سے لے کر جنوب میں دیوار چین کی پوری لمبائی تک، بیش بالیغ اور ختن کے پرانے شہروں کے درمیان اس کے

Marfat.com

افسر گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے پھرتے۔

یہاں مارکو پولو نے تموچن کے متعلق ایک فقرہ لکھا ہے:

''جب وہ کوئی صوبہ فتح کرتا تو وہاں کے باشندوں یا ان کی جائداد کو نقصان نہ پہنچاتا، صرف یہ کرتا کہ ان کے درمیان اپنے کچھ لوگوں کو آباد کر دیتا اور باقی کو ساتھ لے کے اور صوبوں کو فتح کرنے کے لیے آگے بڑھ جاتا۔ جب مفتوحوں کو اس کا اندازہ ہو جاتا کہ وہ ان کی حفاظت کتنی اچھی طرح کرتا ہے اور انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا تو ان کو پتا چلتا کہ وہ کیسا شریف سردار ہے۔ دل و جان سے وہ اس کے ساتھ ہو جاتے اور وفاداری سے اس کی خدمت کرتے اور جب اس نے اتنا جمِ غفیر اکٹھا کر لیا جو معلوم ہوتا تھا کہ ٹڈی دل کی طرح ساری دنیا پر چھا جائے گا، تب اس نے دنیا کے بہت بڑے حصے کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔''

دراصل اس کے پرانے دشمن کے نصیب اتنے اچھے نہ تھے۔ جب وہ کسی دشمن قبیلے کی جنگی طاقت توڑ چکتا تو یہ مغل حکمران خاندان کے تمام آدمیوں کا تعاقب کرتا اور انہیں موت کے گھاٹ اتارتا۔ دشمن قبیلے کے لڑنے والے مرد وفادار قبیلوں میں لڑائی کے لیے تقسیم کر دیئے جاتے۔ جو عورتیں زیادہ حسین ہوتیں وہ جنگجوؤں کی بیویاں بنالی جاتیں، باقی عورتیں لونڈیاں بنائی جاتیں۔ مغل مائیں آوارہ گرد بچوں کو پال لیتیں اور شکست خوردہ قبیلے کی چراگاہیں اور اس کے ریوڑ نئے مالکوں کے تصرف میں آجاتے۔

ابھی تک تموچن کی زندگی کی تشکیل اس کے دشمنوں نے کی تھی۔ مصیبت نے اس کے جسم کو طاقت بخشی تھی۔ اسے بھیڑیوں کی سی فراست عطا کی تھی کہ وہ جبلی طور پر بالکل ٹھیک عمل کرتا۔ اب وہ اتنا طاقتور ہو گیا تھا کہ اپنی مرضی کے مطابق فتوحات کا سلسلہ شروع کرے۔ اور ان لوگوں کی شکست کے بعد جو ہتھیاروں سے اس کا مقابلہ کرتے وہ باقی ماندہ لوگوں سے مہربانی کا سلوک کرتا۔[4]

اب وہ دنیا کے نئے علاقوں میں داخل ہو رہا تھا، جہاں سے بڑے پرانے پرانے

Marfat.com

قافلوں کے راستے گزرتے تھے اور جہاں وسط ایشیاء کے شہر آباد تھے۔ اس کے دل میں بڑا تجسس پیدا ہوا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے قیدیوں میں بہت سے ایسے بلند و بالا اور خوش پوش آدمی ہیں جو سپاہی نہیں۔ اسے پتا چلا کہ یہ عالم و فاضل ہیں۔ ان میں بعض ہیئت و نجوم کے ماہر ہیں۔ بعض طبیب ہیں جو ریوند چینی اور جڑی بوٹیوں کے استعمال کا ہنر جانتے ہیں اور عورتوں کی بیماریوں کا علاج کر سکتے ہیں۔

اس کے پاس ایک ایغوری شخص لایا گیا جو ایک شکست خوردہ سردار کی ملازمت کر چکا تھا اور وہ اب بھی سونے کے ایک عجیب زیور کو بڑی حفاظت سے اپنے پنجے میں لیے ہوئے تھا۔

مغل نے اس سے پوچھا۔ ''تو اس طرح زیور کی حفاظت کیوں کرتا ہے؟''

اس شخص نے جو شکست خوردہ سردار کا وفادار اور وزیر تھا، جواب دیا۔ ''میں چاہتا ہوں کہ جب تک وہ زندہ ہے جس نے یہ میرے سپرد کیا ہے۔ میں اس کی حفاظت کرتا رہوں۔''

خان نے اقبال کیا۔ ''تو وفادار نوکر ہے مگر وہ تو مر چکا اور اس کی ساری زمین، ساری ملکیت اب میرے قبضے میں ہے۔ مجھے بتا کہ زیور کس چیز کا نشان ہے اور کس کام کا ہے؟''

''جب میرا آقا چاندی یا غلہ اکٹھا کرتا تو یہ کام اپنی رعایا میں سے کسی کو تفویض کرتا۔ اس مہر سے اس کے احکامات پر نشان لگایا جاتا تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ درحقیقت شاہی فرمان ہے۔''

تموچن نے حکم دیا کہ اس کے لیے بھی فوراً ایک مہر بنائی جائے، اور سبز جیڈ کی ایک مہر تیار کی گئی۔ اس نے قیدی ایغور کو معاف کر دیا۔ اپنے دربار میں اسے عہدہ دیا اور حکم دیا کہ اس کے لڑکوں کو ایغوری زبان میں لکھنا پڑھنا سکھائے۔ ایغوری دراصل ایک طرح کی شامی زبان تھی جو غالباً کسی زمانے میں نسطوری راہبوں نے اس علاقے میں سکھائی ہوگی۔ اب یہ

Marfat.com

راہب مرکھپ چکے تھے۔

لیکن سب سے بڑا انعام اس کے بہادروں کو ملا، جنہوں نے کسی شدید مصیبت میں خان کی مدد کی تھی۔ انہیں ترخان کا لقب دیا گیا اور اس کا مرتبہ اوروں سے اونچا قرار دیا گیا۔ انہیں اس کی اجازت تھی کہ بے تکلف جب چاہیں شاہی شامیانے میں چلے آئیں۔ ہر جنگ میں لوٹ کے حصوں میں ان کا حق تھا کہ پہلے جو حصہ وہ چاہیں لے لیں اور انہیں ہر طرح کے خراج سے معافی دی گئی تھی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان کی کوئی خطا خطا نہ سمجھی جاتی تھی۔ موت کی سزا ان کو نو مرتبہ معاف تھی۔ جو زمینیں وہ چاہتے انہیں بخش دی جاتیں اور نو پشتوں تک ان کی اولاد کو بھی یہی حقوق بخشے گئے۔

اس کے خانہ بدوشوں کی بڑی آرزو یہی تھی کہ ترخانوں میں سے کسی کی نوکری کریں۔ فتوحات اور تین سال تک نئے علاقوں میں تگ و تاز نے ان کے حوصلے بڑھا دیئے تھے۔ صرف مغل خان کا ڈر ایک حد تک انہیں روکے رکھتا۔

لیکن اس فاتح کی شخصیت کے اطراف سارے ایشیاء کے بگڑے دل جمع تھے۔ سارے ترک اور مغل جنگجو جو سمندر اور طیان شان کے سلسلہ کوہ کے درمیان رہتے تھے اور طیان شان کے پہاڑوں میں قراختائی کے علاقے پر کوشلوک کی حکومت تھی۔ کچھ عرصے کے لیے قبیلوں کی باہمی رقابتیں بھلائی جا چکی تھیں۔ شیطان پرست، شامان بدھ مت والے، مسلمان، نسطوری عیسائی سب بھائیوں کی طرح بیٹھے حالات کا انتظار کر رہے تھے۔

اس وقت جو پیش آ جاتا عجب نہ تھا۔ جو پیش آیا یہ تھا کہ مغل خان اپنے آباؤ اجداد کی حدود سے بہت اونچا ہو کر اٹھا اور سربلند ہوا۔ اس نے خانوں کی مجلسِ مشاورت یا قرولتائی طلب کی کہ وہ ایشیائے بلند کی تمام قوموں پر حکومت کرنے کے لیے ایک فردِ واحد، ایک شہنشاہ کا انتخاب کریں۔

Marfat.com

اس نے انہیں سمجھایا کہ وہ اپنوں میں سے ایک ایسے آدمی کا انتخاب کریں جس کی حکومت اور سب پر مسلم ہو۔ قدرتی طور پر گذشتہ تین سال کے واقعات کے بعد قرولتائی نے تموچن ہی کا انتخاب کیا۔ اس کے علاوہ قرولتائی نے یہ بھی طے کیا کہ اسے ایک موزوں خطاب دیا جائے۔ مجلس میں ایک پیشین گوئی کرنے والا بھی تھا جو آگے بڑھا اور جس نے اعلان کیا کہ اس کا نام چنگیز خان ہوگا۔ چنگیز خان، سرداروں کا سردار، سارے عالم کا شہنشاہ۔

مجلس خوش تھی۔ خانوں کے متفقہ اصرار پر تموچن نے یہ نیا خطاب قبول کر لیا۔

○

Marfat.com

ساتواں باب

یاسا

یہ قورلتائی 1206ء میں منعقد ہوئی اور اسی سال اس چینی عہدہ دار نے جو مغربی سرحدوں کا نگہبان تھا اور جس کا فرض یہ تھا کہ دیوار چین کے باہر کے وحشیوں پر نظر رکھے اور ان سے خراج وصول کرے، یہ اطلاع لکھی کہ دور دراز کی ریاستوں میں کامل امن ہے۔ جب سے ترک اور مغل قوموں نے چنگیز خان کو اپنا مالک منتخب کیا تھا کئی صدیوں کے بعد پہلی بار انہیں متحد ہونے کا موقع ملا تھا۔

جوشِ عقیدت میں وہ یہ سمجھنے لگے تھے کہ چنگیز خان فی الحقیقت بوگدو تھا۔ بوگدو دیوتاؤں کا بھیجا ہوا ہوتا تھا اور اعلیٰ آسمان کی ساری قوت اس کی عطا ہوتی تھی، لیکن محض جوش و خروش، ان قانون سے ناآشنا لشکروں کی روک تھام کے لیے کافی نہ تھا۔ بہت عرصے سے وہ ان قبائلی رسموں کے پابند رہے تھے اور رسوم میں اتنا ہی اختلاف ہوتا ہے جتنا انسانی طبائع میں۔

ان کی روک تھام کے لیے چنگیز خان کے پاس اپنے مغلوں کا فوجی نظام تو تھا ہی، اور اب ان مغلوں میں سے زیادہ تر بڑے کارآزمودہ دیرینہ سپاہی بن چکے تھے۔ لیکن اس نے یہ اعلان کیا کہ ان پر حکومت کرنے کے لیے اس نے یاسا کو وضع کیا ہے۔ یہ یاسا اس کے قوانین کا مجموعہ تھا، جن میں سے بعض اس نے خود وضع کیے تھے اور بعض کارآمد قبائلی

Marfat.com

رسوم تھے۔

اس نے یہ واضح کر دیا کہ چوری اور زنا اسے خاص طور نا پسند ہیں اور ان کی سزا موت ہے۔ اگر کوئی کسی کا گھوڑا چرا لے تو اس چوری کی سزا موت ہے۔ اس نے کہا کہ اسے یہ سن کر غصہ آتا ہے کہ بیٹا اپنے والدین کی یا چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی نافرمانی کرے، شوہر اپنی بیوی پر اعتبار نہ کرے، یا بیوی شوہر کی فرمانبرداری نہ کرے، امیر غریبوں کی مدد نہ کریں، یا کمتر درجے کے لوگ سرداروں کی عزت نہ کریں۔

نشہ مغلوں کی بڑی خاص علت تھی، اس کے متعلق اس نے کہا۔ ''جو آدمی نشہ پئے ہوتا ہے اس کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے کسی نے سر پر چوٹ کھائی ہو۔ عقل اور ہنر اس کا ساتھ نہیں دیتے۔ مہینے میں صرف تین مرتبہ نشہ سے مدہوش ہونے کی اجازت ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ مدہوشی پیدا ہی نہ ہونے پائے لیکن نشہ سے قطعی پرہیز کون کر سکتا ہے؟''

مغلوں کی ایک اور کمزوری یہ تھی کہ وہ رعد سے ڈرتے تھے۔ گوبی کے سخت طوفانوں میں اس خوف سے وہ اس درجہ مرعوب ہو جاتے کہ جھیلوں اور دریاؤں میں ڈوب جاتے تاکہ آسمانوں کے قہر سے محفوظ رہ سکیں ...... کم سے کم فرار و بری کولیس جیسے محترم مسافر نے یہی لکھا ہے۔ یاسا میں نہانے کی ممانعت تھی۔ رعد و برق کے طوفان میں پانی کو چھونا بھی منع تھا۔

وہ خود بہت مغضوب الغضب تھا لیکن چنگیز خان نے اپنے ساتھیوں کو اسی غیظ و غضب کی عام عادت سے محروم کر دیا۔ یاسا نے مغلوں پر آپس میں لڑائی جھگڑا حرام کر دیا۔ ایک اور بڑا اہم اور اٹل نکتہ یہ تھا کہ اس کے سوا اور کوئی بھی چنگیز خان نہیں ہو سکتا۔ اس کا نام اور اس کے بیٹوں کے نام یا تو سنہرے حرفوں میں لکھے جاتے یا پھر ان کا لکھنا ممنوع تھا۔ اس نئے شہنشاہ کی رعایا آسانی سے اس کا نام زبان پر نہ لاتی۔

وہ خود دینِ فطرت کا پابند تھا اور اس کی پرورش گوبی کے شکستہ حال، چالاک شامانوں

Marfat.com

کی صحبت میں ہوئی تھی، اس لیے اس کا قانون مذہبی معاملات میں نرم تھا۔ دوسرے فرقوں کے امام، پیرو، مسجدوں کے مؤذن عام الزاموں سے بری سمجھے جاتے تھے۔ مغل خیمہ وخرگاہ کے پیچھے پیچھے رنگ برنگ کے پجاری جوق در جوق چلے جاتے ---- زرد پوش اور سرخ پوش آوارہ گرد لاما چکر دار مالا جپتے ہوئے اور بقول فراری وبری کولیس "رنگین لبادے پہنے جن میں وہ عیسائیوں کے اصل شیطان سے مشابہ معلوم ہوتے تھے۔" مارکوپولو کا بیان ہے کہ ہر لڑائی سے پہلے چنگیز خان نجومیوں سے فال نکلواتا۔ مسلمان نجومیوں کی پیشین گوئی کوئی تسلی بخش نہیں نکلی، لیکن نسطوری عیسائی زیادہ کامیاب رہے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ ان کے پاس دو چھڑیاں ہوتیں جن پر دونوں حریف سرداروں کے نام نقش ہوتے۔ زبور کا ورد کیا جاتا اور یہ چھڑیاں ایک دوسری پر گر پڑتیں۔ چنگیز خان نجومیوں کی سن تو لیتا ---- اور معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانے میں ایک ختائی نجومی کے انتباہوں پر اسے بہت اعتقاد تھا ---- لیکن وہ اپنے کسی منصوبے سے ان نجومیوں کی پیشین گوئی کی وجہ سے کبھی نہیں پلٹا۔

یاسا میں جاسوسی، اغلام، جھوٹی گواہی اور کالے جادو کی بڑی سادہ سزا تجویز کی گئی تھی۔ یہ سزا سزائے موت تھی۔

یاسا کا پہلا قانون قابلِ غور ہے۔ "حکم دیا جاتا ہے کہ سارے انسان ایک خدا پر یقین کریں، جو زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے، جو اکیلا امیری یا غریبی، زندگی یا موت اپنی مرضی کے مطابق عطا کرتا ہے، جس کی طاقت اور حکومت ہر شے اور ہر شخص پر کامل اور مکمل ہے۔" یہ ابتدائی نسطوری عیسائیوں کی تعلیمات کی صدائے بازگشت معلوم ہوتی ہے۔ چنگیز خان یہ نہیں چاہتا تھا کہ اپنی رعایا کے درمیان کہیں خطِ امتیاز کھینچے یا فرقہ وارانہ مخالفت کی دبی ہوئی چنگاریوں کو ہوا دے۔

ماہرِ نفسیات یہ بتائے گا کہ یاسا کے تین مقاصد تھے چنگیز خان کی اطاعت، خانہ بدوش قبیلوں میں اتحاد واتفاق اور غلطیوں کی سخت سزا۔ یاسا کا تعلق انسانوں سے تھا،

Marfat.com

جائیدادوں سے نہیں اور کوئی آدمی اس وقت تک خطا کار نہ سمجھا جاتا تھا، جب تک کہ وہ خود اقبال نہ کرے یا جرم کرتا ہوا پکڑا نہ جائے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان پڑھ مغلوں میں انسان کی زبان کو بہت دقیع سمجھا جاتا تھا۔

زیادہ تر یہی ہوتا تھا کہ جب کسی خانہ بدوش پر کسی جرم کا الزام لگایا جاتا تو اگر وہ سچ مچ مجرم ہوتا تو اقبال کر لیتا۔ ایسی بھی مثالیں ملتی ہیں کہ بعض مجرم خود خان کے پاس آئے اور سزا پانے کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔

خان کی زندگی کے آخری زمانے میں اس کی اطاعت کامل اور قطعی طور پر واجب تھی۔ اگر کوئی معمولی سا قاصد فرمان لے کے پہنچتا تو دربار سے ہزار میل کے فاصلے پر کسی فوج کا سپہ سالار خان کے حکم کی تعمیل میں فوراً اپنے عہدے سے دستبردار ہو جاتا۔

فربہ اندام پادری کارپینی لکھتا ہے۔ ''دوسری قوموں کے مقابل وہ اپنے سرداروں کے بڑے فرمانبردار ہیں۔ ان کی بڑی تعظیم کرتے ہیں اور کبھی لفظاً یا عملاً انہیں دھوکا نہیں دیتے۔ آپس میں وہ شاذونادر ہی لڑتے ہیں اور جھگڑے، زخم خوری یا قتل کی وارداتیں شاذ و نادر ہی پیش آتی ہیں۔ کہیں چور اور ڈاکو نہیں، اس لیے ان کے مکان اور ان کے چھکڑے جن میں ان کا سارا سامان اور مال و دولت رہتا ہے، کھلے پڑے رہتے ہیں۔ کبھی بند یا مقفل نہیں کیے جاتے۔ ان کے ریوڑوں میں سے کوئی جانور اگر کہیں بھٹک جاتا ہے تو اسے پانے والا اسے ان افسروں کے پاس چھوڑ جاتا ہے، جن کے ذمے گم شدہ جانوروں کی حفاظت ہے۔ آپس میں ایک دوسرے سے وہ اخلاق سے ملتے ہیں اور اگرچہ کھانے پینے کی چیزیں کم ہیں، مگر وہ کھانے پینے میں ایک دوسرے کو اکثر شریک کرتے رہتے ہیں۔ تکلیف میں وہ بڑا صبر و استقلال دکھاتے ہیں اور ایک دو دن کا فاقہ ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح گاتے بجاتے رہتے ہیں۔ سفر میں گرمی یا سردی برداشت کر لیتے ہیں اور شکایت نہیں کرتے۔ آپس میں لڑتے بہت کم ہیں اور اگرچہ نشے کے بہت شوقین ہیں، نشے کے عالم میں بھی

Marfat.com

نہیں جھگڑتے۔''

(اس پر یورپ کے اس مسافر کو معلوم ہوتا ہے کہ کافی حیرت تھی۔)

''ان کے نزدیک نشہ بڑی عزت کی چیز ہے۔ جب کوئی بہت پی جاتا ہے تو قے کر کے پھر سے پینے لگتا ہے۔ دوسری قوموں سے وہ بہت غرور اور نخوت سے پیش آتے ہیں اور دوسرے آدمی خواہ کتنے ہی معزز کیوں نہ ہوں، انہیں وہ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، کیونکہ ہم نے دربار میں روس کے بڑے ڈیوک کو، شاہ جرجستھان کے شہزادے کو، بہت سے سلطانوں اور دوسرے بہت سے معززین کو دیکھا جن کی کوئی عزت یا حرمت نہیں کی جاتی تھی، یہاں تک کہ وہ تاتاری جوان کی خدمت گزاری پر مامور تھے، کتنے ہی کم مرتبہ سہی ان عالی نسب قیدیوں سے زیادہ رتبے کے مستحق سمجھے جاتے تھے اور دربار میں ان کے مقابلے میں زیادہ اچھی نشستیں ملتی تھیں۔

دوسری قوموں سے وہ خشم و نخوت سے پیش آتے ہیں اور ناقابلِ یقین حد تک دغابازی کر گزرتے ہیں جو دغا یا فریب کرنا ہوتا ہے وہ اسے بڑی ہوشیاری سے چھپاتے ہیں کہ اس سے کوئی بچاؤ نہ کر پائے۔ دوسری قوموں کا قتلِ عام ان کے نزدیک کوئی بات ہی نہیں ہوتی۔''

''ایک دوسرے کی امداد---- اور دوسری قوموں کو نیست و نابود کرنا'' یہ یاسا کی صدائے بازگشت ہے۔ یہ اہلِ قبائل جو لڑائی کے بھوکے، اور پرانی رقابتوں کے زخم خوردہ تھے۔ صرف ایک ہی طریقے پر متحد رکھے جا سکتے تھے۔ اگر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو بہت جلد وہ باہمی خانہ جنگی اور تباہ کاری کا پرانا کھیل کھیلنا شروع کر دیتے اور لوٹ اور چراگاہوں کے لیے آپس میں لڑنا شروع کر دیتے۔ سرخ بالوں والے خان نے بادِ تند کی کاشت کی تھی اور طوفان کی فصل پک کر تیار ہو رہی تھی۔

اس کا اسے احساس تھا۔ اس کے بعد کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اس کا خوب احساس تھا۔ وہ خانہ بدوشوں میں پلا بڑھا تھا اور جانتا تھا کہ ایک دوسرے کا گلا کاٹنے سے

Marfat.com

اگر ان خانہ بدوشوں کو روکنا ہے تو اس کی یہی ایک صورت ہے کہ انہیں اور کہیں جنگ میں الجھا کر رکھا جائے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ طوفان پر اپنی لگام اور زین کسے، اور اسے گوبی سے باہر دوڑا لے جائے۔

داستان اس کی اس زمانے کی تصویر کی ہمیں ایک جھلک دکھاتی ہے، جب کہ قرولتائی کا طویل جشن ختم نہ ہونے پایا تھا۔ دولن بلداق، یعنی اس پہاڑ کے دامن میں، جس کا سایہ اس کی پیدائشی سرزمین پر پڑتا ہے، اپنے نو یاکوں کی دموں والے مانوس پرچم کے تلے کھڑے ہو کے اس نے بورچیچن اور اپنے حلیف سرداروں کو یوں مخاطب کیا:

''یہ لوگ جو مستقبل میں راحت اور مصیبت میں میرا ساتھ دیں گے، جن کی وفاداری آئینے کی طرح صاف وشفاف ہے، ان سب کو میں مغلوں کا لقب دیتا ہوں میری تمنا ہے کہ یہ اس دنیا کے تمام جانداروں سے زیادہ طاقتور ہوں اور سب پر حکومت کریں۔''

اسے وہ قوتِ تخیل عطا ہوئی تھی کہ وہ اس بے لگام مجمع کو ایک منظم اور متحد لشکر بنتا دیکھ سکتا تھا۔ عقلمند اور پراسرار ایغور، تنومند قرایت، جفاکش پکا مغل، جو بجور تاتاری، جری مرکیت، برفانی آبادیوں کے خاموش اور بڑی قوتِ برداشت رکھنے والے باشندے، شکاری ایشیائے بلند کے تمام شہسوار سب ایک واحد عظیم الشان قبیلہ میں مجتمع ہو رہے تھے جس کا وہ خود سردار تھا۔

اس سے پہلے بھی کچھ عرصے کے لیے وہ ہی انگ نو بادشاہوں کی سرکردگی میں متحد ہوئے تھے، اور چین میں قتل و غارت مچائی تھی، یہاں تک کہ ان کی روک کے لیے چین کی دیوارِ عظیم تعمیر کی گئی۔ چنگیز خان میں وہ قوتِ بیان بھی تھی کہ جوان کے دیرینہ جذبات کو متحرک کر سکے۔ اور اسے اپنی صلاحیت پر کامل اعتماد تھا کہ وہ ان کی قیادت کر سکے گا۔

اس نے ان کی آنکھوں کو نامعلوم سرزمینوں کی فتح کا خواب دکھایا، اور خود انتہائی جفاکشی سے اس نئے لشکر کی توسیع و تنظیم کی۔ اس نے یاسا کا حوالہ دیا۔

Marfat.com

جنگجو پر حرام تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کا ساتھ چھوڑ دے۔ دس سپاہیوں کا ایک چھوٹا سا ابتدائی گروہ ہوتا تھا۔ اس دس کے گروہ پر یہ حرام تھا کہ وہ اپنوں میں سے کسی کو زخمی چھوڑ کے آگے بڑھ جائیں۔ اسی طرح لشکر کے ہر سپاہی پر اس وقت تک پیچھے ہٹنا یا بھاگنا حرام تھا، جب تک کہ پرچم لڑائی کے میدان سے ہٹا نہ لیا جائے۔ اس وقت تک لڑائی کو چھوڑ کے لوٹ، کھسوٹ کرنا منع تھا جب تک کہ کمان کرنے والا افسر اس کی اجازت نہ دے۔

(سپاہیوں میں لوٹنے کی جو جبلی خواہش تھی، اس کے مدِ نظر اس کی اجازت تھی کہ افسر مانے یا نہ مانے لوٹ میں انہیں جو کچھ مل جائے وہ ان کی اپنی ملکیت ہو جاتی تھی)

پادری کارپینی جو مشاہدے میں تیز تھا اس کی مستند گواہی دیتا ہے کہ ''چنگیز خان نے یاسا کے اس حصہ پر پابندی سے عمل کرایا۔ وہ کہتا ہے کہ مغل اس وقت تک میدانِ جنگ سے نہ ہٹتے جب تک کہ ان کا پرچم بلند رہتا۔ اگر گرفتار ہو جاتے تو کبھی پناہ نہ مانگتے اور کسی دشمن کو زندہ نہ چھوڑتے۔''

یہ لشکر اب قبیلوں کا بے ترتیب مجمع نہ تھا۔ رومتہ الکبریٰ کے عسکر کی طرح اس کی تنظیم اور ترتیب مستقل تھی۔ دس دس کی وحدتیں، دس ہزار کے تومانوں پر مبنی ہوتیں۔ ایک تومان سوار فوج کا مکتفی دستہ سمجھا جاتا۔ فوجوں کے سردار ارخان تھے، جو خان کے سپہ سالار تھے۔ ان کی جملہ تعداد گیارہ تھی اور ان میں سوبدائی بہادر شامل تھا، جس نے کبھی کسی غلطی کا ارتکاب نہ کیا، ان میں کہن سال اور تجربہ کار مقولی بہادر بھی تھا اور آتشیں جی نویان بھی۔

لشکر کے ہتھیار ۔۔۔۔۔ یا کم از کم نیزے، وزنی زرہیں اور ڈھالیں ۔۔۔۔۔ بعض افسروں کے زیرِ نگرانی اسلحہ خانہ میں رکھے رہتے، جہاں ان کی حفاظت اور صفائی کا اہتمام ہوتا اور جب کسی حملے کے لیے جنگجوؤں کو طلب کیا جاتا تو ان میں یہ ہتھیار تقسیم کیے جاتے۔ سپاہی انہیں پہن کے صف آرا ہوتے اور ارخان ان کا معائنہ کرتے۔ عقلمند مغل یہ نہ چاہتا تھا کہ کئی لاکھ آدمی آزاد اور پوری طرح سے مسلح ایک لاکھ مربع میل کے میدانی اور پہاڑی علاقے

Marfat.com

میں پھیلے رہیں۔

اپنے لشکر کی طاقت اور توجہ ہٹانے کے لیے یاسا کا حکم تھا کہ موسم سرما میں ----- پہلی سخت برف باری، اور بہار میں گھاس کی پتیوں کی پہلی نمود کے درمیان ---- بڑے پیمانے پہ شکار ہوا کرے، اور بارہ سنگوں، ہرنوں اور بادپا گورخروں کا پیچھا کیا جائے۔

اس نے اعلان کیا کہ بہار میں قرولتائی کے جشن ہوں گے اور تمام اعلیٰ افسروں سے توقع تھی کہ وہ ضرور شریک ہوں گے۔ ''جو میرے احکام سننے کے لیے میرے پاس نہ آئے گا اور اپنے رقبے میں ہی رہے گا، اس کی حالت اس پتھر کی سی ہوگی جو گہرے پانی میں پھینک دیا جائے یا اس تیر کی سی ہوگی جو لمبی لمبی گھاس میں چلایا جائے ----- وہ لاپتا ہو جائے گا۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ چنگیز خان نے آباؤ اجداد کی روایات سے بہت کچھ سیکھا تھا اور مروّجہ رسوم سے اس نے بہت فائدہ اٹھایا، لیکن ایک مستقل فوجی تنظیم کی حیثیت سے لشکر کی تشکیل اس کا اپنا کارنامہ تھی۔ اس پر یاسا کا راج تھا۔ اٹل قوت اور طاقت کے چابک سے اسے یکجا کیا گیا تھا اور یکجا رکھا گیا۔ اب چنگیز خان کے ہاتھ میں ایک نئی طرح کی جنگی طاقت تھی۔ بھاری منظم مسلح سوار فوج جو ہر طرح کی زمین پر بہت تیزی سے حرکت کر سکتی تھی۔ اس کے دور سے پہلے ایرانیوں اور پارتھیوں کے پاس بھی شاید اتنی ہی کثیر سوار فوج تھی، لیکن تیر اندازی، وحشیانہ جرأت اور نیست و نابود کر دینے کے ہنر میں وہ مغلوں کے ہمسر نہ تھے۔

یہ لشکر ایک ایسا ہتھیار تھا کہ اگر اسے ٹھیک طرح پر استعمال کیا جائے اور اس کی حسبِ ضرورت روک تھام کی جائے تو اس سے بہت بڑے پیمانے پر تباہی اور بربادی پھیلائی جا سکتی تھی۔ اور اس نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ اسے دیوارِ چین کے اس پار ختا کی قدیم اور بے بدل سلطنت کے خلاف استعمال کیا جائے۔

○

Marfat.com

آٹھواں باب

ختا

دیوارِ چین کے اس پار کے حالات ایشیائے بلند کے حالات سے بہت مختلف تھے۔ یہاں کا تمدن پانچ ہزار سال پرانا تھا۔ یہاں کے بعض کتبے اور تحریریں تیس صدیاں پیشتر لکھی گئی تھیں۔ یہاں جو انسان رہتے وہ اپنی زندگی گیان دھیان میں بھی گزارتے اور حرب و ضرب میں بھی۔

ایک زمانہ ایسا تھا کہ ان لوگوں کے آباؤ اجداد بھی خانہ بدوش سوار تھے اور تیر اندازی میں مشاق تھے، لیکن تین ہزار سال سے انہوں نے ہجرت اور خانہ بدوشی ترک کر رکھی تھی۔ انہوں نے اپنے رہنے کے لیے شہر بنائے تھے۔ تین ہزار سال کے عرصے میں بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ ان کی آبادی میں بڑا اضافہ ہو گیا تھا اور جب انسانوں کی آبادی پھیلتی اور ہجوم بہت بڑھ جاتا ہے تو وہ ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہنے کے لیے دیواریں بناتے ہیں اور اپنی آبادی کو مختلف طبقوں میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

گوبی کے برعکس، جو لوگ چین کی دیوارِ عظیم کے پیچھے رہتے تھے، ان میں غلام اور کسان بھی تھے۔ عالم و فاضل، سپاہی اور فقیر بھی۔ اور عمال، امراء اور ملوک بھی۔ ان کا ایک شہنشاہ ہوا کرتا تھا جسے وہ تی ان تسی (فرزندِ آسمان) مانتے۔ اس کا دربار گویا ''ابرِ آسمان'' ہوتا۔

Marfat.com

1210ء میں، جو بارہ جانوروں کی جنتری کے مطابق بھیڑ کا سال تھا، چین کے شہنشاہی تخت پر فن یا کن یا چن (خاندانِ زریں) متمکن تھا۔ دربار کا پایہ تخت ین کنگ تھا۔ یہ مقام اس جگہ سے قریب ہے۔ جہاں اب پیکن آباد ہے۔

ملک ختا (چین) کی حالت ایک معمر خاتون کی سی ہے جو بڑے سلیقے اور بڑی شان کا لباس پہنے، گیان دھیان میں محو ہو۔ جس کے اطراف میں بہت سے بچے جمع ہوں، لیکن بچوں کی نگہداشت نہ ہوسکتی ہو۔ چین کی بیداری اور خواب کے اوقات مقرر تھے۔ اس معمر خاتون کی سواری خادموں کی ہمراہی میں گاڑی پر نکلتی اور مردوں کی لوح مزار سے دعائیں مانگتی۔

اس کا ملبوس رنگ برنگ کے کچے ریشم کا تھا---- حالانکہ اس کے غلام سوتی کپڑے پہنے ننگے پاؤں دوڑتے پھرتے۔ اس کے اعلیٰ افسروں کے سر پر خدام چھتریاں لیے پھرتے۔ مکانوں کی چوکھٹوں کے اندر، شیطانوں سے بچنے کے لیے پردے کھڑے ہوتے۔ یہاں سر جھکا کے رسوم کی پابندی کی جاتی اور ساری توجہ اس پر کی جاتی کہ روزمرہ کی عادات واطوار میں کمال شائستگی کیسے پیدا کیا جائے۔

وحشی قبائل شمال سے آیا کرتے تھے۔ اہلِ ختا خود شمال سے آئے تھے اور قن تو صرف سو سال پہلے آئے تھے۔ لیکن آنے کے بعد وہ دیوارِ چین کی آبادی کے جمِ غفیر میں گھل مل گئے تھے۔ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد ان سب نے اہلِ ختا کے عادات واطوار اختیار کر لیے تھے۔ ویسے ہی کپڑے پہننے لگے تھے اور انہیں رسموں کی پابندی کرنے لگے تھے۔

ختا کے شہروں میں تفریح کرنے کے لیے جھیلیں بنی ہوئی تھیں، جن پر کشتیوں میں سوار ہو کے لوگ چاول کی شراب پیتے اور عورتوں کے ہاتھ میں بجتی ہوئی چاندی کی گھنٹیوں کا خوش آئند نغمہ سنتے۔ کبھی کبھی ان کی کشتیاں کسی کھپریلوں کی چھت والے پیگوڈے کے نیچے سے ہو کر گزرتیں اور وہ مندر کے گجر کی آواز سنتے۔

Marfat.com

وہ بھولے ہوئے زمانے کی، بانس کے کاغذ پر لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور تانگ خاندان کے عہدِ زریں کی طویل طویل ضیافتوں میں ان پر بحثیں کرتے۔ وہ فن کے لوگ تھے۔ ایک خاندان کے پیرو اور اس کی رعایا، تخت نشین بادشاہ کے چاکر۔ وہ روایات کے محکوم تھے اور روایات کی تعلیم یہ تھی کہ سب سے بڑا فرض خاندانِ شاہی کی اطاعت ہے حالانکہ استاد کوانگ (کنفوشس) کے زمانے میں ایک آدھ بار ایسا بھی ہوا تھا کہ ایک بار شہنشاہ ایک طوائف کو اپنے ساتھ سواری میں بٹھا کر نکلا اور اس کے پیچھے کی سواری پر یہ بزرگ تھا تو لوگ کہنے لگے۔ ''دیکھو ہوس آگے آگے ہے اور نیکی پیچھے۔''

کوئی آوارہ مزاج شاعر، شراب کے نشے میں چور دریا پر چاندنی رات کا حسن دیکھنے جاتا اور نشے کے عالم میں دریا میں گر کے ڈوب جاتا، تب بھی وہ بڑے اعلیٰ پایہ کا شاعر سمجھا جاتا۔ جستجوئے کمال میں بڑی محنت اور بڑا وقت درکار ہے، لیکن وقت کی ختائیں کوئی خاص قیمت نہ تھی۔

مصور کے لیے یہ کافی تھا کہ ریشم پر ذرا سا رنگ بکھیر کے کسی شاخ پر چڑیا کی تصویر یا برف پوش پہاڑیوں کی تصویر بنا دے۔ یہ محض تفصیل ہوتی لیکن مکمل تفصیل۔ ستارہ شناس اپنی چھت پر پیتل کے گولے اور مزدے لیے بیٹھا ستارے کی گردش کا حساب لکھتا جاتا، یہاں تک کہ رجز خواں یا جنگ کا مغنی بھی غور و فکر کا پابند تھا۔

''اب خاموش دیوار سے چڑیا تک کے چہچہانے کی آواز نہ آتی---- رات کا سناٹا چھایا تھا اور رات کی تاریکی میں مردوں کی روحیں، ادھر ادھر آوارہ پھرتی ہیں۔ ڈوبتا ہوا چاند گرتی ہوئی برف پر جگمگاتا ہے۔ فصیلوں کے نیچے خندقوں میں خون جم گیا ہے اور مردوں کی داڑھیوں پر برف جم گئی ہے۔ ہر تیر چلایا جا چکا ہے، ہر کمان کی زہ ٹوٹ چکی ہے۔ جنگی رہوار کی طاقت سلب ہو چکی ہے۔ اس طرح پان لی کا شہر دشمن کے قبضے میں آیا ہے۔''

اس طرح مطرب موت کا نقشہ ایک تصویر کی طرح دیکھتا اور پیش کرتا اور تقدیر پر راضی

Marfat.com

برضا ہو جاتا جو ختا کی میراث تھی۔

ان کے پاس جنگی مشینیں بھی تھیں، ایسے پرانے اور بیکار رن کے رتھ جنہیں بیس بیس گھوڑے کھینچتے، منجنیق، ایسی کڑی کمانیں جنہیں دس آدمی مشکل سے کھینچ پاتے۔ بعض منجنیقیں اتنی بڑی بڑی تھیں کہ دو سو آدمیوں کو ان کی بڑی بری رسیاں کھینچنی پڑتیں۔ ان کے پاس "اڑتی ہوئی آگ" بھی تھی اور ایسی آگ بھی جو بانس کے اندر بھر کے بارود کی طرح اڑائی جاتی۔

ختا میں لڑائی ایک ہنر تھا اور یہ ان دنوں سے جب سے کہ مسلح دستے اور لڑائی کے رتھ ایشیاء کے صحراؤں میں نبرد آزمائی کی مشق کرتے اور فوج کی خیمہ گاہ میں ایک مندر محض اس لیے ایستادہ کیا جاتا کہ سپہ سالار اس میں تن تنہا اپنی جنگی تجویزوں پر غور و خوض کر سکے۔ کوانتی لڑائی کا دیوتا تھا اور اسے پیروؤں کی کمی نہ تھی۔ ختا کی اصلی طاقت اس کی آبادی کے تربیت یافتہ بے شمار باشندوں اور انسانی جانوں کے اس بے پناہ اور بے انتہا وسیع ذخیرے میں مضمر تھی۔ رہ گئی ختا کی کمزوری، تو اس کے متعلق سترہ صدیاں پہلے ختا کے ایک سپہ سالار نے یوں تنبیہہ کی تھی۔

"کوئی بادشاہ اگر اپنی فوج پر اس طرح حکومت کرے جیسے وہ اپنی سلطنت پر حکومت کرتا ہے تو وہ اپنی فوج کو تباہ کر دے گا، کیونکہ وہ فوج کے اندرونی حالات سے اور ان حالات سے جن کا فوج کو مقابلہ کرنا ہوتا ہے، بے خبر ہوتا ہے۔ اس طرح فوج لنگڑی ہو جاتی ہے اور سپاہیوں میں بے چینی پھیلتی ہے۔

اور جب فوج میں بے چینی اور بے اعتباری ہو تو افراتفری مچ جاتی ہے۔ اور فتح ہاتھ سے چھن جاتی ہے۔"

ختا کی اصل کمزوری اس کا شہنشاہ تھا جو خود ین کنگ میں رہا کرتا اور اس کے سپہ سالار فوجوں کی سرداری کرتے۔ اس کے برعکس دیوار پار کے خانہ بدوشوں کی طاقت کا راز ان

Marfat.com

کے خان کی جنگی جبلت تھی جو بنفسِ نفیس فوج کی سالاری کرتا۔

اس وقت چنگیز خان کی صورتِ حال وہی تھی جو ایک زمانے میں اطالیہ میں قرطاجنہ کے سپہ سالار ہنی بال کی تھی۔ اس کے سپاہیوں کی تعداد محدود تھی۔ اگر اسے ایک بڑی شکست مل جاتی تو وہ اور اس کے خانہ بدوش اپنے صحراؤں کو واپس بھاگ آتے۔ مبہم فتح سے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکتا تھا۔ اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ اسے قطعی فتح نصیب ہو، لیکن اس کے سپاہیوں کی تعداد میں کوئی خاص کمی نہ ہونے پائے۔ اسے ایسے حریف کے مقابل اپنے دستوں کو جنگ کی مشق کرانی تھی جو جنگ کے داؤ پیچ کا بڑا کہنہ مشق استاد تھا۔

اس درمیان میں قراقورم میں اب بھی اس کا لقب ''باغیوں کا دشمن سالار۔'' تھا۔ اور وہ چین کے تاجدار زریں کی رعایا سمجھا جاتا تھا۔

پچھلے زمانے میں جب ختا کی قسمت کا ستارہ عروج پر تھا تو چین کے شہنشاہ دیوار عظیم کے اس پار کے خانہ بدوش سے خراج طلب کرتے تھے۔ اپنی کمزوری کے زمانے میں ختا کے شاہی خاندان خانہ بدوشوں کے حملے ٹالنے کے لیے چاندی، کچے ریشم، منقش چمڑے، ترشے ہوئے جیڈ، اور غلے اور شراب کے قافلوں کے قافلے تحفے کے طور پر بھیجتے۔ اپنے اعزاز کے بچاؤ یا دوسرے الفاظ میں ختا کے شاہی خاندان کی شرم رکھنے کے لیے اس الٹے خراج کو تحائف کا لقب دیا جاتا لیکن طاقت کے زمانے میں جو کچھ خانہ بدوش خانوں سے وصول کیا جاتا اسے خراج کہا جاتا۔

حملہ کرنے والے قبیلے نہ ان بیش بہا تحفوں کو بھول پائے تھے اور نہ ختا کے ٹوپی اور کمر بند پہننے والے، دیوار پار کے افسروں کے زبردستی خراج وصول کرنے کی اذیت کو۔ اس طرح اس وقت مشرقی گوبی کی قومیں برائے نام ختا کے تاجدار زریں کی رعایا سمجھی جاتی تھیں اور ''مغربی سرحدوں کا سردار'' ان کا غائبانہ حاکم سمجھا جاتا تھا۔ چنگیز خان کا نام افسروں کی فہرست میں باغیوں کے دشمن سالار کی حیثیت سے درج تھا۔ وقت پر ین کنگ کے منشیوں

Marfat.com

نے بھی کھاتے دیکھ کے قاصدوں کو گھوڑوں اور مویشیوں کا خراج وصول کرنے کے لیے اس کے پاس بھیجا۔ اس نے یہ خراج ادا نہیں کیا۔

آپ دیکھیں گے کہ صورتِ حال خالص طور پر چینی انداز کی تھی چنگیز خان کے رویہ کو دو تین لفظوں میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ "چوکنے پن سے انتظار۔"

گوبی کی یورشوں کے زمانے میں چنگیز خان نے اس عظیم دیوار چین کو کئی جگہ سے دیکھا تھا۔ اس کی مٹی اور اینٹ کی فصیل کا غور سے معائنہ کیا تھا۔ اس کے دروازوں پر برجوں کو دیکھا تھا اور اوپر دیوار کی چوڑائی کا اندازہ اس سے کیا تھا کہ چھ گھوڑے سینہ بہ سینہ ایک ساتھ اس پر دوڑائے جا سکتے تھے۔

حال ہی میں اس دیوار کے قریب ترین حلقے کے ہر دروازے کے سامنے اس نے اپنا پرچم لہرایا تھا۔ لیکن نہ تو مغربی سرحدوں کے محافظ افسر اور نہ تاجدار زریں نے اس کی طرف ذرا بھی توجہ کی تھی، لیکن سرحد کے غیر جانبدار قبیلوں نے جو اس دیوار کے سائے تلے رہتے تھے اور جو سیر و شکار میں ختا کے شہنشاہ کی خدمت گزاری کرتے تھے، اس جرأت کا اچھی طرح مشاہدہ کیا اور یہ اندازہ لگایا کہ تاجدار زریں اس خانہ بدوش سردار سے ڈرتا ہے۔

واقعہ دراصل یوں نہیں تھا۔ ختا کے کروڑوں باشندے، اپنے فصیل بند شہروں میں اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے تھے اور ڈھائی لاکھ جنگجوؤں کے اس خانہ بدوش لشکر کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ہوا صرف یہ کہ تاجدرزریں کو جنوب میں دریائے جنگ سی (جسے چینی فرزند بحر کہتے تھے) کے اس پار کے پرانے خانوادے سانگ سے دائمی لڑائی کے سلسلے میں کمک مانگنے کی ضرورت پڑی اور اس نے خانہ بدوش مغل شہسواروں کی کمک طلب کی۔

چنگیز خان نے بڑی خوشی سے کئی تومان اس کی مدد کے لیے روانہ کیے۔ ان سوار دستوں کی سرداری کے لیے اس نے جبی نویان اور دوسرے ارخونوں کو متعین کیا۔ یہ نہیں معلوم کہ ان دستوں نے تاجدار زریں کی کیا خدمت انجام دی، لیکن انہوں نے اپنی آنکھیں

Marfat.com

کھلی رکھیں اور پوچھ گچھ سے اپنی معلومات بڑھاتے رہے۔

ان میں خانہ بدوشوں والی وہ صفت پوری طرح موجود تھی کہ وہ سرزمین کی نشانیاں نہ بھول سکتے تھے۔ جب وہ گوبی واپس ہوئے تو ختا کی سرزمین کا نقشہ ان کے ذہنوں میں اچھی طرح محفوظ تھا۔

انہوں نے بڑی بڑی عجیب حکائتیں سنائیں۔ انہوں نے بتایا کہ دریاؤں کے کنارے پتھر کے چبوتروں پر پکی اور صاف سڑکیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ لکڑی کے کبت دریاؤں میں بہتے پھرتے ہیں۔ بڑے بڑے شہروں کی دیواریں اتنی اونچی ہیں کہ گھوڑے چھلانگ مار کر انہیں پار نہیں کر سکتے۔

ختا کے لوگ نا نکینی پارچے اور رنگ برنگ کے ریشم کی صدریاں پہنتے ہیں۔ بعض بعض غلاموں کے پاس بھی سات سات صدریاں ہیں۔ بوڑھے راویوں کے بجائے نوجوان شعراور بار کی تفریح کا سامان مہیا کرتے ہیں اور پرانی رزم آرائیوں کے قصے نہیں گنگناتے بلکہ ریشم کے پردے پر اشعار لکھتے ہیں۔ ان اشعار میں وہ عورتیں کے حسن کا ذکر کرتے ہیں۔ ہر چیز بڑی عجیب اور حیرت ناک تھی۔

چنگیز کے سردار بیتاب تھے کہ دیوارِ عظیم پر حملہ کریں۔ اس وقت ان کی بات ماننا اور اپنے وحشی قبیلوں کو ختا پر یورش کرنے کے لیے آگے بڑھانا، خان کے لیے تباہی کا سامان ہوتا۔ اس کے گھر پر بھی آفت آجاتی۔ اگر وہ اپنی نئی سلطنت چھوڑ کے مشرق میں ختا میں شکست کھا جاتا تو اس کے دوسرے دشمن مغل علاقوں پر حملہ کرنے میں کوئی پس و پیش نہ کرتے۔

گوبی کا صحرا اس کا اپنا تھا، جہاں سے وہ جنوب، جنوب مغرب اور مغرب کی جانب تین طاقتور دشمنوں کو دیکھ سکتا تھا۔ خان لو کے پاس، قافلوں کی جنوبی راہ پر ہیا کی عجیب و غریب سلطنت تھی جو قزاقوں کی سلطنت کہلاتی تھی، یہاں دبلے پتلے لوٹ مار کرتے والے

Marfat.com

تلتی پہاڑوں سے اتر کے آئے تھے اور انہوں نے ختائیوں کو بے دخل کر دیا تھا۔ اس علاقے کے پیچھے قراختائیوں کی طاقتور کوہستانی سلطنت تھی۔ مغرب میں قرغیزوں کے خانہ بدوش گروہ تھے جو ابھی تک مغلوں کی دسترس سے باہر رہے تھے۔

اس سارے خطرناک ہمسایوں کے مقابل چنگیز خان نے ارخونوں کی سرکردگی میں اپنے لشکر کے سوار دستے بھیجے۔ کئی مرتبہ ہر قسم کے موسم میں اس نے بنفسِ نفیس ہیا کے علاقے میں لڑائی کے لیے پیش قدمی کی۔ یہ لڑائی زیادہ تر کھلے علاقے میں لوٹ مار کی صورت میں ہوتی اور اس نے ہیا کے سرداروں کو بہت جلد قائل کر دیا کہ چنگیز سے صلح رکھنے ہی میں خیریت ہے۔ اس صلح کی توثیق خون کے رشتے سے کی گئی۔ اس طرح کہ شاہی خاندان کی ایک عورت چنگیز خان کی بیوی بننے کے لیے بھیجی گئی۔ مغرب میں دوسرے رشتے کیے گئے۔ یہ سب احتیاطی تدابیر تھیں اور فوجی اصطلاح میں یہ میمنہ اور میسرہ کی حفاظت کا انتظام تھا، لیکن اس سے ان سرداروں میں اسے کئی حلیف اور مل گئے اور اس کے لشکر میں اور بہت سے رنگروٹ شامل ہو گئے۔ اس کے لشکر کو بھی یورش اور حملہ کرنے کا بڑا ضروری تجربہ حاصل ہوا۔

اس دوران میں ختا کے شہنشاہ کا انتقال ہو گیا۔ اژدھے کی شکل والے تخت پر اس کا بیٹا جلوہ افروز ہوا۔ یہ دراز قامت تھا۔ اس کی داڑھی گھنی تھی اور اسے مصوری اور شکار سے خاص طور پر شغف تھا۔ اس نے اپنے آپ کو وائی دنگ کا خطاب دیا۔ ایک معمولی انسان کا اتنا بڑا مرعوب کن خطاب۔

وقت آنے پر ختا کے عمال نے نئے تاجدار کے لیے خراج کے بھی کھاتے کھولے اور ایک افسر کو گوبی کی بلند سرزمین کی طرف بھیجا گیا کہ چنگیز خان سے خراج وصول کر کے لائے۔ وہ اپنے ساتھ نئے شہنشاہ وائی دنگ کا فرمان بھی لیتا گیا۔ یہ شاہی فرمان تھا اور واجب تھا کہ وہ زانو ہو کر اسے قبول کیا جائے، لیکن مغل چنگیز خان نے ہاتھ بڑھا کے اسے

Marfat.com

لے لیا، اسی طرح کھڑا رہا، اور اس کا ترجمہ سننے کے لیے مترجم تک کو طلب نہیں کیا۔

اس سے پوچھا۔ ''نیا شہنشاہ کون ہے؟''

''دائی دنگ۔''

آداب کے مطابق جنوب کی طرف سرخم کرنے کے بجائے خان نے کھنکھار کے تھوکا۔ ''میں سمجھتا تھا کہ فرزندِ آسمان بڑا غیر معمولی انسان ہوگا۔ لیکن دائی دنگ جیسا احمق تخت پر بیٹھنے کے قابل نہیں۔ میں اس کے سامنے اپنے آپ کو کیوں ذلیل کروں؟''

یہ کہہ کے وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کے لوٹ آیا۔ اس رات ارخون اس کے شامیانے میں بلائے گئے۔ ان کے ساتھ اس نے اپنے حلیفوں کو طلب کیا۔ یہ شکاری شہبازوں والے ایدیقوت تھے۔ ان کے علاوہ اس نے مغربی ترکوں کے ببر صفت سردار کو بھی بلایا۔ دوسرے دن چینی قاصد کو خان کے حضور میں بلا کے جوابی پیغام دیا گیا کہ وہ اسے تاجدار زریں تک پہنچا دے۔

مغل نے کہلا بھیجا۔ ''ہمارا علاقہ اب اتنا منظم ہو چکا ہے کہ ہم ختا کی سیاحت کا ارادہ فرما سکتے ہیں۔ کیا تاجدار زریں کی سلطنت اتنی مستحکم ہے کہ وہ ہمارا استقبال فرما سکے؟ ہم ایک ایسے لشکر کے ساتھ آئیں گے جو سمندر کے طوفان کی طرح بھرتا آئے گا۔ اگر تاجدار زریں ہمارا دوست بننا چاہتا ہے تو ہم اپنے زیرِ سایہ اسے اپنے علاقہ پر حکومت کرتے رہنے کی اجازت دیں گے۔ اگر وہ جنگ کرنا چاہے گا تو یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی، جب تک کہ ہم میں سے ایک کو فتح اور ایک کو شکست نصیب ہو۔''

اس سے زیادہ حقارت آمیز شاید ہی اور کوئی پیغام ہو سکتا۔ چنگیز خان طے کر چکا تھا کہ اب یورش کا وقت آ چکا ہے۔ جب تک بوڑھا شہنشاہ زندہ تھا تو پرانے بندہ و آقا کے رشتے سے وہ اپنے آپ کو ختا کا وفادار اور ختا کی رعایا سمجھتا تھا۔ دائی دنگ کا وہ کسی طرح پابند نہ تھا۔

Marfat.com

قاصد ین کنگ میں دائی دنگ کے دربار میں واپس پہنچا۔ دائی دنگ کو جوابی پیغام سن کر طیش آ گیا۔[5] مغربی سرحدوں کے محافظ سردار سے پوچھا گیا کہ مغلوں کا کیا ارادہ ہے اور کیا اندازہ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ وہ تیر بہت بنا رہے ہیں اور گھوڑے جمع کر رہے ہیں۔ اس پر مغربی سرحدوں کے محافظ سردار کو قید کر دیا گیا۔

جاڑوں کا موسم گزر رہا تھا اور مغل اسی طرح تیر تیار کرتے رہے اور گھوڑے جمع کرتے رہے۔ تاجدار زریں کی بدقسمتی یہ تھی کہ وہ اس کے علاوہ بھی اور بہت کچھ کر رہے تھے۔ چنگیز خان نے ختا کے شمالی علاقے میں لیاؤ تنگ کے باشندوں کے پاس قاصد اور تحائف بھیجے۔ اسے معلوم تھا کہ یہ بڑے جنگجو لوگ ہیں، جو آج تک یہ نہیں بھول سکے کہ ایک زمانہ ہوا ایک تاجدار زریں نے ان کے ملک کو فتح کر کے ان پر تسلط جما لیا تھا۔

یہ قاصد لیاؤ خاندان کے شہزادے سے ملا اور اس سے قسمیہ پیمان باندھا۔ خون سے اور تیر توڑ کے اس سوگند کو استوار کیا گیا۔ لیاؤ (جس کے لفظی معنی لوہے کے ہیں) کے باشندوں نے شمالی ختا پر حملہ کرنے کا عہد کیا اور مغل خان نے وعدہ کیا کہ وہ ان کا پرانا علاقہ پھر ان کے سپرد کر دے گا۔ اس معاہدے پر چنگیز خان نے پورا پورا عمل کیا۔ بالآخر اس نے لیاؤ کے شہزادوں کو اپنے زیرِ سایہ ختا کی بادشاہت بخشی۔

○

Marfat.com

نواں باب

تاجدار زریں

یہ پہلا موقع تھا کہ خانہ بدوش لشکر ایک ایسی متمدن طاقت پر حملہ کرنے کے لیے بڑھ رہا تھا، جس کی فوجی طاقت اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی۔ جنگ کے میدان میں ہمیں چنگیز خان کا نقشہ عمل واضح نظر آتا ہے۔

لشکر کا ہراول بہت پہلے گوبی سے باہر بھیجا جا چکا تھا---- پہلا گروہ جاسوسوں اور سپاہیوں پر مشتمل تھا، جن کا کام مخبروں کو پکڑ لانا تھا۔ یہ ہراول کے سپاہی دیوارِ عظیم کے پیچھے پہنچ چکے تھے۔

ان کے پیچھے پیش رو سوار جن کی تعداد دو سو کے قریب ہوگی، علاقے بھر میں دو دو کی جوڑی میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان پیش رووٗں کے بہت کافی پیچھے ہراول دستے تھے۔ یہ کوئی تیس ہزار چنے ہوئے سپاہی تھے جو بڑے نفیس گھوڑوں پر سوار تھے۔ ہر آدمی کے پاس کم از کم دو گھوڑے تھے۔ یہ ہراول دستے تین تومانوں میں منقسم تھے۔ ان میں سے ایک تومان کا سالار کار آزمودہ مقولی بہادر تھا۔ ایک کا آتشیں جبی نویان اور تیسرا تومان کا سردار وہ عجیب و غریب نوعمر نوجوان سوبدائی بہادر تھا، جس کی حیثیت خان کے سپہ سالاروں میں مارشل مسینا کی تھی۔

قاصدوں کے ذریعے ہراول اور فوج کے قلب کے مابین اطلاعات کا انتظام بڑا مکمل

Marfat.com

تھا۔ یہ قلب فوج بنجر بلندیوں پر سے گزرتا ہوا، گرد کے بادل اڑاتا ہوا ہراول کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ قلب کی تعداد ایک لاکھ تھی اور پرانے تجربہ کار، دیرینہ یا کا مغلوں پر مشتمل تھی۔ میمنہ اور میسرہ کی بھی اتنی ہی تعداد تھی۔ چنگیز خان ہمیشہ قلب لشکر کی سپہ سالاری کرتا اور جنگی تربیت دینے کے لیے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو اپنے ساتھ ساتھ رکھتا۔

نپولین کی طرح اس کا بھی اپنا ایک شاہی محافظ دستہ تھا۔ ہزار سواروں کا۔ جو چمڑے کی زرہیں اور سازِ جنگ پہنے مشکی گھوڑوں پر سوار تھے۔ غالباً 1211ء میں ختا میں پہلی یورش کے وقت لشکر کی تعداد اتنی زیادہ نہ تھی۔

یہ لشکر دیوارِ عظیم کے قریب پہنچا اور بلا تاخیر ایک بھی سپاہی کی جان ضائع کیے بغیر اس روک کو پار کیا۔ چنگیز خان ایک عرصے سے سرحد کے قبیلے والوں سے پینگیں بڑھا رہا تھا اور اس کے ہمدردوں نے اس کے لیے دیوار کا دروازہ کھول دیا۔

دیوارِ چین کے اندر ہو کے مغل دستے مختلف حصوں میں بٹ کے شانسی اور چہ لی کے صوبوں کے مختلف ضلعوں میں پھیل گئے۔ انہیں قطعی احکام دیئے جا چکے تھے۔ انہیں کسی اور سواری کی ضرورت نہ تھی اور ان کے آئینِ جنگ میں مرکزِ رسد کا تصور بے معنی سا تھا۔

ختا کی فوجوں کا پہلا دستہ جو سرحد کی سڑکوں کی حفاظت کے لیے جمع کیا گیا تھا، بری طرح پسپا ہوا۔ مغلوں کے سوار دستوں نے سونگھ سونگھ کر شہنشاہ کی منتشر پیدل فوج کا پتہ چلا لیا، اسے اپنے گھوڑوں کے تلے روند ڈالا اور تیز رفتار گھوڑوں کی پشت پر سے پیدل فوج کے سمٹے ہوئے جمِ غفیر میں جا بجا تیروں کی بارش سے ہلچل مچا دی۔

شہنشاہ کی بڑی فوجوں میں سے ایک تو حملہ آوروں کا راستہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے جس کا نیا نیا تقرر ہوا تھا۔ اس علاقے سے واقف نہ تھا اور وہ کسانوں سے راستہ پوچھتا رہا۔ جبی نویان جو اس کی طرف بڑھ رہا تھا، اسے ضلع کی سڑکیں اور وادیاں خوب یاد تھیں۔ اس نے رات بھر چکر کاٹ کے دوسرے دن ختائی فوج کے عقب کو جا لیا۔ مغلوں نے اس فوج کو

Marfat.com

بری طرح کاٹ ڈالا اور جو لوگ باقی بچے وہ مشرق کی طرف بھاگے جہاں انہوں نے ختا کی سب سے بڑی فوج میں ہراس پھیلا دیا۔

یہ بڑی فوج بھی شش و پنج کے عالم میں رہی اور اس کا سپہ سالار پایہ تخت بھاگ گیا۔ چنگیز خان تائی تنگ فو پہنچ گیا۔ اس کے راستے میں یہ پہلا فصیل والا شہر آیا تھا۔ اس نے اس کا محاصرہ کیا اور اس کے بعد اپنے دستوں کو بڑھا کے تیزی سے ین کنگ کی طرف لے گیا جو پایہ تخت تھا۔

مغل لشکر کی پھیلائی ہوئی تباہی اور اس لشکر کی اس قربت سے دائی دنگ پر ہراس طاری ہو گیا اور اژدہے کی شکل کے تخت پر جلوہ افروز ہونے والا یہ تاجدار ین کنگ سے بھاگ کر نکلنے ہی والا تھا مگر اس کے وزیروں نے اسے بڑی مشکل سے روکا۔ اب اس سلطنت کی سب سے مضبوط پشت پناہ دائی دنگ کے سہارے کے لیے جمع ہو رہی تھی۔ یہ پشت پناہ متوسط طبقے کا ایک جمِ غفیر تھا، اڑیل جان نثار مجمع، نبرد آزما بزرگوں کا نام لیوا، جو اپنا سب سے بڑا فرض یہ سمجھتا تھا کہ ملک کے تخت و تاج کو سلامت رکھا جائے۔ اور جب کبھی چین میں قوم پر برا وقت آتا وہ اسی طرح سینہ سپر ہو جاتا۔

چنگیز خان نے حیرت ناک سرعت سے ختا کی اوّلین فوجی مقاومت پر قابو پا لیا تھا۔ اس کے دستوں نے کئی شہروں پر قبضہ کر لیا تھا، اگرچہ مغربی دربار والے شہر تائی تنگ فو نے ابھی تک ہتھیار نہیں ڈالے تھے۔

لیکن جیسے ہی بال کورومہ کے سامنے ایک قوی دل قوم کی حقیقی طاقت کا سامنا کرنا پڑا، وہ بھی یہاں اسی صورتِ حال سے دوچار تھا۔ بڑے بڑے دریاؤں کے پاس سے نئی نئی فوجیں نمودار ہوتیں، جن شہروں کا محاصرہ ہو رہا تھا۔ معلوم ہوتا کہ محصور سپاہیوں کی تعداد دیکھتے دیکھتے دن دونی رات چوگنی ہو گئی ہے۔ وہ ین کنگ کے بیرونی باغوں سے ہو کر گزرا اور پہلی مرتبہ اس نے ان بالا و بلند دیواروں کی عظیم الشان وسعت کو دیکھا۔ پہاڑ اور پل اور

Marfat.com

قلعوں کے ایک سلسلے کے درجہ بدرجہ سقف و بام۔

اس نے فوراً اندازہ کر لیا ہوگا کہ اپنی مختصر فوج سے ایسے شہر کا محاصرہ کرنا بیکار ہے۔ وہ فوراً ہی واپس لوٹ گیا اور جب خزاں کا موسم آیا تو اس نے اپنے پرچموں کا رخ واپس گوبی کی طرف پھیر دیا۔

لیکن اس کے بعد جب بہار آئی اور اس کے گھوڑوں کو پھر سے طاقت میسر آئی، وہ دیوارِ عظیم کے اندر آ نمودار ہوا۔ اس نے دیکھا کہ وہ شہر جو پہلے حملے میں اس کے آگے ہتھیار ڈال چکے تھے، اب پھر سے نئے محافظ دستوں سے آراستہ تھے اور اس سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھے۔ اسے پھر نئے سرے سے ساری مہم شروع کرنی پڑی۔ مغربی دربار والے شہر کا نئے سرے سے محاصرہ شروع ہوا اور یہاں اس نے پورے لشکر کو جھونک دیا۔

معلوم تو یہ ہوتا ہے کہ یہ محاصرہ محض ایک جال تھا۔ وہ ان فوجوں کا انتظار کرتا رہتا جو محصورین کی کمک کے لیے روانہ ہوتیں، اور وہ راستے ہی میں ان کا قلع قمع کر دیتا۔ اس جنگ سے دو باتیں واضح ہو گئیں مغلوں کی سوار فوج میدانِ جنگ میں ختا کی فوجوں کے مقابل زیادہ تیزی سے نقل و حرکت کر سکتی اور ان فوجوں کو تباہ کر ڈالتی، لیکن ابھی تک اس قابل نہ ہوئی تھی کہ مضبوط شہروں کو فتح کر سکے۔

لیکن جبی نویان نے یہی کرتب پورا کر دکھایا۔ مغلوں کے حلیفوں، لیاؤ سرداروں کو ساٹھ ہزار ختایوں نے شمال میں گھیر رکھا تھا۔ انہوں نے خان سے مدد مانگی، اس نے جبی نویان کو ایک تومان کا سردار بنا کے بھیجا اور مستعد مغل سپہ سالار نے ختا کی فوجوں کے عقب میں خود لیاؤ ینگ کا محاصرہ کر لیا۔

مغلوں کو اپنی پہلی کوشش میں کوئی کامیابی نہ ہوئی اور جبی نویان نے جو فطرۃً نپولین کے مارشل نے کی طرح بے صبر واقع ہوا تھا، اسی حیلے کو استعمال کیا، جس کو چنگیز خان

Marfat.com

محاصروں میں تو نہیں البتہ میدانِ جنگ میں اس سے پیشتر اکثر استعمال کر چکا تھا۔ اس نے اپنا سارا ساز وسامان، چھکڑے، سامانِ رسد سب ختائیوں کی نظروں کے سامنے پیچھے چھوڑا اور اپنے گھوڑوں کے ریوڑوں سمیت اس طرح پیچھے ہٹا، گویا وہ لڑائی سے دست بردار ہو رہا ہے یا اسے خوف ہے کہ محصورین کی کمک کے لیے اور فوج آ رہی ہے۔

دو دن تک مغل آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے گئے، پھر سواری بدل کے وہ اپنے بہترین گھوڑوں پر سوار ہوئے اور تیزی سے ایک ہی رات میں ''لگام والے ہاتھ میں تلواریں سونتے ہوئے'' یلغار کی صبح ہوتے ہوتے وہ لیاؤ ینگ کے سامنے واپس پہنچ گئے۔ ختائیوں کو اس عرصے میں یقین ہو گیا تھا کہ مغل پسپا ہو گئے ہیں۔ وہ ان کا ساز وسامان لوٹ رہے تھے اور فصیل کے اندر منتقل کر رہے تھے۔ فصیل کے سب دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اور شہری اور سپاہی سب گھل مل گئے تھے۔ خانہ بدوشوں کی اس خلافِ توقع یلغار کو دیکھ کر وہ ہکا بکا رہ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دہشت ناک قتلِ عام کے بعد لیاؤ ینگ پر مغلوں نے قبضہ کر لیا۔

جبی نویان کو اپنا ساز وسامان اور اس کے علاوہ اور بہت زیادہ مالِ غنیمت مل گیا۔

لیکن مغربی دربار والے شہر کے محاصرے کے دوران میں چنگیز خان زخمی ہو گیا تھا۔ اس کا لشکر ختا سے واپس لوٹ آیا جیسے جوار بھاٹا کنارے سے پلٹتا ہے اور اس کو اپنے ساتھ لیتا آیا۔

ہر موسم خزاں میں لازم تھا کہ وہ اسی طرح واپس لوٹیں۔ ضروری تھا کہ تازہ گھوڑے فراہم کیے جائیں۔ گرمیوں میں تو آدمی اور جانور زمین کی پیداوار پر گزر کر لیتے، لیکن جاڑوں میں شمالی چین میں لشکر کو گزارے بھر کی خوراک میسر نہ آ سکتی تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی نبرد آزما ہمسائے تھے جنہیں دور رکھنا ضروری تھا۔

اگلی فصل میں چنگیز خان نے محض چند لوٹ مار کے حملوں پر اکتفا کی۔ یہ اس مقصد کے لیے کافی تھے کہ چینیوں کو زیادہ آرام نہ ملنے پائے۔

Marfat.com

بڑے پیمانے پر اس کی پہلی جنگ تھی اور اس میں اس کا اور دشمن کا توازن برابر تھا۔ ہنی بال کے برعکس وہ اس سلطنت کے بڑے بڑے مفتوح شہروں میں حفاظت کے لیے فوجیں نہ رکھ سکتا تھا۔ اس کے مغل جو اس زمانے تک فصیل کے اندر سے لڑنے کے عادی نہ تھے، جاڑوں میں ختائیوں کے ہاتھوں نیست و نابود ہو جاتے۔

اس نے میدانِ جنگ میں کئی فتوحات اس طرح حاصل کی تھیں کہ وہ اپنے دستوں کی نقل و حرکت کو پوشیدہ رکھ سکتا تھا اور تیزی سے یلغار کر کے انہیں ختائی فوجوں کے سامنے لا کے جمع کر سکتا تھا۔ لیکن اس سے محض اتنا نتیجہ نکلا تھا کہ اس نے دشمن کی فوجوں کو فصیلوں کے اندر بھگا دیا تھا۔ شہنشاہ کو اپنی گرفت میں لانے کی کوشش میں وہ ین کنگ تک پہنچ کر اس شہر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکا تھا۔ اس درمیان میں ختا کی فوجیں لیاؤ تنگ کے باشندوں اور ہیا کے سواروں پر غلبہ پاتی جا رہی تھیں جو خان کے دائیں اور بائیں پہلوؤں کی حفاظت کر رہے تھے۔

ان حالات میں اگر کوئی اور خانہ بدوش سردار ہوتا تو وہ اسی پر قناعت کرتا۔ دیوارِ عظیم کے باہر ہی وہ گزری ہوئی فصلوں کے مالِ غنیمت کو سنبھالتا اور جن کی عظیم الشان سلطنت کو اس نے شکستیں دی تھیں، ان کی شان کی یاد میں مگن رہتا، لیکن زخمی چنگیز خان بڑا سنگین دل تھا۔ وہ تجربہ حاصل کرتا جا رہا تھا اور اس تجربہ سے فائدہ اٹھاتا جا رہا تھا اور اس عرصے میں تاجدارِ زریں ایک بدشگونی کا شکار ہوتا جا رہا تھا۔

جب 1214ء میں بہار آئی اور بہار کا پہلا سبزہ اگا تو یہ بدشگونی خوف میں بدل گئی۔ مختلف مقامات سے تین مغل فوجوں نے ختا پر یورش کی۔ جنوب میں خان کے تین بیٹوں نے شانسی کے صوبے کے آر پار ایک چوڑی سی پٹی کاٹ لی۔ شمال میں جوجی نے خنگان کا سلسلہ کوہ عبور کیا اور لیاؤ تنگ والوں کی فوج کے ساتھ اپنے لشکر کو جا ملایا۔ اسی درمیان میں چنگیز خان قلب لشکر کے ساتھ ین کنگ کے عقب میں بڑے سمندر کے کنارے جا پہنچا۔

Marfat.com

ان تینوں فوجوں نے بالکل انوکھے انداز میں پیش قدمی کی تھی۔ یہ ایک دوسرے سے الگ رہیں۔ اب کی مرتبہ ان فوجوں نے جم کے طاقت ور سے طاقتور شہروں کا محاصرہ کیا اور قلعوں پر پہلا حملہ کرنے سے پہلے آس پاس کے دیہات سے لوگوں کو پکڑ کے آگے آگے رکھا۔ اور ان کی آڑ میں حملہ کیا۔ اکثر ایسا ہوا کہ فصیل کے اندر والے ختائیوں نے دروازے کھول دیئے۔ ایسی صورت میں ان کی جان بخشی کی گئی۔ حالانکہ آس پاس کے گاؤں اور دیہات میں ہر چیز یا تو نیست و نابود کی جا چکی تھی یا اسے یہ مغل اٹھا یا ہنکا لے گئے تھے۔ فصلیں کچلی اور جلائی جا چکی تھیں۔ ریوڑ ہنکائے جا چکے تھے اور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے ٹکڑے ٹکڑے اڑائے جا چکے تھے۔

اس ہیبت ناک جنگ میں بہت سے ختائی سپہ سالار اپنی زیرِ کمان فوجوں کے ساتھ مغلوں سے جا ملے۔ انہیں لیاؤ تنگ کے دوسرے افسروں کے ساتھ تسخیر شدہ شہروں کی حفاظت پر مامور کر دیا گیا۔ القائے یوحنا میں جن چار سواروں کا ذکر ہے۔ ان میں سے دو قحط اور بیماری مغل سواروں کے پیچھے پیچھے تاراج کرتے آئے۔ زمین اور آسمان کے خطِ اتصال پر مغلوں کے اردو کے چھکڑوں کی نہ ختم ہونے والی قطار، بیلوں کے ریوڑ، سینگوں کے پرچم نظر آتے رہے۔

جب جنگ کی فصل ختم ہونے کو آئی تو مرض نے اپنا خراج مغلوں کے اردو سے بھی وصول کیا۔ گھوڑے بھی لاغر اور کمزور ہو چکے تھے۔ چنگیز خان نے اردو کے قلب کے ساتھ ین کنگ کی فصیلوں کے قریب خیمہ کھڑا کیا اور اس کے سالاروں نے منت کی کہ انہیں شہر پر حملہ کرنے کی اجازت دی جائے۔

اس نے پھر ایک بار انکار کیا اور تاجدار زریں کو یہ پیغام بھیجا۔

”ہماری اور تمہاری لڑائی کے متعلق اب تمہاری کیا رائے ہے؟ دریائے ہوانگ ہو کے شمال کے سارے صوبے میرے قبضے میں ہیں۔ میں اپنے گھر واپس جا رہا ہوں، لیکن کیا تم

Marfat.com

میرے افسروں کو تحائف سے خوش کیے بغیر واپس جانے دو گے؟"

بظاہر یہ درخواست بڑی عجیب معلوم ہوتی تھی، لیکن اس مغل نے اس میں سیدھی سادی حکمت دکھائی تھی۔ اگر تاجدار زریں نے اس کی درخواست قبول کر لی تو وہ ان تحفوں سے اپنے افسروں کو انعام دے سکے گا۔ ان کی بیتابی میں کچھ کمی ہوگی اور اژدہے والے تخت کی آن بان پر برا اثر پڑے گا۔

بعض چینی مشیروں نے جو اردو کی کمزور حالت سے آگاہ تھے شہنشاہ کو یہ مشورہ دیا کہ فوجوں کو لے کے مغلوں سے مقابلے کے لیے ین کنگ سے باہر نکلے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اگر یہ مشورہ مان لیا جاتا تو کیا نتیجہ نکلتا لیکن چن تاجدار اتنی مصیبت اٹھا چکا تھا کہ اس میں اب جرأت باقی ہی نہ رہی تھی۔ اس نے چنگیز خان کو پانچ سو جوان، پانچ سو کنیزیں، نفیس گھوڑوں کا ایک ریوڑ اور سونے اور ریشم کے تودے کے تودے تحفتاً بھجوائے۔ سمجھوتا ہو گیا اور چینیوں نے عہد کیا کہ خان کے حلیف لیاؤ شہزادوں کو لیاؤ تنگ میں نہ ستائیں گے۔

خان نے اس سے بھی سوا کچھ اور طلب کیا کہ اگر صلح ہونی ہے تو شاہی خاندان کی ایک عورت اس کے عقد میں دی جائے۔ شاہی خاندان کی ایک خاتون اس کے پاس بھیج دی گئی۔

چنگیز خان اس سال خزاں میں واپس نہیں گیا، بلکہ صحرا کے کنارے اس نے قیدیوں کے جمِ غفیر کو قتل کروا دیا، جسے اس کا لشکر اپنے ساتھ پکڑ لایا تھا۔ اس سفاکی کی کوئی وجہ جواز نہ تھی۔

"معلوم ہوتا ہے کہ مغلوں کا قاعدہ یہ تھا کہ کاریگروں اور عالموں فاضلوں کے علاوہ اپنے تمام قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے۔ یہ قتلِ عام اس وقت ہوتا تھا جب وہ کسی یورش کے بعد اپنے گھر ہوتے۔ اس زمانے تک مغلوں کی اپنی سرزمین میں غلام رکھنے کا رواج نہ تھا۔ قیدیوں کا یہ ہجوم تو فاقہ کشی کے عالم میں ان بنجر صحراؤں کو ننگے پاؤں طے بھی نہ

Marfat.com

کر سکتا تھا، جن کے اس پار مغلوں کا وطن تھا۔ انہیں آزاد کرنے کے بجائے مغل ان کا کام تمام کر دیتے تھے، جیسے کوئی پرانے کپڑے اتار پھینکتا ہے۔ انسان کی جان کی مغلوں کی نظر میں کوئی اہمیت یا قیمت نہ تھی۔ ان کی خواہش یہی تھی کہ زرخیز زمینوں کو ویران کر کے اپنے ریوڑوں کی چراگاہوں میں بدل دیں۔ جنگ ختا کے بعد وہ بڑے فخر سے کہتے تھے کہ ختا کے کئی شہروں کو انہوں نے اس طرح مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیا ہے کہ اگر گھوڑا اس مقام پر جہاں شہر آباد تھا ایک سرے سے دوسرے سرے تک جائے تو اسے کہیں ٹھوکر نہ لگنے پائے گی۔"

یہ کہنا مشکل ہے کہ چنگیز خان اپنے معاہدے پر قائم رہتا یا نہ رہتا، لیکن چین کے تاجدار زریں نے اپنے طور پر کچھ اور عمل کیا۔ اپنے سب سے بڑے بیٹے کو ین کنگ میں چھوڑ کے وہ جنوب کی طرف بھاگ گیا۔

"ہم اپنی رعایا کو یہ اعلان سناتے ہیں کہ ہم جنوبی مستقر میں قیام فرمائیں گے۔"

یہ فرمانِ شاہی تھا۔ اس کمزوری کے اظہار نے اس کی رہی سہی عزت اور شوکت خاک میں ملا دی۔ اس کے مشیروں، ین کنگ کے حاکموں، چین کے کہنہ سال امراء، سب نے درخواست کی کہ وہ اپنی رعایا کا ساتھ نہ چھوڑے، لیکن وہ بھاگ ہی گیا اور اس کے جاتے ہی بغاوت ہو گئی۔

○

Marfat.com

دسواں باب

مغلوں کی واپسی

جب ختا کا شہنشاہ اپنے محل کے لوگوں سمیت دارالسلطنت سے بھاگا تو وہ محل میں اپنے بیٹے کو جو ولی عہد تھا چھوڑتا گیا۔ اپنے ملک کے قلب کو وہ اس طرح خالی نہ کرنا چاہتا تھا کہ ین کنگ میں بادشاہت کا خول بھی باقی نہ رہے۔ ضروری تھا کہ خانوادہ شاہی کا کوئی آدمی باقی رہ جائے جسے دیکھ کے رعایا کو تسلی ہو سکے۔ ین کنگ کی حفاظت کے لیے ایک طاقتور فوج بھی وہیں چھوڑ دی تھی۔

لیکن کہن سال امراء کو جس افراتفری کا اندیشہ تھا، اس سے قن کی مسلح فوج میں انتشار پیدا ہونے لگا۔ بعض سپاہی جو شہنشاہ کے ہم رکاب تھے بغاوت کر کے مغلوں سے جا ملے۔

خود دارالسلطنت میں ایک عجیب و غریب بغاوت شروع ہوئی۔ عالی نسب شہزادے عہدہ دار اور عمال سب جمع ہوئے اور انہوں نے حلف اٹھایا کہ شاہی خاندان کے وفادار رہیں گے۔ ان کا تاجدار تو انہیں چھوڑ کے بھاگ گیا تھا مگر انہوں نے عہد کیا تھا کہ لڑائی جاری رکھیں گے۔ ختا کے جری اور بہادر سپاہی بارش میں ننگے سر سڑکوں پر جمع ہوئے اور انہوں نے بھی عہد کیا کہ وہ قن خاندان کے ولی عہد اور امراء کا ساتھ دیں گے۔ کمزور تاجدار کے فرار سے وفاداروں کی پرانی اور گہری روحِ عمل اس وقت نئے سرے سے بیدار ہوئی۔

شہنشاہ نے کئی قاصد ین کنگ بھیجے اور اپنے بیٹے کو جنوب کی طرف بلایا۔ کہن سال

Marfat.com

چینیوں نے منت کی "یہ نہ کیجئے گا۔"

لیکن شہنشاہ اپنی ضد پر قائم تھا اور اب بھی اس کی خواہش ملک کا اعلیٰ ترین قانون تھی۔ بڑی ذلت کے عالم میں ولی عہد کو ین کنگ چھوڑنا پڑا اور اب وہاں صرف شاہی گھرانے کی کچھ عورتیں، اس پرانے شہر کے کچھ عمال، کچھ خواجہ سرا اور فوج کے سپاہی باقی رہ گئے۔ اس درمیان میں وفادار امراء نے جو آگ جلائی تھی وہ آتش کدہ بن گئی۔ جا بجا مغلوں کے محافظ دستوں اور چوکیوں پر حملے کیے گئے اور لیاؤ تنگ کے بدنصیب صوبے کو چھڑانے کے لیے ایک فوج بھیجی گئی۔ یہ فوج جس جوش کی وجہ سے ظہور میں آئی تھی۔ اسی جوش کی وجہ سے اس نے حیرت ناک کامیابیاں حاصل کیں۔

مغلوں کے اردو کو جو اپنے وطن واپس جا رہا تھا، حالات کے اس طرح پلٹا کھانے کی اطلاع ملی۔ چنگیز خان سفر کرتے کرتے رک گیا اور اپنے جاسوسوں اور افسروں سے تفصیلی اطلاع سننے کا انتظار کرنے لگا جو تیزی سے اس کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔

جب حالات اچھی طرح اس کی سمجھ میں آئے تو اس نے تیزی سے اقدام کیا۔ جو فوجی دستہ سب سے زیادہ کارآمد تھا، اس نے جنوب میں دریائے ہوانگ ہو کی طرف بھیجا تاکہ مفرور شہنشاہ کا تعاقب کرے۔

اگرچہ موسم جاڑوں کا تھا لیکن مغل تیزی سے آگے بڑھے اور چینیوں کا تاجدار مجبور ہو گیا کہ دریا کے پار اپنے پرانے دشمن سنگ خاندان کی سلطنت میں پناہ لے لیکن وہاں بھی مغلوں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا، مغل برف پوش پہاڑوں میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر راستہ نکالتے رہے۔ پہاڑوں کے کٹاؤ کو نیزوں کی چوب اور درختوں کی شاخوں کو زنجیروں سے باندھ باندھ کے پار کرتے رہے۔ درحقیقت یہ دستہ دشمن ملک میں اتنی دور تک گھس آیا کہ یہ اردو سے بالکل کٹ گیا۔ مگر یہ مفرور شہنشاہ کا تعاقب کرتا رہا، جس نے اب سنگِ دربار سے مدد کی التجاء کی تھی۔ خان نے قاصدوں کو بھیج کر اس آوارہ گرد دستہ کو واپس بلایا جو کسی نہ کسی

Marfat.com

طرح سنگ شہروں کا چکر کاٹ کے یخ بستہ ہوانگ نو کو عبور کر کے پلٹ آیا۔

جی نویان کو بھیجا گیا کہ وہ تیزی سے گوبی پہنچے اور وطن میں سرداروں کو اطمینان دلائے۔

چنگیز خان نے سوبدائی بہادر کو بھیجا کہ وہ جا کے صورت حال کا معائنہ کرے۔ یہ ارخون کئی ماہ تک غائب رہا اور اس عرصہ میں صرف معمولی اطلاعیں بھیجتا رہا۔ مثلاً یہ کہ گھوڑوں کا کیا حال ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شمالی ختا میں کوئی خاص بات نہ تھی کیونکہ جب وہ گھوم پھر کر اارود کی طرف واپس آیا تو اس نے اطلاع دی کہ میں نے کوریا کو مطیع کر لیا ہے۔ چونکہ اسے اپنی مرضی پر چھوڑ دیا گیا تھا، اس لیے وہ کافی عرصے تک غائب رہا اور لیاؤ تنگ کی خلیج کا چکر لگا کر اس نے ایک نئے ملک کی سیاحت کر لی۔ سوبدائی بہادر کو سیر و تفریح کی یہ جو عادت تھی کچھ عرصہ بعد جب اس کو آزاد طور پر سپہ سالاری کرنے کی اجازت دی گئی تو اس عادت کی وجہ سے اس نے یورپ پر بڑی آفت ڈھائی۔

چنگیز خان خود اارود کے قلب کے ساتھ دیوار چین کے قریب ہی رہا۔ اب اس کی عمر پچپن سال کی تھی۔ اس کا پوتا قوبلائی خان پیدا ہو چکا تھا۔ گوبی کے شامیانوں میں، سمور کے یورتوں میں نہیں۔ اس کے بیٹے جوان ہو چکے تھے، لیکن اس نازک گھڑی میں اس نے اپنے دستوں کی کمان ارخانوں کے سپرد کی جو لشکر کے تجربہ کار سپہ سالار تھے۔ جن کی ہر خطا معاف تھی۔ جن کی اولاد ان کی قابلیت کے انعام میں ہر طرح کی تکلیف اور سزا سے محفوظ تھی۔ اس نے جی نویان اور سوبدائی بہادر کو سکھایا تھا کہ سوار دستوں سے کیسے کام لیا جاتا ہے اور اس نے آزمودہ کار مقولی بہادر کو آزمایا تھا۔

القصہ اپنے خیموں میں آرام سے بیٹھے بیٹھے چنگیز خان نے ختا کے زوال کا سماں دیکھا۔ وہ ان سوار مخبروں سے دم بدم اطلاعتیں سنتا رہا جو راستہ بھر کھائے پکائے بغیر اور سوئے بغیر سواری کرتے رہتے اور اسے خبریں پہنچاتے۔

مقولی نے لیاؤ تنگ کے ایک شہزادے منگن کی مدد سے ین کنگ پر حملہ کیا۔ جب وہ

Marfat.com

مشرق کی طرف واپس ہوا ہے تو اس کے ساتھ صرف پانچ ہزار مغل تھے مگر راستے میں بے شمار ختائی جو اپنی فوج کو چھوڑ کے بھاگے تھے اور سپاہیوں کے بہت سے آوارہ گرد دستے اس کے ساتھ شریک ہوتے گئے۔ سوبدائی بہادر اس کے ایک بازو پر منڈلا ہی رہا تھا۔ اس نے ین کنگ کی بیرونی دیواروں کے سامنے اپنے خیمے استادہ کیے۔

ین کنگ میں اتنے کافی آدمی تھے کہ وہ بہت عرصے تک محاصرہ برداشت کر سکتے تھے۔ ہتھیار اور جنگی ساز وسامان بہت تھا لیکن ختائی اس قدر غیر منظم تھے کہ وہ زیادہ مقاومت نہ کر سکے۔ جب بیرونِ شہر لڑائی ہوئی تو ایک قن سپہ سالار نے دغا دی۔ شاہی خاندان کی عورتیں اس کے ساتھ نکل بھاگنا چاہتی تھیں۔ مگر اس نے انہیں تاریکی میں چھوڑ دیا۔ تاجروں کے بازار میں لوٹ شروع ہو گئی اور یہ بدنصیب عورتیں، چلاتے ہوئے ڈرے ہوئے سپاہیوں کے مجمع میں مایوس ادھر ادھر پھرتی رہیں۔

اس کے بعد شہر کے مختلف حصوں میں آگ لگ گئی۔ محل کے برآمدوں میں خواجہ سرا اور غلام سونے اور چاندی کے زیور اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے ادھر سے ادھر بھاگے بھاگے پھرتے تھے۔ دیوانِ شاہی ویران تھا اور چوکیدار اپنی جگہ چھوڑ کے لوٹنے والوں میں جا ملے تھے۔

دوسرا سپہ سالار جو باقی رہ گیا تھا، وانگ ین تھا۔ یہ شاہی خاندان سے تھا۔ کچھ دن ہوئے اسے ایک شاہی فرمان ملا تھا۔ جس کی رو سے ختا میں تمام قیدیوں اور ملزموں کو معافی دی گئی تھی اور سپاہیوں کا انعام بڑھا دیا گیا تھا۔ یہ آخری کوشش بیکار تھی۔ اس سے وانگ ین کو جو اکیلا رہ گیا تھا کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ چونکہ کوئی امید باقی نہ رہی تھی۔ سپہ سالار مرنے کی تیاری کرنے لگا۔ اس نے اپنے کمرے میں بند ہو کر اپنے شہنشاہ کے نام ایک عریضہ لکھا جس میں اپنے آپ کو اپنے تئیں مجرم اور سزائے موت کا مستحق تسلیم کیا، کیونکہ ین کنگ کی حفاظت نہ کر سکا تھا۔

Marfat.com

اس نے یہ الوداعی الفاظ اپنے دامن پر لکھے۔ پھر اس نے اپنے نوکروں کو بلایا اور اپنے سارے کپڑے اور ساری دولت ان میں تقسیم کر دی۔ جو عامل اس کا معتمد تھا اسے اس نے حکم دیا کہ اس کے لیے زہر کا جام تیار کرے اور خود لکھتا چلا گیا۔

پھر وانگ ین نے اپنے دوست سے کمرے کے باہر جانے کی درخواست کی اور زہر کا جام پی گیا۔ ین کنگ جل رہا تھا اور جب مغل سوار اندر داخل ہوئے تو ساری آبادی پر جو اپنی حفاظت نہ کر سکتی تھی، بے حد خوف و ہراس طاری تھا۔

با اصول مقولی نے فوراً شہر کا سارا خزانہ اور سارا جنگی ساز و سامان خان کی خدمت میں بھیجنے کے لیے فراہم کرنا شروع کر دیا۔ اسے ایک شاہی خاندان کے خاتمے سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔

جو قیدی افسر خان کو بھیجے گئے، ان میں لیاؤ تنگ کا ایک شہزادہ بھی تھا، جو ختائیوں کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ وہ دراز قد تھا۔ اس کی داڑھی ناف تک پہنچتی تھی۔ اس کی گہری صاف آواز کی وجہ سے خان نے اس کی طرف توجہ کی۔ اس نے قیدی سے اس کا نام دریافت کیا۔ اس کا نام لیئی لیوچیت سائی تھا۔

چنگیز خان نے اس سے پوچھا۔ ’’تو اس شاہی خاندان کا ساتھ کیوں دیتا رہا جو تیرے خاندان کا دشمن تھا؟‘‘

نوجوان شہزادے نے جواب دیا۔ ’’میرا باپ قن خاندان کا خدمت گزار تھا۔ اور اسی طرح میرے خاندان کے اور لوگ بھی۔ میرے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ میں قن سے وفاداری نہ کرتا۔‘‘

مغل اس جواب سے بہت خوش ہوا۔

’’تو نے اپنے پہلے آقا کی خدمت اچھی طرح انجام دی، اسی طرح وفاداری سے تو میری خدمت کر سکتا ہے، تو میرے آدمیوں میں شامل ہو جا۔‘‘

Marfat.com

بعض اور اشخاص کو جنہوں نے خاندانِ قن سے بیوفائی کی تھی، اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اسے یقین تھا کہ ان لوگوں پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ یہی لیوچتسائی تھا جس نے کچھ عرصہ بعد اس سے کہا۔ ''تو نے زین پر بیٹھ کے ایک بہت بڑی سلطنت کو فتح کیا ہے، لیکن زین پر بیٹھے بیٹھے تو اس پر حکومت نہیں کر سکے گا۔''

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مغل فاتح کو یہ بات سچی معلوم ہوئی یا یہ کہ اس کی رائے تھی کہ یہ قابل اور فاضل ختائی اس کے لیے اتنا ہی کارآمد ہے جتنی پتھر اور آگ پھینکنے والی منجنیقیں، بہر حال وہ اس کا مشورہ سن لیا کرتا۔ اس نے لیاؤتنگ کے آدمیوں میں سے ختا کے مفتوحہ صوبوں کے حاکم مقرر کیے۔

اسے یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ ختا کی گنجان سرسبز زمین کو مغلوں کی پسند کے مطابق چراگاہوں میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ رہ گئی چینیوں کی تجارت، ان کا فلسفہ یا ان کے یہاں غلاموں اور عورتوں کی جو درجہ بندی تھی، ان سب چیزوں کو وہ بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ وہ ان عمال کی جرأت سے متاثر ہوا جنہوں نے اپنے تاجدار کے بھاگ نکلنے کے بعد جم کر جنگ باقی رکھی اور ان آدمیوں کے استقلال و فراست میں خود اس نے اپنے فائدہ کی سبیل دیکھی، مثلاً لیوچتسائی ستاروں کے نام لے سکتا تھا اور ستاروں کی گردش سے فال نکال سکتا تھا۔

جب وہ ختا کے شہروں کے خزانے اپنے ساتھ قراقورم لے جانے لگا تو اپنے ساتھ چین کے بہت سے عالموں کو بھی لیتا گیا۔ اس نے ان نئے صوبوں کی فوجی حکومت اور سنگ کی مملکت کی فتح کی تکمیل مقولی بہادر کے سپرد کی۔ سب کے سامنے اس نے مقولی بہادر کی تعریف کی۔ اسے نو سفید یاکوں کی دموں والا نشان عنایت فرمایا۔

اس نے مغلوں میں یہ اعلان کیا ''اس علاقے میں مقولی بہادر کے احکام کی اسی طرح پابندی ہونی چاہیے جیسے میرے احکام کی۔''

Marfat.com

اس آزمودہ کار سردار کو اس سے بڑا اور کوئی عہدہ نہیں دیا جا سکتا تھا۔ چنگیز خان نے اپنا عہد ایفاء کیا اور اس نئے علاقے میں مقولی بلا مداخلت ارود کے اس حصے کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا جو اس کو تفویض کیا گیا تھا۔

مغل خان کے اس اقدام کی جو توجیہہ چاہے کر لیجئے، اس میں شک نہیں کہ وہ واپس ہو کے اپنی مغربی سرحدوں کو مستحکم کرنا چاہتا تھا۔ اس نے یہ بھی اندازہ کر لیا ہو گا کہ پورے چین کو فتح کرنے میں کئی سال لگ جائیں گے، لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب وہ کسی غیر ملک کو فتح کر لیتا تو پھر اسے اس ملک سے کوئی دلچسپی باقی نہ رہتی۔

O

Marfat.com

گیارہواں باب

قراقورم

دوسرے فاتحوں کے برعکس خاں نے ختا میں، جو اس کی نئی سلطنت کا سب سے زیادہ عشرت پسند حصہ تھا، قیام نہیں کیا۔ چن خاندان کے خاتمے کے بعد جب وہ دیوارِ عظیم کے اس پار پہنچ گیا تو پھر چین لوٹ کر واپس نہیں آیا۔ مقولی کو وہاں اس نے امیرِ جنگ بنا کر اپنے پیچھے چھوڑا اور خود ان بنجر بلندیوں کو تیزی سے لوٹ آیا جو اس کی موروثی سرزمین میں واقع تھیں۔

یہاں اس کا مستقر تھا۔ اس نے اپنے اردو کے لیے صحرا کے شہروں میں سے قراقورم کا انتخاب کیا۔ قراقورم کے لفظی معنی ہیں کالی ریت۔

یہاں اس نے اپنے اطراف ہر وہ چیز جمع کر لی جس کی ایک خانہ بدوش کو آرزو ہوتی ہے۔ یہ قراقورم بنجر سرزمینوں کا دارالحکومت بڑا عجیب شہر تھا۔ یہاں ہواؤں کے جھکڑ جھاڑو دیتے تھے اور بیاباں کی ریگ کوڑے لگاتی تھی۔ گارے اور پھونس کی جھونپڑیاں اس طرح جمع تھیں کہ ان کے درمیان کسی طرح کی سڑک کا تصور باقی نہ رہنے پاتا تھا۔ شہر کے اطراف کالے سمور کے یورتوں کی مدور چوٹیاں تھیں۔

تکلیف اور آوارہ گردی کے ایام گزر چکے تھے۔ وسیع اصطبلوں میں چنے ہوئے گھوڑوں کے ریوڑ جاڑوں کا موسم گزارتے تھے اور ان کی جلد پر خان کی مہر لگی ہوئی تھی۔

Marfat.com

بڑے بڑے کھلیانوں میں قحط سالی سے بچاؤ کے لیے خوراک جمع تھی۔ آدمیوں کے لیے باجرہ اور چاول، گھوڑوں کے لیے چارہ اور گھاس۔ مسافروں اور شمالی ایشیاء کے ملکوں سے جوق در جوق آنے والے سفیروں کے آرام کے لیے سرائیں جابجا بن چکی تھیں۔

جنوب سے عرب اور ترک تاجر آتے۔ ان سے معاملہ کرنے کا چنگیز خان نے ایک طریقہ نکالا۔ وہ ان سے دام نہیں چکاتا تھا۔ اگر تاجر قیمتوں کے معاملے میں تکرار کرتے تو وہ ان کا سارا مال اسباب ضبط کر لیتا۔ اگر وہ ہر چیز خان کے سپرد کر دیتے تو وہ انہیں اتنا انعام دیتا کہ انہیں اپنے سامانِ تجارت کی قیمت سے زیادہ ہی آمدنی ہو جاتی۔

شہر میں سفیروں کا جو محلہ تھا، اس کے قریب ہی پجاریوں کی بستی تھی۔ پتھر کی مسجدوں کی بغل میں پرانے بدھ مت کے مندر اور نسطوری عیسائیوں کے چھوٹے چھوٹے لکڑی کے بنے ہوئے گرجے تھے۔ ہر شخص کو اجازت تھی کہ وہ جس طرح چاہے عبادت کرے، لیکن شرط یہ تھی کہ وہ یاسا کے قوانین کی پابندی کرے اور مغل اردو کے اصول پر عمل کرے۔

سیاح اور مسافر سرحد پر مغل افسروں سے ملتے۔ یہ افسر انہیں رہبروں کے ساتھ قراقورم بھیج دیتے۔ ان مسافروں کے آنے کی اطلاع پہلے ہی قافلے کی شاہراہ پر تیز رفتار اور مصروفِ عمل نامہ بروں کے ذریعے کرا دی جاتی۔ جب یہ مسافر اور سیاح خان کے شہر کے نواح میں پہنچتے اور شہر کے قریب چرتے ہوئے ریوڑ، یورتوں کی کالی چھتیں اور اطراف کے مسطح بے شجر میدان پر کبت کاؤں کی قطاریں انہیں نظر آنے لگتیں تو ان کی حفاظت قانون وسزا کے ذمہ دار افسر کے سپرد ہو جاتی۔

خانہ بدوشوں کے ایک پرانے دستور کے مطابق ان مسافروں کو دو بڑے بڑے دہکتے ہوئے الاؤوں کے درمیان سے ہو کر گزرنا پڑتا۔ اس سے انہیں عموماً کوئی نقصان نہ پہنچتا، لیکن مغلوں کا عقیدہ تھا کہ اگر ان آنے والوں میں سے کسی پر بھوت پریت کا سایہ ہے تو وہ آگ سے جل کر راکھ ہو جائے گا۔ اس کے بعد ان کے رہنے اور خوراک کا انتظام کیا جاتا

Marfat.com

اور اگر خان کی اجازت مل جاتی تو انہیں اس مغل فاتح کے سامنے حاضر ہونے کا موقع ملتا۔

اس کا دربار ریشمی استر اور سفید سمور کے ایک اونچے شامیانے میں منعقد ہوتا۔ دروازے ہی پر ایک چاندی کی میز پر گھوڑی کا دودھ، پھل اور گوشت افراط سے رکھا ہوتا، تا کہ جو جو اس کی خدمت میں پیش ہو شکم سیر ہو کے کھانا کھائے۔ شامیانے کے دوسرے سرے پر ایک نیچی سی چوکی پر چنگیز خان جلوہ افروز ہوتا اور اس سے نیچے بائیں جانب بورتائی یا اس کی کوئی اور بیوی بیٹھی ہوتی۔

بہت کم وزیر اس کی پیشی میں حاضر ہوتے۔ شاید لیو چتسائی ہوتا، گاڑھا ہوا لبادہ پہنے، دراز ریش، بلند آواز، شاندار، یا شاید ایک ایغوری میر منشی ہوتا، کاغذ کا خرینہ اور موقلم لیے ہوئے۔ یا کوئی مغل نویان ہوتا جس کے سپرد ساقی کی اعزازی خدمت ہوتی۔ شامیانے کی دیواروں کے کنارے کنارے چوکیوں پر دوسرے سردار باملاحظہ باادب بیٹھے ہوتے۔ یہ اردو کا معمولی لباس پہنے ہوتے۔ روئی سے بھرے ہوئے لمبے لمبے کوٹ، جن کے کمر بند لٹکتے ہوتے اور اوپر کو اٹھی ہوئی سفید سمور کی ٹوپیاں۔ شامیانے کے بیچوں بیچ کانٹوں اور گوبر کا الاؤ جلتا ہوتا۔

ترخان جن کی سب سے زیادہ عزت ہوتی، جب چاہتے درانہ چلے آتے اور چوکیوں پر آلتی پالتی مار کے بیٹھ جاتے اور اپنے جنگ سے داغ دار ہاتھوں کو اپنی مضبوط شہسواری کی عادی رانوں پر رکھ لیتے۔ ان کے ساتھ ہی ارخون اور دستوں کے سالار اپنا عصا سنبھالے آ بیٹھتے۔ بہت رک رک کے اور چبا چبا کے آپس میں بات چیت ہوتی اور جب خان کچھ کہتا تو ساری محفل پر سناٹا چھا جاتا۔

جب وہ کوئی بات کہہ چکتا تو اس موضوع پر گفتگو ختم ہو جاتی۔ اس کے بعد کسی کو ایک لفظ کہنے کی مجال نہ تھی۔ بحث کرنا بدخلقی سمجھی جاتی تھی۔ مبالغہ اخلاقی پستی سمجھا جاتا تھا اور جھوٹ کی سزا دینا، سزا کے ذمہ دار افسر کا فرض تھا۔ بہت کم الفاظ زبان سے نکالے جاتے،

Marfat.com

اور بہت احتیاط اور صحتِ بیان کے ساتھ۔

اجنبی مسافروں اور سیاحوں سے توقع کی جاتی کہ وہ اپنے ساتھ تحائف لائیں۔ تحائف پہلے ہی خان کی خدمت میں پیش کر دیئے جاتے۔اس کے بعد کہیں اس روز کے محافظ دستے کا سردار آنے والوں کو خان کی خدمت میں پیش آتا۔اس کے بعد نوواردوں کی تلاشی لی جاتی کہ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہیں اور انہیں ہدایت کی جاتی کہ شامیانے کی دہلیز کو مس نہ کریں اور اگر خیمہ میں باریابی ہوتی تو ہدایت ملتی کہ خیمے کی رسیوں کو ہاتھ نہ لگائیں۔دوزانو ہو کر خان سے بات کریں۔ایک مرتبہ جب وہ اردو میں باریاب ہوتے تو جب تک خان کی اجازت نہ ہوتی وہ واپس نہیں جاسکتے تھے۔

قراقورم جسے اب گوبی کی بڑھتی ہوئی ریت ہضم کر چکی ہے اس زمانے میں ایک ایسا پایہ تخت تھا جس پر آہنی عزم سے حکومت کی جاتی تھی۔جو لوگ اردو میں داخل ہوتے وہ اس مالکِ تاج وتخت چنگیز خان کے نوکر شمار ہونے لگتے۔اس کے علاوہ اور کسی قانون کا رواج نہ تھا۔

قوی دل راہب پادری روبری کوئس لکھتا ہے ''جب میں تاتاریوں میں شامل ہوا تو میں نے اپنے آپ کو ایک بالکل دوسری دنیا میں پایا۔''

یہ ایک ایسی دنیا تھی جو یاسا کے قوانین کے مطابق چلتی تھی اور جو خاموشی سے خان کی مرضی کی پابندی کرتی۔سارا کاروبار فوجی تھا اور نظم وضبط انتہا درجے کا تھا۔خان کا شامیانہ جنوب کی طرف کھلتا اور اس کے پہلو میں جگہ خالی چھوڑ دی جاتی۔جیسے بنی اسرائیل نے خطے کے اطراف اپنے لیے مقامات مقرر کر رکھے تھے،اسی طرح خان کے میمنہ اور میسرے میں اردو کے لوگوں کے لیے جگہیں مقرر تھیں۔

خان کا اپنا گھر بار بہت بڑھ گیا تھا۔بھوری آنکھوں والی بورتائی کے علاوہ خان کی اور بھی کئی بیویاں تھیں،جو اردو کے مختلف حصوں میں اپنے اپنے خیموں میں رہتیں اور ان کی

Marfat.com

اپنی قوم کے لوگ ان کی خدمت گزاری کرتے۔اس کی بیویوں میں ختا اور لیاؤ کی شہزادیاں تھیں، ترک شاہی خانوادوں کی بیٹیاں تھیں اور صحرا کے قبیلوں کی سب سے زیادہ خوبصورت عورتیں تھیں۔

جس طرح وہ مردوں میں فراست اور مشقت پسندی کی قدر کرتا تھا۔ جیسے وہ اچھے گھوڑوں کی تیزی اور قوتِ برداشت کو پسند کرتا تھا، اسی طرح وہ عورتوں کے حسن کا قدردان تھا۔ کوئی مغل اس سے کسی مفتوحہ صوبہ کی کسی خوبصورت، خوش اندام لڑکی کا ذکر کرتا، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتا کہ معلوم نہیں اب وہ کہاں ہوگی تو بے صبری سے خان اسے جواب دیتا۔

''اگر وہ سچ مچ خوبصورت ہے تو میں اسے ڈھونڈھ نکالوں گا۔''

ایک بڑے مزے کی حکایت اس کے ایک خواب کے متعلق ہے جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہوا۔ خواب یہ تھا کہ اس کی بیویوں میں سے ایک اسے ضرر پہنچانے کے لیے سازش کر رہی ہے۔ اس وقت وہ حسبِ معمول میدانِ جنگ میں تھا۔ جب وہ بیدار ہوا تو فوراً پکار اٹھا۔ ''خیمے کے دروازے پر محافظوں کا افسر آج کون ہے؟''

جب اس افسر نے اپنا نام بتایا تو خان نے حکم دیا ''میں تجھے فلاں فلاں عورت بطور انعام کے بخشتا ہوں۔ اسے اپنے خیمے میں لے جا۔''

اخلاقیات کے مسئلے وہ بالکل اپنے انداز میں حل کیا کرتا تھا۔ اس کی ایک اور داشتہ تھی جس کے اس کے خانوادے کے ایک اور مغل سے تعلقات ہو گئے تھے۔ جب خان نے اس پر غور کیا تو دونوں میں سے کسی کو قتل نہ کیا بلکہ دونوں کو اپنی پیشی سے دور کر دیا اور یہ کہا ''یہ میری غلطی تھی کہ ایسے ذلیل جذبات والی لڑکی میں نے اپنے لیے چنی تھی۔''

اپنے بیٹوں میں سے وہ صرف ان چاروں کو جو بورتائی کے بطن سے تھے اپنا وارث مانتا تھا۔ وہ اس کے منتخب ساتھی تھے۔ وہ ان کی نگرانی کرتا تھا اور ان میں سے ہر ایک کے لیے اس نے ایک کہنہ مشق افسر کو استاد مقرر کیا تھا۔

Marfat.com

اور جب وہ ان کی مختلف طبیعتوں اور مختلف طرح کی صلاحیتوں سے مطمئن ہو گیا تو اس نے ان میں سے ہر ایک کو ارلوق (شاہین) کا خطاب دیا تھا۔ یہ خطاب شہنشاہی نژاد کا نشان تھا۔ تنظیم و عمل میں بہت کچھ کام ان شہزادوں کے سپرد تھا۔

جوجی سب سے بڑا بیٹا تھا، میر شکار مقرر ہوا۔ مغل اب بھی اپنی زیادہ تر غذا شکار ہی سے فراہم کرتے تھے۔ چغتائی کو میرِ قانون وسزا مقرر کیا گیا۔ اوغدائی کو میرِ مشاورت، اور تولی کو جو سب سے چھوٹا تھا اور جو برائے نام فوج کا سپہ سالارِ اعظم تھا، خان ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ یہ جوجی وہی تھا جس کے بیٹے باتو نے تاتاران زریں خیل کے خانوادے کی بنیاد رکھی، جس نے روس کو کچل دیا۔ چغتائی وہ تھا جسے وسط ایشیاء ورثہ میں ملا اور جس کی اولاد میں ہندوستان کے عظیم مغلیہ خاندان کا بانی بابر تھا۔ تولی وہ تھا جس کے بیٹے قوبلائی خان کی سلطنت بحیرۂ چین سے لے کر وسط یورپ تک پھیلی ہوئی تھی۔

نوجوان قوبلائی چنگیز خان کا بڑا چہیتا تھا۔ دادا کو اپنے اس پوتے پر بڑا فخر تھا۔ ''اس لڑکے قوبلائی کی باتیں غور سے سنو! یہ بڑی سمجھ بوجھ کی بات کرتا ہے۔''

جب چنگیز خان ختا سے واپس لوٹا تو اس کی نوعمر سلطنت کے مغربی نصف حصہ کی حالت بڑی خستہ ہو رہی تھی۔ وسط ایشیاء کے طاقتور ترک قبیلے جو قراختائی سلطنت کے باجگزار تھے۔ ایک بڑے طاقتور غاصب کے ساتھ مل گئے تھے، جس کا نام شلوک یا تو چلوق تھا۔ یہ نائیمان کا شہزادہ تھا اور کچھ عرصہ قبل قرایت والی جنگ کے بعد مغلوں سے شکست کھا چکا تھا۔

کوشلوک نے دغابازی کے ذریعے نفع اٹھایا تھا اور ترقی کی تھی۔ اس نے مغرب بعید کی زیادہ طاقتور سلطنتوں سے ساز باز کر کے اپنے آقا اور میزبان قراختائی کے خان کو قتل کر دیا تھا۔ جب چنگیز خان دیوار چین کے اس پار لڑائیوں میں مصروف تھا، اس نے کارآمد قوم ایغور میں انتشار پھیلا دیا اور المالیق کے عیسائی خان کو قتل کر دیا تھا جو مغلوں کا باجگزار تھا۔

Marfat.com

مکریت جو ہمیشہ سے متلون مزاج تھے۔ اردو کو چھوڑ کے اس سے جا ملے تھے۔

قراقورم واپس آتے ہی چنگیز خان نے کوشلوک کی جواں مرگ سلطنت کا، جو تبت سے سمرقند تک کے وسیع کہستانی سلسلوں میں پھیلی ہوئی تھی قلع قمع کر دیا۔ اردو تازہ گھوڑوں پر سوار ہو کے نالیمانوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا۔ قراختائی کا بادشاہ دھوکا کھا کے اپنی کمین گاہ سے باہر نکل آیا اور تجربہ کار مغلوں کے ہاتھوں خوب پٹا۔[6] سوبدائی بہادر کو ایک دستہ کے ساتھ علیحدہ بھیجا گیا کہ مکریتوں کو فرض شناسی کا سبق سکھائے۔ جی نویان کو دو تومان کی سرداری عطا ہوئی اور حکم ملا کہ کوشلوک کا تعاقب کر کے اس کی لاش لے آئے۔

کوہستانوں میں جی نویان نے کس کس طرح داؤ گھات سے وار کیے، ان کی تفصیل یہاں بیان کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ اس نے مسلمانوں کی حمایت اس طرح حاصل کی کہ کوشلوک کے علاوہ باقی تمام دشمنوں کے لیے معافی کا حکم نامہ سنایا۔ جنگ کی وجہ سے بدھ خانقاہوں کے دروازے عرصے سے بند تھے، اس نے انہیں پھر سے کھلوا دیا۔ پھر اس کے سطح مرتفع پہلو میر پر ایک سال کے بعد شہنشاہ کوشلوک کا تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ کوشلوک مارا گیا اور اس اولوالعزم مغل نے اس کے سر کے ساتھ ایک ہزار سفید ناک والے گھوڑے جو وہ گویا سرراہے جمع کرتا جا رہا تھا، چنگیز خان کے پاس قراقورم بھجوائے۔

اگر اس کو اس پہلی جنگ میں شکست ہو جاتی تو یہ چنگیز خان کے لیے بڑا مہلک واقعہ ہوتا لیکن اس فتح سے دو نتیجے برآمد ہوئے، ترک قبیلے تبت سے لے کر پہاڑوں کے اس پار روس کی چراگاہوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان قبیلوں میں سے جو مغل علاقے کے قریب تھے وہ اردو میں شامل ہو گئے۔ شمالی ختا کے زوال کے بعد ایشیاء کا توازنِ قوت انہیں خانہ بدوش ترکوں کے ہاتھ میں تھا۔ فاتح مغل ابھی تک اقلیت میں تھے۔

مندروں کے کھلنے سے چنگیز خان کو نئی شان و شوکت میسر آئی۔ پہاڑی شہروں سے لے کر وادیوں کی خیمہ گاہوں تک سب کو یہ معلوم ہو گیا کہ اس نے ختا کو فتح کیا ہے اور بدھ

Marfat.com

مت رکھنے والے ملک ختا کا ہمہ گیر اور مبہم اثر اس کی شخصیت سے وابستہ ہو گیا۔ شکست خوردہ قرا ختا کے ملاؤں کے لیے بھی کم سے کم یہ امر اطمینان بخش تھا کہ اب وہ طرح طرح کے محاصل سے آزاد تھے۔ تبت کی برف پوش چوٹیوں کے نیچے دنیا بھر کے مذہبی تعصب کے بدترین اکھاڑے میں بھکشو اور ملا اور لاما سب ایک گھاٹ کا پانی پیتے تھے اور سب کو تنبیہ کی جا چکی تھی۔ اصلی سایہ یاسا کے قانون کا تھا۔ داڑھی والے ختائی، خان کے قاصد بن کر اس فاتح کے نئے قانون پر خطبے دیتے تھے اور اس مذہبی افراتفری میں ایک طرح کا نظم وضبط پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ بالکل اسی طرح وہ آہنی عزم والے مقولی بہادر کے زیر سایہ چین کی سرزمین کو پھر سے آرام اور چین پہنچانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔

ایک قاصد قافلے کی شاہراہ پر گھوڑا دوڑاتا جی نویان کو یہ خوشخبری سنانے آن پہنچا کہ ایک ہزار گھوڑے جو اس نے خان کو بھیجے تھے پہنچ گئے ہیں اور ساتھ ہی یہ پیغام سنایا۔ ''فتح کی وجہ سے مغرور نہ بننا۔''

جی نویان پر اس نصیحت کا اثر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، وہ تبت کے کوہساروں میں سپاہیوں کو جمع کرتا رہا۔ وہ قراقورم واپس بھی نہ پہنچ پایا۔ دنیا کے ایک اور حصے میں اس کے لیے ابھی اور کام باقی تھا۔

اس درمیان میں کوشلوک کی شکست کے بعد شمالی ایشیاء پر امن کا فوری اور قطعی سناٹا ایک پردے کی طرح چھا گیا۔ چین سے لے کر بحرِ جند (آرال) تک ایک ہی آقا کی حکومت تھی۔ بغاوت مسدود ہو چکی تھی۔ شاہ کے قاصد طول البلد کے پچاس پچاس درجے اپنے راہواروں پر طے کرتے اور کہا جاتا تھا کہ خانہ بدوشوں کی اس سلطنت کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اگر کوئی دوشیزہ اپنے ساتھ تھیلا بھر سونا لیے چلی جائے تب بھی کوئی اس سے مزاحمت نہ کر پائے گا۔

لیکن اس انتظامی کاروبار سے بوڑھے فاتح کی پوری تشفی نہیں ہوتی تھی۔ اسے

Marfat.com

چراگاہوں میں سرما کے شکار میں اب لطف نہ آتا تھا۔ ایک دن قراقورم میں اپنے شامیانے میں اس نے محافظ دستے کے ایک سردار سے پوچھا کہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ لطف کس بات میں آتا ہے۔

سردار نے ذرا سوچ کر جواب دیا۔ ''کھلا میدان ہو، روزِ روشن ہو اور آدمی تیز گھوڑے پر سوار ہو اور ہاتھ پر شہباز بیٹھا ہو جو خرگوش کو چوکنا کر دے۔''

چنگیز خان نے جواب میں کہا۔ ''نہیں اپنے دشمنوں کو کچلنا، انہیں اپنے قدموں میں گرتے دیکھنا، ان کے گھوڑے اور ان کے سامان چھیننا، ان کی عورتوں کا نالہ و بکا سننا، اس سے زیادہ اور کسی بات میں مزہ نہیں آتا۔''

یہ مالکِ تاج و تخت دنیا کے لیے عذابِ الیم بھی تھا۔ فتح کی نئی چال جو اس نے چلی وہ بڑی عجیب تھی۔ اس کا رخ اب مغرب کی جانب تھا اور یہ واقعہ عجیب طرح پیش آیا۔

○

Marfat.com

بارہواں باب

صمصام الاسلام

ابھی تک چنگیز خان کی سلطنت کی حدیں مشرقی ایشیاء تک محدود تھیں۔ اس نے اپنے صحراؤں میں پرورش پائی تھی اور متمدن دنیا سے اسے پہلی مرتبہ ختا میں سابقہ پڑا تھا۔ اور ختا کے شہروں سے وہ پھر اپنی آبائی زمینوں کی چراگاہوں کو واپس لوٹ گیا تھا۔ حال ہی میں کوشلوک والے واقعے، اور مسلمان تاجروں کی آمدورفت سے ایشیاء کے باقی حصہ کے متعلق معلومات حاصل ہوئی تھیں۔

اسے اب معلوم تھا کہ اس کی مغربی سرحد کے سلسلہ کوہ کے اس پار ایسی شاداب وادیاں تھیں، جہاں کبھی برفباری نہ ہوتی تھی۔ وہاں ایسے دریا بہتے تھے جو کبھی منجمد نہ ہوتے تھے۔ وہاں لاکھوں مخلوق ایسے شہروں میں رہتی تھی جو قراقورم اور ین کنگ سے بھی زیادہ پرانے تھے اور ان مغرب کی آبادیوں سے وہ قافلے آتے تھے جو اپنے ساتھ بڑی آب دار تلواریں، بہترین زنجیر دار زرہیں، سفید کپڑے اور سرخ چمڑے، عنبر اور ہاتھی دانت، فیروزے اور لعل لاتے تھے۔

یہ قافلے اس تک پہنچنے کے لیے وسط ایشیاء کی دیوار فاصل عبور کر کے آتے تھے۔ یہ دیوار فاصل کوہستانوں کا وہ پیچ در پیچ سلسلہ تھا جو "دنیا کی چھت" تاغ دبش کے قریب قریب شمال مشرق اور جنوب مغرب میں پھیلتا چلا گیا تھا۔ یہ پہاڑی روک ازمنہ ماقبل تاریخ

Marfat.com

سے اسی طرح قائم تھی۔قدیم زمانے کے عرب اسی کو کوہ قاف کہتے تھے۔ یہ وسیع اور غیر آباد پہاڑی سلسلہ گوبی کے خانہ بدوشوں اور باقی دنیا کے درمیان حائل تھا۔

وقتاً فوقتاً خانہ بدوش قوموں نے سلسلہ کوہ کی اس فصیل کو عبور کیا تھا۔ ایسے وقتوں میں جب کہ ان کے پیچھے مشرق کی اور زیادہ طاقتور قوموں نے انہیں نکال بھگایا تھا۔اس سلسلہ کوہ کے اس پار ہونی اور آوارہ قومیں بھی گئی تھیں، مگر پھر پلٹ کر واپس نہ آئیں۔

فوقتاً فوقتاً یہ بھی ہوا تھا کہ مغربی فاتح اس پہاڑی سلسلے کے اس پار تک کی سرحد عبور کر لیتے۔ سترہ سو سال پہلے ایران کے بادشاہ اپنی زرہ پوش سوار فوج کے ساتھ ان پہاڑوں کے مغرب میں دریائے سندھ اور سمرقند تک آن پہنچے تھے---- اور ان علاقوں تک جہاں تاغ دبش کی قدرتی فصیلیں نظر آتی ہیں۔اس کے دو سو سال بعد نڈر اسکندر اعظم اپنے یونانی دستوں کے ساتھ اتنی ہی دور تک گھس آیا تھا۔

قصہ مختصر یہ سلسلہ ہائے کوہ بہت بڑے پیمانے پر براعظم ایشیاء کی تقسیم کرتے تھے۔ ایک حصے میں چنگیز خان کے صحرانوردر ہتے تھے اور دوسرے حصے میں مغرب کی وادیوں میں رہنے والے جن کی سرزمین کو اہلِ ختا ''تاتسین'' یا دور کا علاقہ کہتے تھے۔

ایک قابل چینی سپہ سالار ایک مرتبہ ان تنہا کوہساروں تک اپنی فوج لے آیا تھا۔لیکن ان پہاڑوں کے اس پار جنگ کرنے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی تھی۔

اب جی نویان نے جو مغل ارخانوں میں سب سے زیادہ تیز و تند تھا، اس پہاڑی سلسلے کے قلب میں پڑاؤ ڈالا تھا اور جوجی مغرب کی طرف گردش کرتا کرتا قپچاق قبیلوں کے گھاس سے لدے ہوئے میدانوں میں جا پہنچا تھا۔انہوں نے دو ایسے راستوں کی اطلاع بھیجی تھی جو اس پہاڑی سلسلے کے اس پار پہنچتے تھے۔

فی الوقت چنگیز خان کو تجارت سے دلچسپی تھی۔ وسط ایشیاء کے اس پار کی مسلمان قوموں کی مصنوعات، خصوصاً ان کے ہتھیار سیدھی سادی زندگی بسر کرنے والے مغلوں

Marfat.com

کے لیے بڑی شوکت اور امارت کی چیزیں سمجھے جاتے تھے۔ اس نے اپنی سرزمین کے تاجروں کی، جن میں اس کی مسلمان رعایا کے افراد بھی شامل تھے ہمت افزائی کی کہ وہ مغرب کی طرف تجارتی قافلے بھیجیں۔

اسے معلوم ہوا کہ مغرب میں اس کا قریب ترین ہمسایہ خوارزم شاہ ہے، جس نے خود ایک بہت بڑی سلطنت فتح کی ہے۔ چنگیز خان نے خوارزم شاہ کے پاس قاصدوں کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا۔

''میں تجھے پیامِ تہنیت بھیجتا ہوں۔ میں تیری طاقت اور تیری سلطنت کی عظمت اور وسعت سے آگاہ ہوں۔ میں تجھے اپنا عزیز فرزند سمجھتا ہوں۔ اپنی جگہ تجھے بھی یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے چین اور بہت سی ترک قوموں کو فتح کیا ہے۔ میرا ملک سپاہیوں کی خیمہ گاہ ہے، چاندی کی کان ہے اور مجھے نئے علاقوں کی ضرورت نہیں۔ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم دونوں کا برابر کا فائدہ اسی میں ہے کہ میری اور تیری رعایا کے درمیان تجارت کے تعلقات بڑھائے جائیں۔''

اس وقت کے مغل کے نقطہ نظر سے یہ پیغام بڑا ہی نرم تھا۔ ختا کے آنجہانی شہنشاہ کو چنگیز خان نے جو پیغام بھیجا تھا، خالص اشتعال انگیز حقارت پر مبنی تھا۔ علاؤالدین محمد خوارزم شاہ کو اس نے تجارت کا سیدھا سادھا دعوت نامہ بھیجا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شاہ کو اپنا فرزند کہنا اس کی سبکی کرنا تھا، کیونکہ ایشیاء میں اپنے باجگزاروں کو اس خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اسی طرح مفتوح ترک قبیلوں کا ذکر بھی ذرا خاروار تھا کیونکہ شاہ خود ترک تھا۔

خان کے قاصد شاہ کے لیے بیش قیمت تحفے لائے —— چاندی کی سیخیں، بیش قیمت جیڈ، سفید اونٹوں کی اون کے لبادے، لیکن کانٹا کھٹک ہی گیا۔ شاہ نے پوچھا۔ ''چنگیز خان ہے کون؟ کیا اس نے سچ مچ چین کو فتح کر لیا ہے؟''

قاصدوں نے عرض کی کہ ہاں یہ صحیح ہے۔

Marfat.com

"کیا اس کی فوجیں میری فوجوں کی طرح کثیر ہیں۔" شاہ نے پھر یہ سوال کیا۔

قاصد مسلمان تھے، مغل نہیں تھے۔ انہوں نے بڑی مصلحت بینی سے اس سوال کا جواب مبہم طور پر یوں دیا کہ خان کے لشکر کا اور اس کے لشکر کا کوئی مقابلہ نہیں۔ شاہ مطمئن ہو گیا، اور اس نے تاجروں اور سامانِ تجارت کا مبادلہ منظور کر لیا۔ ایک آدھ سال معاملہ ٹھیک رہا۔

اس عرصہ میں چنگیز خان کی شہرت دوسرے مسلم ملکوں تک پہنچی۔ خلیفہ بغداد اسی خوارزم شاہ کی تعدی سے ہراساں تھا۔ خلیفہ کو لوگوں نے سمجھایا کہ چین کی سرحد پر جو خان ہے وہ اس کی مدد کر سکتا ہے۔ بغداد سے قراقورم کو ایک قاصد بھیجا گیا اور چونکہ وہاں تک پہنچنے کے لیے خوارزم شاہ کے علاقوں سے ہو کر گزرنا ضروری تھا اس لیے کچھ احتیاطی تدابیر بھی کی گئیں۔

تاریخوں کا بیان ہے کہ اس قاصد کا منصب اور پیغام اس کے سر کے بال مونڈ کر سر کی جلد پر آتشیں قلم سے لکھا گیا تھا۔ اس کے بعد بال بڑھ گئے اور قاصد کو اس کا پیغام رٹا دیا گیا تھا۔ سب کچھ ٹھیک ٹھیک ہوا۔ خلیفہ کا قاصد مغل خان کے دربار میں پہنچ گیا۔ پھر سے اس کے سر کے بال مونڈے۔ اس کا منصب شناخت کیا گیا اور اس کا پیغام سنا گیا۔

چنگیز خان نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ گمان یہ ہوتا ہے کہ چونکہ قاصد اکیلا آیا تھا اور چونکہ اس نے بڑی منت سے مدد کی درخواست کی تھی۔ اس لیے خان پر اس کا اچھا اثر نہ ہوا اور پھر خوارزم شاہ سے تجارتی معاہدہ بھی تھا۔

لیکن اس مغل نے تجارت کا جو تجربہ شروع کیا تھا وہ یک لخت ختم ہو گیا۔ شاہ کے ایک مغربی سرحدی قلعہ اترار کے قلعہ دار انیل جق نے قراقورم کے کئی سو تاجروں کے ایک قافلے کو گرفتار کر لیا۔ انیل جق نے اپنے آقا کو یہ اطلاع بھیجی کہ تاجروں میں کئی جاسوس تھے—— بہت ممکن ہے کہ واقعہ بھی یہی ہو۔

Marfat.com

محمد خوارزم شاہ نے بے سمجھے بوجھے قلعدار کو حکم بھیجا کہ تاجروں کو قتل کر دیا جائے چنانچہ تمام تاجر قتل کر دیے گئے۔ کچھ عرصہ بعد اس کی اطلاع چنگیز خان کی ہوئی۔ جس نے احتجاج کرنے کے لیے شاہ کے پاس قاصد بھیجے۔ محمد خوارزم شاہ کو یہی سوجھی کہ قاصدوں کے امیر کو قتل کر دے اور باقیوں کی داڑھیاں جلا دے۔

جب اس کی سفارت کے باقی ماندہ لوگ چنگیز خان کے پاس واپس پہنچے تو گوبی کا آقا ایک پہاڑ پر چڑھا کہ وہاں اکیلا اس معاملے پر غور کرے۔ مغل قاصد کے قتل کی سزا دینی ضروری تھی۔ رسم یہی تھی کہ زیادتی کی جائے تو اس کا بدلہ ضرور لینا چاہیے۔

خان نے اعلان کیا ''نہ آسمان پر دو سورج چمک سکتے ہیں، نہ زمین پر دو خاقان ایک ساتھ رہ سکتے ہیں۔''

اب سچ مچ کوہساروں میں جاسوس دوڑائے گئے۔ چابک سواروں نے صحراؤں میں گشت کر کے اردو کے جھنڈوں کے تلے سپاہیوں کو طلب کرنا شروع کیا۔ اس مرتبہ شاہ کو ایک مختصر اور ڈراؤنا پیغام بھیجا گیا۔

''تو نے جنگ کا انتخاب کیا ہے۔ اب جو ہونا ہے وہ ہوگا۔ اور کیا ہوگا؟ ہمیں معلوم نہیں، صرف خدا کو معلوم ہے۔''

ان دو فاتحوں کے درمیان جنگ چھڑنی لازمی تھی۔ اب وہ چھڑ چکی تھی، لیکن مغل زیادہ محتاط تھا۔ اس نے جنگ تب شروع کی تھی، جب کہ دوسرے نے اس کی وجہ فراہم کی تھی۔

یہ سمجھنے کے لیے کہ چنگیز خان کو کن حالات کا سامنا کرنا تھا۔ آیئے پہاڑوں کے اس پار کی دنیا دیکھیں، دنیائے اسلام اور خوارزم شاہ کی سلطنت۔

یہ دنیا صاحب سیف لوگوں کی تھی، اسے گانا سننے اور سمجھنے کا ہنر بھی آتا تھا۔ اس دنیا میں اندرونی کشمکش اور مصیبتیں بھی تھیں۔ یہاں دولت پیدا کی جاتی تھی۔ غلامی کا رواج تھا، اور بعض علاقوں میں سازش کا دور دورہ تھا۔ اس زمانے میں حکومت مرتشی اور زبردستی محصول

Marfat.com

وصول کرنے والوں کے ہاتھ میں تھی۔عورتیں خواجہ سراؤں کی حفاظت میں تھیں اور ضمیر اللہ کے سپرد۔

مختلف فرقے قرآن مجید کی مختلف تفسیریں اور توجیہیں کرتے تھے۔اس دنیا میں ناداروں کو زکوۃ دی جاتی تھی۔صفائی اور پاکیزگی کا بڑا خیال رکھا جاتا تھا۔روشن صحنوں میں مجلس منعقد ہوتی تھی اور امیر غرباء کا بڑا خیال اور لحاظ رکھتے تھے۔اپنی عمر میں کم از کم ایک مرتبہ ہر شخص زیارتِ بیت اللہ کے لیے مکہ معظمہ کا سفر کرتا تھا۔اس زیارت میں امیر غریب سب دوش بدوش مساوات کے ساتھ شریک ہوتے۔ان کا عقیدہ اور زیادہ قوی ہو جاتا اور جب وہ گھر واپس آتے تو زائرین کی کثرت اور دنیائے اسلام کی عظمت اور وسعت سے متاثر ہو کے واپس آتے۔

کئی سو سال پہلے ان کے نبیؐ نے جو مشعل فروزاں کی تھی اس کی روشنی عربوں نے دور دور تک پہنچائی۔اس کے بعد مختلف اسلامی اقوام نے بہت سی فتوحات مل جل کر حاصل کیں۔اسلامی عساکر کی پہلی فوج ان کو ہسپانیہ، پورے شمالی افریقہ، مصر اور صقلیہ تک لے گئی۔وقت گزرنے پر مسلمانوں کی عسکری طاقت عربوں کے بجائے ترکوں کے ہاتھوں میں منتقل ہو گئی لیکن عربوں اور ترکوں نے مل کر نصرانیوں کی ان زرہ پوش فوجوں کا مقابلہ کیا جو ان سے یروشلم چھیننے کے لیے صلیبی جنگوں میں بار بار مغرب سے آتی تھیں۔

تیرہویں صدی میں اسلامی دنیا کی عسکری طاقت اپنے پورے عروج پر تھی۔صلیبی جنگجوؤں کی طاقت ٹوٹ چکی تھی اور انہیں ارضِ مقدس کے ساحلوں تک واپس دھکیلا جا چکا تھا۔ترکوں کی پہلی فوج نے زوال آمادہ یونانی قصریت سے ایشیائے کوچک کا بڑا حصہ چھین لیا تھا۔

بغداد میں عباسی خلفاء جو امیر المومنین کہلاتے تھے، اب بھی ہارون الرشید اور البرامکہ کے زمانے کی شوکت و سطوت کا چراغ جلائے رکھتے تھے۔فنونِ لطیفہ میں شاعری اور موسیقی

Marfat.com

کا خاص طور پر رواج تھا۔ حاضر جوابی سے قسمتیں بن جاتی تھیں۔

عمر خیام جو بڑا صاحبِ نظر منجم تھا اس نے یہ رباعی لکھی ہے:

قرآں کہ مہیں کلام خوانند او را
کہ گاہ نہ بر دوام خوانند او را
درخط پیالہ آمتے ہست مقیم
کاندر ہمہ جامدام خوانند او را

لیکن عمر خیام جیسا مفکر بھی اسلامی عسکریت کی شان و شوکت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

ہرجا کے گلے و لالہ زائے بوداست
از سرخی خون شہر یارے بوداست

عمر خیام اپنی رباعیاں لکھتے لکھتے اضطراب اور مایوسی کے عالم میں ذرا رک کے جمشید کے دربار اور محمود غزنوی کے تخت طلائی کے متعلق سوچ لیا کرتا۔ کبھی کبھی وہ جنت کے تصور کے متعلق بھی خیال آرائی کرتا۔

عمر خیام اور ہارون الرشید کو مرے عرصہ ہو چکا تھا لیکن محمود غزنوی کی اولاد اب بھی شمالی ہند پر حکمران تھی۔ خلفائے بغداد کو اب دنیا کی زیادہ سمجھ بوجھ ہو گئی تھی۔ اور وہ بجائے فتوحات کے سیاسیات کی طرف زیادہ توجہ کرتے تھے۔ اب بھی اسلامی مجاہدین میں یہ جذبہ موجود تھا کہ آپس کے جھگڑے بھول کے اپنے دین و ایمان کے دشمن کے مقابلے میں متحد ہو جائیں۔ اب بھی ان مجاہدین کی شوکت اولوالعزمی کا وہی حال تھا جو ہارون الرشید کے زمانے میں تھا۔ جب کہ الف لیلہ کی روائتوں کے مطابق وہ اپنے یارانِ بادہ خوار سے مذاق کیا کرتا تھا۔

جنگجو بادشاہوں کے یہ نام لیوا بڑی زرخیز سرزمین پر آباد تھے۔ جہاں درخت پوش

Marfat.com

پہاڑوں سے نکلی ہوئی ندیاں صحرا کی ریت اور مٹی کو سیراب کر کے اس سے بافراط غلہ اور میوے اگاتیں۔ یہاں آفتاب کی حرارت سے ذہانت تیز ہوتی تھی اور عیش پسندی کا میلان بڑھتا تھا۔ ہوشیار کاریگر اسلحہ بناتے۔ ان ہتھیاروں میں ایسی لچکیلی تلواریں تھیں جو لچک کے دہری ہوسکتی تھیں۔ ڈھالیں تھیں جن پر نقرئی کام منقش ہوتا۔ زنجیر دار زرہیں اور فولاد کے ہلکے ہلکے خود تھے۔ یہ لوگ تیز رفتار اعلیٰ نسل کے گھوڑوں پر سواری کرتے مگر یہ گھوڑے جلدی تھک جاتے تھے۔ آتش نفت اور یونانی آگ کے استعمال کے اسرار سے یہ واقف تھے۔

ان کی تفریح کے بہت سے سامان تھے۔ ایک شاعر کے الفاظ ہیں: ''شعر اور نغمہ، موسیقی، بہتی ہوئی لذیذ شراب، چوسر اور شطرنج اور شکار گاہ، شہباز اور تیز چیتے، گوے و چوگان، دربار، میدانِ جنگ اور لاجواب ضیافتیں، گھوڑے اور ہتھیار۔ فیاضی کی زندگی، خدا کی حمد وثنا اور اس کی عبادت۔''

دارالسلام کے قلب میں اس وقت علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ امیرِ جنگ کی حیثیت سے متمکن تھا۔ اس کی سلطنت ہندوستان سے بغداد تک، بحیرہ خوارزم سے خلیج فارس تک پھیلی ہوئی تھی۔ دارالسلام میں، سلجوق ترکوں کے علاوہ جنہوں نے صلیبی محاربین کے مقابلے میں فتح حاصل کی تھی اور مصر کے مملوکوں کے سواسب پر اس کی حکومت مسلم تھی۔ شہنشاہ وہی تھا اور خلیفہ بغداد کی (جو اس سے لڑ چکا تھا مگر اس کی طاقت کے آگے ہار گیا تھا) وہی حیثیت رہ گئی تھی جو پوپ جیسے مذہبی پیشوا کی ہوتی ہے۔

خوارزمیوں کا شہنشاہ علاؤ الدین محمد بھی چنگیز خان کی طرح ایک خانہ بدوش قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے آباؤ اجداد سلجوقِ اعظم ملک شاہ کے غلام اور پیالہ بردار رہ چکے تھے۔ وہ اور اس کے اتابک سوار سب کے سب ترک تھے۔ وہ سچا تورانی سپاہی تھا۔ عسکریت اس کی جبلت میں تھی۔ سیاسی نکتوں کی تہ تک وہ آسانی سے پہنچ جاتا اور اس کے بخل کی بھی کوئی انتہا نہ تھی۔

Marfat.com

ہمیں معلوم ہے کہ وہ سفاک بھی بہت تھا اور وقتی جذبے کی تسلی کے لیے اپنے ساتھیوں کو اکثر قتل کرا دیتا۔ کسی بزرگ سید کو قتل کر دیتا اور پھر خلیفہ بغداد سے شفاعت کی دعا مانگنے کی درخواست کرتا۔ اگر خلیفہ اس کی بات نہ مانتا تو اس سے باغی ہو کے کسی اور کو خلیفہ بنانے میں بھی اسے دریغ نہ تھا۔ اسی طرح کے ایک جھگڑے کی وجہ سے بغداد سے چنگیز خان کے پاس ایلچی بھیجا گیا تھا۔

خوارزم شاہ کو ملک گیری کی ہوس بھی بہت تھی اور خوشامد پسند بھی تھا۔ غازی کے خطاب سے وہ بڑا خوش ہوتا اور اس کے درباری شاعر قصیدوں میں اسے سکندر ثانی کہتے۔ اپنی ماں کی سازشوں کو اس نے بڑی تعدی کے ساتھ فرو کیا اور اپنے وزیر مدارالمہام سے ہمیشہ الجھتا رہتا۔

اس کی چار لاکھ نبرد آزما فوج کا قلب خوارزمی ترکوں پر مشتمل تھا، لیکن وہ جب چاہتا ایران سے بھی فوج طلب کر سکتا تھا۔ وہ جہاں جاتا، جنگی ہاتھیوں، قطار در قطار اشتروں اور مسلح غلاموں کے جمِ غفیر کی صفیں اس کے ہمرکاب رہتیں۔

لیکن اس کی سلطنت کی اصلی پشت پناہ بڑے بڑے شہروں کی وہ کڑی تھی جو دریاؤں کے کنارے پھیلی ہوئی تھی۔ بخارا جو اپنے مدرسوں اور اپنی مساجد کی وجہ سے دنیائے اسلام کا مرکز تھا۔ سمرقند جو اپنی بلند بالا دیواروں اور باغوں اور تفریح گاہوں کی وجہ سے مشہور تھا اور بلخ اور ہرات جو خراسان کے قلب میں واقع تھے۔

چنگیز خان اس دنیائے اسلام سے، اس کے حوصلہ مند شاہ، اس کے کثیر عساکر اور اس کے عظیم الشان شہروں سے قریب قریب ناواقف تھا۔

Marfat.com

تیرہواں باب

مغرب کو یلغار

مسلمان ترکوں کے مقابلے میں فوج کشی سے پہلے چنگیز خان کو دو مسائل حل کرنا تھے۔ جب اس نے ختا کی فتح کے لیے پیش قدمی کی تھی وہ اپنے ساتھ اپنے سارے حلیف صحرائی قبیلوں کو لیتا گیا تھا۔ اب کئی سال کے لیے اسے اپنی نئی فتح کی ہوئی سلطنت کو چھوڑ کے جانا تھا، ابھی ابھی اس نئی سلطنت کی تنظیم ہوئی تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ یہ بھی ضروری تھا کہ اس سلطنت پر کوہستان کے سلسلے کے اس پار سے حکومت جاری رہے۔

اس مسئلے کو اس نے اپنے طریقے پر حل کیا۔ مقولی، ختا کو آگ اور تلوار کے زور سے روکے ہوئے تھا۔ لیاؤ کے شہزادے اپنے عقب میں نظم و ضبط قائم کرنے میں مصروف تھے چنگیز خان نے اپنے دیگر مقبوضہ علاقوں میں سے ایسے صاحبِ خاندان اور ملک گیری کی ہوس رکھنے والے معززین کی فہرست بنائی جن سے اس کا اندیشہ تھا کہ اس کی عدم موجودگی میں شورش کریں گے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک مغل قاصد کے ذریعے چاندی کی تختی پر اردو میں حاضر ہونے کا حکم نامہ بھیجا گیا۔ اس بہانے سے کہ اسے ان کی خدمات کی ضرورت ہے۔ چنگیز خان انہیں اپنے ساتھ سلطنت کے باہر یورش کے لیے لیتا گیا۔

وہ یہ چاہتا تھا کہ وہ خود کہیں بھی رہے زمامِ حکومت اسی کے ہاتھ میں رہے۔ قاصدوں کے ذریعے وہ گوبی میں خانوں کی مجلسِ مشاورت سے رسل و رسائل کا سلسلہ قائم رکھنا چاہتا

Marfat.com

تھا۔اس نے اپنے ایک بھائی کو قراقورم کا گورنر بنا کے پیچھے چھوڑا۔

جب یہ مسئلہ حل ہو چکا تھا تو دوسرا اور اس سے زیادہ ٹیڑھا مسئلہ یہ درپیش تھا کہ ڈھائی لاکھ سپاہیوں کے اردو کو جھیل بیکال سے کس طرح وسط ایشیاء کے اونچے کہساروں کے اس پار ایوان تک پہنچایا جائے۔فضائی فاصلے کے حساب سے کوئی دو ہزار میل کی مسافت تھی۔یہ علاقہ ایسا تھا کہ آج بھی مسافر مسلح قافلے کے ساتھ ہی اس علاقے میں سفر کرنے کی جرأت کرسکتا ہے۔آج کل کی فوج اگر اتنی ہی کثیر تعداد میں ہو تو اس یلغار میں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی۔

اسے کوئی شک نہیں تھا کہ اس کا اردو کامیابی سے اس مسافت تک یلغار کر سکے گا۔ اردو کو اس نے ایک ایسی فوجی طاقت میں ڈھال دیا تھا کہ وہ زمین پر ہر کہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس فوج کے نصف حصے کو دوبارہ گوبی دیکھنا نصیب نہ ہوسکا لیکن اس کے بعض مغل طولِ البلد کے نوے درجوں کا چکر کاٹ کے پھر واپس لوٹ آئے۔

1219ء کے موسمِ بہار میں جنوب مغرب کی ایک ندی کے کنارے کی چراگاہوں میں اردو کو مجتمع ہونے کا حکم صادر کیا۔ یہاں مختلف سپہ سالاروں کی سرکردگی میں اس کے تومان اکٹھے ہوئے۔ ایک ایک سوار کے جلو میں چار پانچ گھوڑے تھے۔مویشیوں کے بڑے بڑے گلے چراگاہوں میں ہانک دیئے گئے اور گرمیوں کی ہری بھری گھاس چر چر کے موٹے ہوتے رہے۔خان کا سب سے چھوٹا بیٹا اعلیٰ سپہ سالار کا عہدہ سنبھالنے کے لیے آ گیا اور پت جھڑ کے شروع میں بنفسِ نفیس چنگیز خان کی سواری قراقورم سے آئی۔

اس نے اپنی خانہ بدوش سلطنت کی عورتوں کو یوں مخاطب کیا۔ ''تم ہتھیار تو نہیں سنبھالو گی، البتہ تمہارے ذمے ایک اور فرض ہے۔ یورتوں میں اچھی طرح خانہ داری کرنا کیونکہ جب سپاہی لڑ کے واپس لوٹیں تو قاصدوں اور سفر کرنے والے نویون سرداروں کو رات گزارنے کے لیے صاف ستھری جگہ اور اچھا کھانا مل سکے۔ بیوی سپاہی کی اسی طرح

Marfat.com

عزت کر سکتی ہے۔''

معلوم ہوتا ہے کہ اپنے لشکر کی طرف جاتے جاتے اسے یہ خیال بھی آیا کہ وہ اس جنگ سے زندہ لوٹ کے نہ آئے گا۔ درختوں کے ایک خوبصورت سے جنگل میں صنوبروں کے ایک اونچے جھنڈ کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے کہا۔ ''یہ جگہ ہرنوں کے شکار کے لیے اچھی ہے اور بوڑھے کے آرام کرنے کے لیے بھی مناسب ہے۔''

اس نے حکم دیا کہ اس کی موت پر اس کا مجموعہ قوانین ''یاسا'' با آواز بلند پڑھا جائے اور سب اس کے احکام کے مطابق زندگی بسر کریں۔ اردو اور اردو کے افسروں سے اس نے کچھ اور بھی کہا:۔

''میرے ساتھ چلو اور زور آزمائی سے اس شخص کو نیچا دکھاؤ جس نے ہمیں ذلیل کیا ہے۔ تم فتح میں میرے شریک بنو گے۔ دس سپاہیوں کا سردار ہو یا دس ہزار کا، سب پر اطاعت برابر فرض ہے۔ جو اپنے فرض سے غفلت کرے گا، موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا اور اس کی عورتوں اور بچوں کا بھی یہی حشر کیا جائے گا۔''

اپنے بیٹوں، ارخانوں اور مختلف سرداروں سے مشاورت کرنے کے بعد خان نے سوار ہو کے اپنے اردو کے مختلف دستوں کا معائنہ کیا۔ اب اس کی عمر چھپن سال کی تھی۔ اس کے چوڑے چہرے پر جا بجا جھریاں پڑ گئی تھیں۔ اس کی جلد سخت ہو چلی تھی۔ وہ اپنے تیز رفتار سفید گھوڑے کی چوٹی دار زین پر، چھوٹی چھوٹی رکابوں میں پیر جمائے، گھٹنے اٹھائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی اوپر کی طرف اٹھی ہوئی سفید سموری ٹوپی میں باز کے پر لگے ہوئے تھے۔ اس کے دونوں کانوں پر سرخ کپڑے کی جھنڈیاں لہرا رہی تھیں، جیسے کسی جانور کے سینگ ہوتے ہیں، لیکن ان کا اصلی مصرف تیز ہوا میں ٹوپی کو مضبوط باندھنا تھا۔ اس کا لمبی آستینوں والا چرمی لبادہ سونے کی پیٹیوں یا سنہری اطلس کے کمر بند سے بندھا ہوا تھا۔۔۔۔۔ زیادہ بات چیت کیے بغیر وہ آراستہ دستوں کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھتا چلا گیا۔ اردو

Marfat.com

پہلے کے مقابلے میں اب ساز و سامان سے زیادہ آراستہ تھا۔ طوفانی دستوں کے گھوڑے سرخ یا سیاہ منقش چمڑے کی زرہوں میں محفوظ تھے۔ ہر سپاہی کے پاس دو کمانیں تھیں اور ایک ایک فالتو ترکش تاکہ اگر نمی زیادہ ہو تو کام آ سکے۔ ان کے خود ہلکے اور بڑے کارآمد تھے اور خود کے نیچے چمڑا لگا ہوا تھا، جس پر لوہے کی گھنڈیاں لگی تھیں، تاکہ پیچھے گردن کی حفاظت ہو سکے۔

ڈھالیں صرف چنگیز خان کے محافظ دستے کے پاس تھیں۔ بھاری سوار فوج کے پاس تلواروں کے سوا، پیٹیوں سے جنگی کلہاڑے اور کمندیں لٹک رہی تھیں۔ بعض کے کمر بندوں میں منجنیقیں کھینچنے یا کیچڑ میں دھنسی ہوئی گاڑیاں نکالنے کے لیے رسیاں تھیں۔ دوسرا سامان بہت مختصر اور صرف بقدرِ ضرورت تھا ---- چمڑے کی تھیلیاں گھوڑے کے چارے کے لیے اور سپاہی کے لیے صرف ایک پیالہ، موم اور تیروں کے پھل تیز کرنے کے لیے پتھر اور کمانوں کے لیے کچھ فالتو تانت، کچھ دنوں بعد ہر آدمی کے لیے نازک موقع جنگ کے لیے خوراک و رسد کا انتظام تھا ---- دھوئیں پر سنکا ہوا گوشت اور جمے ہوئے دودھ کے سوکھے ٹکڑے۔ اس جمے ہوئے دودھ کو پانی میں ڈال کے جوش دیا جا سکتا تھا۔

ابھی تک تو وہ سیدھے راستے پر سفر کر رہے تھے۔ ان کے ساتھ بہت سے چینی تھے اور ایک نیا دستہ بھی تھا۔ یہ بظاہر دس ہزار آدمیوں پر مشتمل تھا۔ اس کا سردار ایک چینی تھا، جس کا عہدہ ''کا پاؤیو'' (توپ خانے کا امیر) تھا۔ اس کے سپاہیوں کو محاصرے کے لیے منجنیقیں اور آگ پھینکنے کے ڈھانچے بنانے اور ان سے کام لینے کا ہنر خوب آتا تھا۔ منجنیقیں اور اس قسم کی دوسری مشینیں پوری کی پوری نہیں منتقل کی جا رہی تھیں۔ ان کے ٹکڑے الگ الگ تھے اور چھکڑوں میں لے جائے جا رہے تھے۔ رہ گئی ہو پاؤ یا آگ پھینکنے کی مشین، اس کی کارگزاری ہم آگے چل کے دیکھیں گے۔

یہ لشکر مویشیوں کے ریوڑوں کو ہنکاتا ہوا، چھوٹے چھوٹے پہاڑی سلسلوں میں آہستہ

Marfat.com

آہستہ گھستا چلا گیا۔ اس کی تعداد دو لاکھ کے قریب تھی اور اس تعداد کو ایک ساتھ رکھنا بڑا مشکل تھا، کیونکہ اس کی خوراک کا انتظام مویشیوں کے ریوڑ یا زمین کی پیداوار سے ہوتا تھا۔ چنگیز خان کے سب سے بڑے بیٹے جوجی کو دو تومانوں کا سردار بنا کے لشکر سے الگ کیا گیا تھا اور جبی نویان سے جا ملنے کے لیے طیان شان کے سلسلہ کوہ کے اس پار بھیجا گیا۔ باقی فوج پھیل گئی اور وادی وادی سفر طے کرنے لگی۔

یلغار کے شروع میں ایک واقعہ ایسا پیش آیا کہ منجم شک میں پڑ گئے۔ وقت سے پہلے برفباری شروع ہو گئی۔ خان نے لیوچسائی کو بلوا بھیجا اور اس سے کہا کہ اس کا کیا شگون ہے۔

چسائی نے جواب دیا۔ ''اس سے یہ شگون نکلتا ہے کہ سرد اور سرمائی سرزمینوں کا آقا گرم ملکوں کے تاجدار پر فتح پائے گا۔''

اس سرما میں ختائی دستے کو بڑی تکلیف ہوئی ہو گی۔ ان کے ساتھ ایسے لوگ بھی تھے جو بیماریوں کے علاج کے لیے جڑی بوٹیوں کو جوش دے کے حل کر سکتے تھے۔ جب کسی خیمے کے آگے نیزہ اس طرح گڑا ہوتا کہ انی نیچے گڑی ہوئی ہوتی تو یہ سمجھا جاتا کہ اس خیمے میں کوئی مغل بیمار ہے۔ علاج کے لیے جڑی بوٹیوں اور ستاروں کے ان ماہروں کو فوراً طلب کیا جاتا۔ فوج کے ساتھ اور بھی کئی لوگ تھے جو لڑائی میں حصہ نہیں لے رہے تھے۔ ان میں مترجم تھے، ایسے تاجر تھے جن سے آگے چل کے جاسوسی کا کام لیا جانے والا تھا۔ عمال تھے تاکہ مفتوحہ صوبوں کا انتظام کر سکیں۔ کسی معاملے میں بھول نہیں کی گئی تھی۔ ہر ہر تفصیل کا اپنی جگہ لحاظ رکھا گیا تھا۔ ایک افسر محض اسی لیے مقرر تھا کہ گم شدہ اشیاء کی حفاظت کرے۔

اس کا انتظام تھا کہ اسلحہ پر جو آب تھی اس پر زنگ نہ لگے۔ زینوں پر پالش ہوتی رہے۔ تھیلیاں بھری رہیں۔ صبح کا نقارہ کوچ کے لیے بجایا جاتا، پہلے مویشیوں کے ریوڑ کو ہنکایا جاتا، پیچھے پیچھے سپاہی چھکڑوں کے ساتھ چلتے۔ شام تک پھر ریوڑوں کے پاس پہنچ جاتے اور ذمہ دار افسر کا نشان نصب کیا جاتا۔ اس کے اطراف خیمے لگائے جاتے اور سپاہی

Marfat.com

اپنے اپنے یورت چھکڑوں یا اونٹوں پر سے اتار لیتے۔

راستے میں کئی ندیاں پار کی گئیں۔ آگے آگے بیس یا اس سے زیادہ گھوڑوں کی قطار کو زین کے تسموں اور زنجیروں سے ایک ساتھ باندھ دیا جاتا اور یہ پہلے دھاوے کے مقابلے میں بڑھتے۔ کبھی کبھی سواروں کو گھوڑوں کی دمیں پکڑ کے تیرنا پڑتا۔ درخت کی شاخ چمڑے کے ساز میں ٹھونس کے تسموں سے باندھ دی جاتی تاکہ تیرتی رہے اور پھر سپاہی اس کو اپنی کمر کی پیٹی سے باندھ لیتا۔ کچھ دنوں بعد دریا جم گئے اور برف کے اوپر سے دریاؤں کو عبور کیا جانے لگا۔

ہر چیز یہاں تک ریت کے ٹیلے اور بنجر زمین برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ املی کے سوکھے ہوئے بھورے بھورے درخت ہوا کے جھکڑوں میں ناچنے لگے۔ جیسے وہ بوڑھوں کے بھوت ہوں۔ راستوں پر بارہ سنگوں اور جنگلی بھیڑوں کے سینگ برف میں دھنسے ہوئے نظر آتے۔

جوجی کے دستے جنوب کی طرف مڑ گئے اور سات ہزار فٹ اونچے دروں سے گزر کر نیچے "پی لو" یا شمالی شاہراہ تک پہنچ گئے جو طیان شان کے آگے ہے۔

یہ ایشیاء کی قدیم ترین تجارتی شاہراہوں میں سے ہے۔ یہاں انہیں پشم دار اونٹوں کی قطاروں کی قطاریں ملیں۔ جن میں ہر اونٹ کی نکیل دوسرے کی دم سے بندھی ہوئی تھی اور آہستہ آہستہ چلنے میں ان کی زنگ آلود گھنٹیاں بھی ساتھ ساتھ بجتی جاتی تھیں۔ ایسے سینکڑوں اونٹ غلے اور کپڑے اور ایسے ہی سامان سے لدے ہوئے بس کوئی چھ سات آدمیوں اور ایک کتے کے پیچھے آہستہ آہستہ جا رہے تھے۔

اردو کا اصلی حصہ مغرب کی طرف مقابلتاً آہستہ آہستہ بڑھا۔ دروں اور گھاٹیوں سے اترتا ہوا، منجمد جھیلوں کو طے کرتا ہوا درۂ زنگاریہ تک پہنچا۔ یہی وہ درہ ہے جس سے گزر کے ایشیائے بلند کے قبیلے دھاوا کرتے رہے تھے۔ یہاں طوفانی ہواؤں اور انتہائی شدید سردی

Marfat.com

سے وہ بہت پریشان ہوئے۔ سردی اتنی تھی کہ اگر ''بوران'' (کالے طوفان) کے دوران میں کوئی ریوڑ کسی درے میں پھنس جاتا تو وہیں جم کے یخ ہو جاتا۔ مویشی جتنے بھی تھے وہ یا تو مر کھپ گئے تھے یا غذا بن چکے تھے۔ چارے کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا، چھکڑے مجبوراً پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے، اور صرف کچھ سخت جان اونٹ باقی بچے تھے۔

ختا کے لیوچتسائی نے اس مغرب کی جانب کی یلغار کے متعلق لکھا ہے۔ ''عین گرمیوں میں بھی ان پہاڑوں پر برف افراط سے گرتی اور جمتی ہے۔ اس راہ سے گزرتے ہوئے فوج کو برف کاٹ کے راستہ بنانا پڑا۔ یہاں چیڑ اور صنوبر اتنے اونچے ہیں کہ آسمان سے باتیں کرتے ہیں۔ چن شان (سنہرے پہاڑوں) کے مغرب میں جتنے دریا ہیں وہ سب مغرب کی طرف بہتے ہیں۔

اس طوفانی درے کے پار مغربی پہاڑوں میں پہنچ کے سپاہیوں نے درخت کاٹے اور بڑے تنوں سے تنگ پہاڑی شگافوں پر پل بنائے۔ گھوڑوں نے اپنے سموں سے برف کھود کھود کے گھاس اور سبزی چرنی شروع کی۔ شکاری شکار ڈھونڈنے کے لیے آگے بڑھے۔ ایشیائے بلند کی اس بے پناہ سردی میں دو لاکھ آدمیوں نے اپنا راستہ بنایا اور اتنی صعوبتیں برداشت کیں کہ اگر آج کل کی فوج ہوتی تو پوری کی پوری ہسپتال میں پڑی ہوتی۔ مغلوں پر ان تکلیفوں کا کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ برف گرتی ہوتی اور وہ گرتی ہوئی برف میں بھیڑوں کی کھالیں اور چمڑے اوڑھ کے پڑ کے سو جاتے۔ ضرورت کے وقت گول مضبوط یورتوں میں انہیں تھوڑی بہت گرمی میسر آ جاتی۔ جب غذا باقی نہ رہتی تو وہ گھوڑے کی فصد کھولتے تھوڑا سا خون پی لیتے اور پھر رگ کو ٹانکے دے دیتے۔

پہاڑوں میں سو میل کے عرض تک پھیلے ہوئے وہ بڑھتے چلے گئے۔ صرف گاڑیاں ان کے پیچھے پیچھے کھڑکھڑاتی ہوئی چلتی رہیں۔ مرے ہوئے جانوروں کی ہڈیاں سے وہ راستے کے نشان ڈھونڈتے رہے۔

Marfat.com

جب برف پگھلنے کا زمانہ آیا تو یہ لشکر مغرب کے میدانوں میں پہنچ چکا تھا۔ جھیل بالکش کے ویران علاقے میں اس نے تیزی سے پیش قدمی کی۔ جب نئی نئی گھاس نکلنے لگی تو وہ قراتاؤ (کالے سلسلہ کوہ) کی آخری حد فاصل کو تیزی سے پھاندتا ہوا گزر رہا تھا۔۔۔۔۔ دبلے پتلے گھوڑوں پر مغل کوچ کے پہلے بارہ سو میل کا فاصلہ طے کر چکے تھے۔

اب مختلف دستے جمع ہونے لگے۔ مختلف سپہ سالاروں کے درمیان ربط قائم کرنے والے افسر تیزی سے گھوڑے دوڑانے لگے۔ عجیب ہیئت کذائی والے تاجر دو دو تین تین ٹکڑیوں میں ادھر ادھر گھوڑوں پر منتشر ہو گئے تاکہ مخبری کر سکیں۔ ہر دستے کے آگے آگے ہراول کے کچھ سوار بھیجے گئے تاکہ چوکسی کرتے رہیں۔

سپاہیوں نے اپنی تھلیاں ٹھیک کیں۔ اپنے تیر گنے، الاؤ جلائے اور ان کے اطراف جمع ہو کے ہنسنے بولنے لگے اور مطربوں سے گیت سننے لگے۔ مطرب دو زانو ہو کے پرانے بہادروں اور عجیب و غریب جادو کے قصے الاپنے لگے۔

جنگلوں کے اس پار نشیب میں انہیں دنیائے اسلام کی سرحد نظر آ رہی تھی۔ یہ سیر دریا کا وسیع پاٹ تھا، جو بہار کی بارشوں اور برف کے پگھلنے کی وجہ سے طغیانی پر تھا۔

O

Marfat.com

چودھواں باب

پہلا حملہ

اس دوران میں قابلِ ذکر بات یہ ہوئی کہ ''دنیا کی چھت'' (پامیر) کے سائے میں جوجی اور جبی نویان کی مسلمانوں سے پہلی لڑائی جم کر ہوئی۔

خوارزم شاہ مغلوں سے پہلے ہی میدانِ جنگ میں پہنچ چکا تھا۔ ہندوستان کی فتوحات کے بعد بعد تازہ دم ہو کے اس نے چار لاکھ فوج جمع کر لی تھی۔ اس نے اپنے اتابیگوں کو مجتمع کر لیا تھا اور ترک فوج کو مزید تقویت پہنچانے کے لیے عرب اور ایرانی دستے فراہم کر لیے تھے۔ اس فوج کو لے کر وہ شمال کی طرف مغلوں کی تلاش میں بڑھا تھا جو ابھی تک موقع پر نہیں پہنچے تھے۔ اسے جبی نویان کے کچھ ہراول دستے ملے، جنہیں اس جنگ کے متعلق کوئی اطلاع نہ تھی اور اس نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان سمور پوش خانہ بدوشوں کو جو پشم دار ٹٹوؤں پر سوار تھے، ساز و سامان سے آراستہ خوارزمیوں نے بڑی حقارت کی نظر سے دیکھا۔ جب اس کے جاسوسوں نے مغل اردو کی مزید تفصیلات بہم پہنچائیں تب بھی خان نے اپنی رائے نہیں بدلی کہ ''اب تک انہوں نے صرف کفار کے مقابلے میں فتح پائی ہے۔ اب مسلمانوں کی فوجیں ان کے مقابلے کے لیے جا رہی ہیں۔''

مغل بہت جلد نظر آ گئے۔ آگے آگے حملہ کرنے والی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں بلندیوں سے اتر کے سیحوں دریا کے عمیق پاٹوں کی جانب جھپٹنے لگیں۔ سرسبز وادیوں کے دیہات سے

Marfat.com

یہ ریوڑوں کو ہنکا لے جاتیں اور جتنا کچھ غلہ اور اناج ملتا، لوٹ لے جاتیں۔ اور مکانوں کو آگ لگا دیتیں اور دھوئیں کی آڑ میں واپس چلی جاتیں---- کچھ سپاہی چھکڑے اور ریوڑ شمال کی طرف لے جاتے اور دوسرے دن پھر جو حملہ ہوتا تو کسی ایسے گاؤں پر جو پہلے مقام سے پچاس میل دور ہو۔

یہ تو ہراول چھاپہ مار دستے تھے جن کا کام اصلی فوج کے لیے سامانِ رسد مہیا کرنا تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں سے آتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں۔ انہیں دراصل جوجی نے بھیجا تھا جو طیان شان پیلو کے علاقے میں مشرق کی وادیوں کی ایک لمبی سی قطار کے درمیان کوچ کرتا آ رہا تھا۔ چونکہ قلب لشکر کے مقابلے میں وہ آسان تھا راستے سے مسافت طے کر رہا تھا، اس لیے پہاڑوں کے آخری سلسلے اس نے اپنے والد کے مقابلے میں ذرا جلدی عبور کر لیے۔

محمد شاہ خوارزم نے اپنے لشکر کا زیادہ تر حصہ سیحوں دریا کے کنارے چھوڑا، اور خود مشرق کو دریا کے منبع کی طرف پہاڑوں میں بڑھا۔ یہ پتا نہیں کہ اسے جوجی کے حملے کی اطلاع اپنے جاسوسوں سے ملی یا محض اتفاقاً وہ اس مغل فوج سے دوچار ہوا، بہرحال اس طویل وادی میں جس کے دونوں طرف شجر پوش پہاڑوں کی فصیلیں تھیں اس کا اس مغل فوج سے جم کر مقابلہ ہوا۔

اس کی اپنی فوج کی تعداد مغل دستے سے کئی گنا زیادہ تھی۔ خوارزم شاہ نے جب پہلی مرتبہ ان سمور پوش چرم پوش سواروں کو دیکھا جن کے پاس نہ زنجیر اور زرہیں تھیں اور نہ ڈھالیں تھیں، تو اس نے فوراً یہ سوچا کہ ان عجیب سواروں کے بچ کر نکلنے سے پہلے ہی وہ حملہ کر دے۔

اس کے منظم ترک سپاہی، جنگ کے لیے صف در صف آراستہ ہوئے، طبلِ جنگ اور نقاروں پر چوٹ پڑی۔

Marfat.com

اس درمیان میں مغلوں کے ایک سپہ سالار نے جو جوجی کا ہمرکاب تھا، اسے یہ مشورہ دیا کہ پسپا ہو کر، اپنے پیچھے ترکوں کو مغل لشکر کے قلب کی جانب لے چلنا چاہیے۔ لیکن خان کے اس بڑے بیٹے نے یہ حکم دیا کہ فوراً حملہ کیا جائے ''اگر میں بھاگ کھڑا ہوا تو اپنے باپ کو کیا جواب دوں گا؟''

فوج کا یہ حصہ اس کے زیرِ کمان تھا اور جب اس نے حکم دیا تو مغل بے چون و چرا جنگ کے لیے سوار ہو گئے۔ چنگیز خان خود ہرگز اس طرح وادی میں نہ پھنستا فوراً پیچھے ہٹ جاتا تاکہ تعاقب میں شاہ کی صفیں منتشر ہو جائیں لیکن ضدی جوجی نے اپنے آدمی آگے بڑھائے۔ سب سے آگے آگے سرفروش دستہ پھر طوفانی سوار دستے بائیں ہاتھ میں تلوار اور لگام تھامے، دائیں ہاتھ میں لمبے لمبے نیزے لیے میمنے اور میسرے پر ہلکے پھلکے دستے تھے۔

مغل سوار مہیب انداز میں آگے بڑھے، ترکوں کے نیمچوں کے مقابل تلواریں سونتے۔ جگہ اتنی کم تھی کہ جنگی داؤ پیچ دکھانے کا موقع نہیں تھا۔ نہ تیر اندازی کا کوئی موقع تھا جس میں انہیں خاص مہارت تھی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ خوارزمیوں کا بے حد نقصان ہوا اور جب مغلوں کا ہراول دستہ راستہ کاٹ کے ترکوں کے قلب تک پہنچ گیا تو خود خوارزم شاہ کی جان خطرے میں پڑ گئی۔ اپنے سے ایک تیر کے فاصلے پر اس نے مغلوں کے سینگوں والے پرچم دیکھے اور اس کے اپنے محافظ دستے کی جان توڑ کوشش کی وجہ سے اس کی جان بچی۔ اسی طرح جوجی کی جان ختا کے ایک شہزادے نے بچائی ہو اس کے زیرِ کمان لڑ رہا تھا۔

اس دوران میں مغل میمنہ اور میسرہ بھی گھس آیا تھا۔ جلال الدین جو خوارزمیوں کا محبوب شہزادہ اور خوارزم شاہ کا ولی عہد تھا۔ سچا ترک، پستہ قد، چھریرا بدن، سانولا، جسے تلوار کے کرتبوں سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس نے جوابی حملہ اس زور و شور سے کیا کہ مغل پرچموں کو

Marfat.com

پیچھے ہٹنا پڑا۔ شام آئی تو حریف سوار الگ ہو گئے اور رات کو مغلوں نے اپنی وہی ہمیشہ کی پرانی چال چلی۔ جب تک رات کا اندھیرا رہا انہوں نے یا تو وادی کی گھاس کو آگ لگا دی یا اپنی خیمہ گاہ کے الاؤ بھڑکاتے رہے۔ مگر اسی درمیان میں جوجی اور اس کے ساتھی تازہ دم گھوڑوں پر سوار ہو کے اس تیزی سے پیچھے ہٹے کہ دو روز کی منزل انہوں نے ایک رات میں طے کر لی۔

جب صبح ہوئی تو محمد خوارزم شاہ اور اس کے فوجی دستے نے اپنے آپ کو اس وادی پر قابض پایا، جس پر ہر طرف مقتولین کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ مغل غائب تھے۔

ترک جواب تک ہر جنگ میں فتح یاب ہوتے رہے تھے۔ جب میدانِ جنگ کا ایک چکر کاٹ کے واپس آئے تو انہیں بڑا اندیشہ ہو چکا تھا۔ تاریخ کے بیان کے مطابق اس پہلی جنگ میں ان کی فوج کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار آدمی شہید ہو چکے تھے۔ یہ تعداد تو یقیناً مبالغہ آمیز معلوم ہوتی ہے لیکن اس سے اس کا پتا ضرور چلتا ہے کہ مغلوں سے پہلی ٹکر کا ان پر کیا اثر ہوا۔ اس زمانے کے مسلمان سپاہیوں پر حملے کی پہلی جنگ کی شکست یا فتح کا بڑا اثر ہوا کرتا تھا۔ اس وادی کی مہیب جنگ کا خود سلطان محمد پر بہت گہرا اثر ہوا۔ شاہ کے دل میں ان کافروں کا ڈر بیٹھ گیا اور وہ ان کی شجاعت کا قائل ہو گیا۔ جب اس کے سامنے کوئی مغلوں کا ذکر کرتا تو وہ کہتا کہ میں نے کبھی ایسے جری اور بہادر لوگ نہیں دیکھے جو جنگ میں اتنے ثابت قدم رہیں جنہیں اپنی تلواروں کی نوکوں اور دھاروں سے ایسے سخت زخم لگانا آتا ہو۔

سلطان محمد نے اونچی وادیوں میں مغل اردو کی تلاش کا ارادہ ترک کر دیا۔ وہ علاقہ جو پہلے ہی غیر آباد تھا، سے مغل لوٹ مار کرنے والے دستوں نے چھلنی کر دیا تھا اور وہ اس کے کثیر لشکر کے خورونوش کا سامان بہم نہ پہنچا سکتا تھا۔ اس سے بھی زیادہ یہ ہوا کہ وہ اپنے ان عجیب دشمنوں کے ڈر سے سیحوں کے دریا کے کنارے کے فصیل بند شہروں کی پناہ میں لوٹ

Marfat.com

آیا۔ اس نے کمک کے لیے مزید فوجیں، خصوصاً تیر اندازوں کے دستے طلب کیے۔ لیکن اس نے مکمل فتح وظفر پانے کا اعلان کیا اور اس تقریب میں اپنے ہم رکاب افسروں کو خلعتیں عطا کیں۔

چنگیز خان نے ایک قاصد کی زبانی اس پہلی جنگ کی خبر سنی۔ اس نے جوجی کی تعریف کی۔ پانچ ہزار کا ایک دستہ اس کی کمک کے لیے بھیجا اور اسے ہدایت کی کہ خوارزم شاہ کا تعاقب کرے۔

اب جوجی خان کی مغل فوج جو دراصل پورے مغل ارود کا میسرہ تھی، ایشیائے بلند کے ایک گلزار جیسے علاقے میں گزر رہی تھی، جہاں ہر ندی نالے کے کنارے سفید فصیل والا ایک گاؤں اور ایک مینار ہوتا۔ یہاں خربوزے اور عجیب عجیب پھل پیدا ہوتے تھے۔ بید جنوں اور سفیدوں کے جھنڈ کے درمیان مسجدوں کے پتلے نازک مینار بلند نظر آتے تھے۔ دائیں بائیں ہری بھری پہاڑیاں تھیں، جن کی ڈھلوانوں پر مویشیوں کے ریوڑ چرتے نظر آتے۔ ان کے پیچھے اونچے کوہستانی سلسلوں کی چوٹیاں آسمان سے باتیں کرتی نظر آتیں۔

صاحبِ نظر لیوچتسائی اپنے سفرنامے میں لکھتا ہے۔ ''خدقان (خوقند) میں انار بڑی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا حجم دو مٹھیوں کے برابر ہوتا ہے۔ اور ان کا ذائقہ ذرا ترشی مائل کسیلا ہوتا ہے۔ یہاں کے لوگ اس پھل کا عرق پیالیوں میں نچوڑتے ہیں، جو پیاس بجھانے کے لیے بہت مفید اور مفرح ہے۔ ان کے تربوزوں کا وزن پچیس سیر ہوتا ہے، اور ایک گدھا دو سے زیادہ تربوز نہیں اٹھا سکتا۔''

برف پوش دروں میں جاڑے گزرنے کے بعد یہ علاقہ مغل شہسواروں کے لیے گویا جنت تھا۔ دریا کا پاٹ چوڑا ہو گیا اور وہ ایک بڑے فصیل بند شہر کے نواح میں پہنچے جس کا نام خوقند تھا۔ یہاں پانچ ہزار سواروں کا امدادی دستہ خوقند کا محاصرہ کیے ہوئے ان کا انتظار

Marfat.com

کررہا تھا۔

شہر کے ترکوں کا کماندار بڑا بہادر آدمی تھا۔ جس کا نام تیمور ملک تھا۔ تیمور ترکی میں فولاد کو کہتے ہیں۔ وہ ایک ہزار چیدہ سپاہیوں کے ساتھ ایک جزیرے میں خندقیں کھود کے اپنی حفاظت کررہا تھا۔ حالات نے عجیب صورت اختیار کی۔

یہاں دریا چوڑا تھا اور جزیرے کے اطراف فصیل تھی۔ تیمور ملک ساری کشتیاں اپنے ساتھ لیتا گیا تھا اور کوئی پل بھی نہیں تھا۔ مغلوں کو یہ حکم تھا کہ اپنے پیچھے کوئی فصیل بند شہر بغیر فتح کیے نہ چھوڑیں۔ ان کی منجنیقوں سے جو پتھر پھینکے جا رہے تھے وہ بھی اس محصور جزیرے تک نہیں پہنچ رہے تھے۔

تیمور ملک جو بڑا ہوشیار اور شجاع ترک تھا، کسی حیلے سے اس جزیرے کے باہر بلایا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ اس لیے مغلوں نے اپنے باقاعدہ اصول کے مطابق محاصرہ شروع کیا۔ جوجی جو خود زیادہ انتظار ہرگز نہ کرسکتا تھا۔ وہ ایک نویوں کو محاصرے کے لیے پیچھے چھوڑ کے دریا کے اتار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھا۔

مغلوں نے ادھر ادھر سنتری بھیجے، اور آس پاس کے دیہات سے ایک جم غفیر کو اکٹھا کر کے انہیں پتھر جمع کرنے اور سیجوں دریا کے کنارے ڈھونے کے کام پر لگایا۔ پتھر کی ایک سڑک تیمور ملک کے جزیرے کی سمت بننے لگی لیکن تیمور ملک بھی غافل نہیں رہا۔

اس نے درجن بھر کشتیاں چنیں، ان میں بچاؤ کے لیے لکڑی کے تختے جوڑنے اور ہر روز وہ ان کو کھینچتا ہوا ساحل کے قریب تک جاتا اور مغلوں پر تیر اندازی کرتا۔ ختا کے توپ خانے والوں نے ان کشتیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک ہتھیار ایجاد کیا۔ یہ تھیں اوّلین منجنیقیں جو سنگ اندازی کے آلات ہیں، لیکن ان سے بجائے پتھروں کے آگ کے گولے برسائے جاتے تھے۔ کپیوں یا گھڑوں میں جلتی ہوئی گندھک یا چینی توپ خانہ

Marfat.com

والوں کا ایجاد کیا ہوا کوئی اور آتش گیر مادہ ہوتا۔ تیمور ملک نے اپنی کشتیوں کی ساخت میں ترمیم کی۔ اب اس نے ان کی چھتیں ڈھلوان بنائیں اور ان پر گیلی مٹی تھوپ دی اور ان میں اپنے تیراندازوں کے لیے سوراخ کھلے رکھے۔

توپ خانے کے مقابلے میں کشتیوں کی روزانہ لڑائی دوبارہ شروع ہو گئی، لیکن دریا کے اندر سڑک بڑھتی ہی گئی اور تیمور ملک نے دیکھا کہ اب وہ جزیرے میں زیادہ دن ٹھہر نہیں سکتا۔ اس نے سب سے بڑی کشتی پر اپنے لوگوں کو اور محافظت کے لیے بند کشتیوں میں سپاہیوں کو سوار کیا اور جزیرہ خالی کر دیا۔ مشعل کی روشنی میں رات کے وقت وہ دریا کے بہاؤ پر نکل گیا۔ مغلوں نے اس کا راستہ روکنے کے لیے سیحون دریا کے آر پار ایک قوی ہیکل زنجیر ڈال دی تھی، اس نے اس زنجیر کو کاٹ دیا۔

لیکن مغل سوار دریا کے کنارے کنارے اس کا تعاقب کرتے رہے۔ جوجی جو آگے نکل گیا تھا اس نے بہت نیچے دریا پر کشتیوں کا ایک پل بنوایا اور اپنے کاریگروں سے منجنیقیں نصب کروائیں، تاکہ اس کشتیوں کے قافلے کا قلع قمع کیا جائے۔ اس باخبر اور ہوشیار ترک کو ان تیاریوں کی خبر مل گئی اور اس نے اپنے لوگوں کو ایک ویران کنارے پر اتار دیا۔ مغلوں نے یہ دیکھ کر کہ یہ لوگ دریا میں نہیں ہیں، انہیں کنارے پر ڈھونڈ نکالا۔ تیمور ملک ایک چھوٹے سے محافظ دستے کے ساتھ بھاگا لیکن اس کی نظروں کے سامنے اس کے تمام ساتھی کھیت رہے۔

اب ایک بھی ساتھی اس کے ساتھ باقی نہ بچا تھا، لیکن وہ یونہی سرپٹ اپنا راہوار دوڑاتا رہا اور بہت آگے نکل گیا۔ اس کے تعاقب میں صرف تین مغل باقی رہ گئے۔ ان تین میں سے جو سب سے قریب تھا، اس کو تو اس نے خوش قسمتی سے آنکھ پر تیر مار کے وہیں ڈھیر کر دیا۔ پھر اس نے دونوں باقی ماندہ تعاقب کرنے والوں سے کہا "میرے ترکش میں ابھی

Marfat.com

دو تیر باقی ہیں اور میرا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا۔"

لیکن اسے ان دونوں آخری تیروں کو استعمال کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ اگلی رات وہ بچ کے اس شہسوار عظیم جلال الدین سے جاملا جو خوارزم شاہ کا ولی عہد تھا اور جنوب میں مورچہ بندی کر رہا تھا۔ تیمور ملک کی شجاعت کے قصے مغلوں اور ترکوں میں یکساں مشہور اور مقبول ہوئے۔ اس نے مغل اردو کے ایک پورے دستے کو مہینوں روکے رکھا۔ اس محاصرے سے اندازہ ہوتا تھا کہ نئے حالات کا مقابلہ مغل کس طرح نت نئی ترکیبوں سے کرتے تھے لیکن یہ محاصرہ اس جنگِ عظیم کا ایک معمولی سا واقعہ تھا جو اب ایک ہزار میل کے محاذ پر زور و شور سے جاری تھی۔

O

Marfat.com

پندرہواں باب

بخارا

جب خوارزم شاہ اونچے کہساروں پر سے نیچے اترا، تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ شمال میں سیحوں دریا کی طرف مڑا اور وہاں مغلوں کے ارود کا انتظار کرنے لگا کہ جب وہ دریا کو پار کرے تو جنگ کے لیے اس کا مقابلہ کرے۔

لیکن یہ انتظار بے سود تھا۔

جو پیش آیا، اس کا اندازہ کرنے کے لیے نقشہ دیکھنا ضروری ہے اور محمد خوارزم شاہ کی سلطنت کا یہ شمالی حصہ نصف تو شاداب وادیوں پر مشتمل تھا اور نصف بنجر اور ریتلا میدان تھا۔ بنجر علاقے میں زمین کے سرخ سرخ ٹکڑے تھے، جن پر ریت ہی ریت تھی، یہ بے آب و گیاہ میدان تھا، جہاں جاندار بہت کم پائے جاتے تھے۔ اس لیے شہر یا تو دریاؤں کے کنارے آباد تھے یا پہاڑیوں میں۔

اس ریگستانی میدان کے آر پار دو عظیم دریا شمال مغرب کی سمت بہتے تھے۔ اور چھ سو میل کے فاصلے پر بحر جند (آرال) میں ان کا دہانہ تھا۔ ان میں سے پہلا سیر دریا یا سیحوں کہلاتا تھا۔ اس کے کنارے کے فصیل بند شہر قافلے کی شاہراہوں کے ذریعے منسلک تھے۔ یہ گویا انسانوں کی زندگی اور ان کی قیام گاہوں کی ایک زنجیر تھی، جو غیر آباد علاقے میں دور تک چلی گئی تھی۔ جنوب میں جو دوسرا دریا تھا وہ آمو دریا یا جیحون کہلاتا تھا۔ اس کے قریب

Marfat.com

اسلامی دنیا کے بڑے بڑے قلعہ بند مرکز واقع تھے۔ جن میں خاص طور پر بخارا اور سمرقند بہت مشہور تھے۔

خوارزم شاہ سیحون دریا کے عقب میں ڈیرے جمائے بیٹھا تھا، لیکن اسے یہ پتا نہیں تھا کہ مغل کس طرف نقل وحرکت کر رہے ہیں۔ جنوب کی طرف سے اس کو نئی فوجوں کی کمک کی توقع تھی اور اس نے جو نیا محصول عائد کیا تھا، اس سے جنگ کے مصارف کے لیے کافی آمدنی کی امید تھی، لیکن اس تیاری کے عالم میں بڑی تردّد انگیز خبریں آنے لگیں۔ اس کے دائیں بازو پر دوسو میل کے فاصلے پر مغل اونچے دروں سے اتر کر قریب قریب اس کے عقب میں پہنچ رہے تھے۔

واقعہ یہ پیش آیا کہ جبی نویان، جوجی سے ہٹ کے جنوب کی طرف پہاڑوں کو عبور کر چکا تھا اور دبے پاؤں ان ترک فوجوں کے قریب تک آ پہنچا تھا جو خوارزم کے راستوں کی حفاظت کر رہی تھیں۔ اب وہ تیزی سے ان گلیشیروں کے اطراف چکر کاٹ کے آ رہا تھا، جن سے دریائے آمو نکلتا ہے۔ سمرقند اس کے راستے سے دوسو میل کے فاصلہ پر رہ گیا تھا۔ جبی نویان کے ساتھ صرف بیس ہزار آدمی تھے لیکن شاہ کو یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ محمد خوارزم شاہ تک نئی کمک پہنچنا تو درکنار، آثار اس کے تھے کہ وہ اپنے دفاع کی دوسری اور اصلی زنجیر یعنی آمو دریا سے بھی کٹ جائے، جس کے پاس ہی بخارا اور سمرقند کے عظیم شہر واقع تھے۔ اس نئے خطرے سے دوچار ہو کر خوارزم شاہ نے ایک ایسا اقدام کیا جس کے باعث بعد کے مسلمان مؤرخین نے اس پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔ اس نے اپنی فوج کا نصف حصہ ان فصیل بند شہروں کی حفاظت کے لیے الگ کر کے بھیج دیا۔

چالیس ہزار اس نے سیر دریا کے کنارے کے قلعوں کی حفاظت کے لیے چھوڑے تیس ہزار بخارا میں تعینات کیے اور بقیہ فوج کو لے کر سمرقند کی طرف کوچ کیا،

Marfat.com

جہاں اس وقت سب سے زیادہ خطرہ تھا۔ یہ سب اس نے یہ سمجھ کر کیا مغل اس سے قلعوں کو فتح نہ کر پائیں گے اور فصل بھر لوٹ مار کر کے واپس جائیں گے۔ اس کے یہ دونوں مفروضے غلط تھے۔

اس سے پہلے ہی چنگیز خان کے دو بیٹے شمال میں سیحوں دریا کے کنارے اترار کے شہر کے سامنے نمودار ہو چکے تھے۔ یہ اترار وہی مقام تھا جہاں کے قلعدار نے مغل تاجروں کو قتل کیا تھا۔ انیل جق جوان کے قتل کا ذمہ دار تھا، اب بھی اس شہر کا حاکم تھا یہ جان کر کہ مغلوں سے رحم کی توقع فضول ہے وہ اپنے چیدہ آدمیوں کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا اور پانچ مہینے تک محصور رہا۔ وہ آخر تک لڑتا رہا اور جب مغل اس کے آخری سپاہیوں کو قتل یا اسیر کر چکے تو اس نے ایک برج میں پناہ لی۔ جب تیر ختم ہو گئے تو وہ دشمنوں پر پتھر برساتا رہا۔ وہ اپنی جان سے بیزار تھا، پھر بھی زندہ گرفتار ہوا۔ اور خان کے پاس بھیجا گیا، جس نے انتقام لینے کے لیے پگھلی ہوئی چاندی اس کی آنکھوں اور کانوں میں ڈلوا کے اسے قتل کیا۔ اترار کی فصیلیں گرا کے زمین کے برابر کر دی گئیں اور اس کی ساری آبادی کو اسیر کر کے مغل اپنے ساتھ لے گئے۔

یہ ہو ہی رہا تھا کہ ایک اور مغل فوج سیحوں دریا کی طرف بڑھی اور تاشقند پر قابض ہو گئی۔ ایک تیسری فوج سیحوں دریا کے شمالی حصے کے چھوٹے چھوٹے قصبوں پر قبضہ کرتی چلی گئی۔ ترک محافظ فوج نے جند کو خالی کر دیا اور جب مغل کمندوں اور سیڑھیوں سے فصیلوں پر چڑھ آئے تو شہریوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ جب کوئی نیا شہر یا قصبہ فتح ہوتا تو پہلے تو وہاں خوارزم شاہ کے سپاہیوں کا محافظ ترک دستہ قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد مغل تمام شہریوں کو جو زیادہ تر ایرانی نسل کے تھے شہر کے باہر پکڑ کے لے جاتے اور پھر اطمینان سے شہر کو لوٹا جاتا۔

اس کے بعد قیدیوں کو کئی حصوں میں تقسیم کیا جاتا۔ جوان اور مضبوط مردوں کو الگ رکھا

Marfat.com

جاتا کہ وہ دوسرے شہر پر حملے کے وقت منجنیقوں پر کام کر سکیں۔ کاریگروں کو کام لینے کے لیے زندہ رکھا جاتا۔ ایک مرتبہ یہ ہوا کہ ایک مسلمان تاجر کو جو مغلوں کا ایلچی تھا، ایک شہر میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ اس کے بعد مغلوں کا ہیبت ناک حملہ شروع ہوا، جو کسی طرح رکنے میں نہیں آتا تھا، جتنے آدمی مرتے، نئے جنگجوان کی جگہ آ جاتے۔ یہاں تک کہ یہ شہر فتح ہو گیا اور اس کی پوری آبادی تلواروں اور تیروں سے ختم کر دی گئی۔

چنگیز خان خود بھی سیحوں دریا کے سامنے نمودار نہ ہوا، مغل اردو کے قلب سمیت وہ نظروں سے اوجھل تھا۔ کسی کو معلوم نہیں کہ اس نے دریا کو کہاں سے پار کیا اور کس طرف گیا، لیکن اس نے قزل قم کا بڑا لمبا چوڑا چکر لگایا ہوگا کیونکہ جب وہ صحراؤں سے باہر نمودار ہوا تو بخارا کی طرف تیزی سے پیش قدمی کر رہا تھا------اور یہ مغرب کی جانب سے تھی۔

صرف یہی نہیں کہ خوارزم شاہ دونوں بازوؤں سے گھر گیا تھا، یہ بھی خطرہ تھا کہ جنوب کی فوجوں سے، اپنے بیٹے سے کمک کے دستوں اور خراسان اور ایران کی زرخیز سرزمینوں سے اس کا ربط منقطع ہو جائے۔ ادھر جبی نویان مشرق سے بڑھ رہا تھا، ادھر چنگیز خان مغرب سے، اور سمرقند میں خوارزم شاہ کو یہ معلوم ہو رہا ہوگا کہ جال کا حلقہ اس پر تنگ ہوتا جا رہا ہے۔

اس حالت میں پھر اس نے اپنی فوج تقسیم کر کے کچھ بخارا بھیجی اور کچھ سمرقند۔ اور کچھ اور اتابکون کو بلخ اور قندز پر تعینات کیا۔ صرف اپنے دربار کے امراء ہاتھیوں، اونٹوں اور محافظ سپاہیوں کو لے کے وہ سمرقند سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ اس کا خزانہ اور اس کا حرم بھی تھا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ ایک نئی فوج جمع کر کے وہ پھر واپس آئے۔

لیکن اس کی یہ توقع بھی پوری نہ ہو سکی۔

محمد خوارزم شاہ غازی، جس کو اس کی رعایا اسکندر ثانی کہتی تھی سپہ سالاری سے مغلوں سے مات کھا چکا تھا۔ خان کے بیٹوں کی سرکردگی میں جو مغل دستے سیحوں دریا کے کنارے قتل و غارت گری کر رہے تھے اور قصبوں کو آگ لگا رہے تھے وہ ایک طرح کا پردہ تھے جس

Marfat.com

کی آڑ میں جبی نویان اور چنگیز خان کی اصلی فوجیں حرکت کر رہی تھیں۔

چنگیز خان تیری سے ریگستان سے باہر نکلا۔ اس قدر جلدی کے عالم میں کہ راستے میں جو چھوٹے چھوٹے قصبے آئے انہیں اس نے ہاتھ تک نہ لگایا اور وہاں صرف اپنے گھوڑوں کے لیے پانی مانگا۔ وہ بخارا میں اچانک خوارزم شاہ کے سر پر جا پہنچنا چاہتا تھا، لیکن جب وہ پہنچا تو اسے معلوم وہا کہ شاہ وہاں سے بھاگ چکا ہے۔ اب اس کے سامنے اسلامی قوت کا حصن حصین، بخارا کا شہر تھا۔ مدرسوں کا مرکز، جس کے اطراف جو فصیل تھی اس کا طول بارہ فرسخ تھا۔ اس کے درمیان ایک خوشنما نہر بہتی تھی جس کے کنارے باغ اور دلکش قصر تھے۔ بیس ہزار ترکوں کا ایک دستہ اور ایرانیوں کا ایک جمِ غفیر اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ اس شہر کو فخر تھا کہ یہ کئی اماموں، سیدوں، فقیہوں، علماء اور مفسرین کا مولد و مسکن تھا۔

اس شہر کے سینے میں ایک آگ دبی ہوئی تھی۔ یہ مسلمانوں کے ایمان کی آگ تھی۔ اس کے باوجود یہاں کے شہری اس وقت بڑے تذبذب کے عالم میں تھے۔ فصیلیں اس قدر مضبوط تھیں کہ حملہ کر کے ان پر قبضہ کرنا مشکل تھا۔ اگر سب شہری اس کا تصفیہ کر لیتے کہ آخر دم تک اس کی حفاظت کریں گے تو کئی مہینوں تک اس پر مغلوں کا قبضہ نہ ہونے پاتا۔

لیکن چنگیز خان نے سچ کہا تھا ''فصیل کی مضبوطی قلعہ کے محافظین کی ہمت کے برابر برابر ہوتی ہے۔ نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ'' یہاں یہ ہوا کہ ترک افسروں نے شہریوں کو ان کی قسمت پر چھوڑا اور خود خوارزم شاہ سے جا ملنے کے لیے راتوں رات پانی والے دروازے سے باہر نکل گئے اور آمو دریا کی سمت کوچ کیا۔

مغلوں نے انہیں اس وقت تو گزر جانے دیا لیکن تین تومان ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور انہیں دریا کے کنارے جا لیا۔ یہاں حملہ کر کے انہوں نے سارے کے سارے ترکوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

جب محافظ فوج انہیں چھوڑ کے چلی گئی تو شہر کے بزرگوں، قاضیوں اور اماموں نے

Marfat.com

آپس میں مشورہ کیا، اور شہر کے باہر اس عجیب و غریب خان کے حضور میں گئے۔ شہر کی کنجیاں اس کے سپرد کر دیں، اور اس نے یہ وعدہ کیا کہ شہریوں کی جان بخشی کی جائے گی۔ قلعہ دار باقی ماندہ سپاہیوں کے ساتھ قلعہ میں بند ہو گیا۔ جس کا مغلوں نے فوراً محاصرہ کر لیا، اور آگ کے تیر برسانے شروع کیے جن کی وجہ سے قصروں اور محلوں کی چھتوں میں آگ لگ گئی۔

مغل سوار سیلِ بے پناہ کی طرح شہر کی عریض سڑکوں پر امنڈ آئے۔ غلے کے گوداموں اور ذخیروں کو لوٹنا شروع کیا۔ کتب خانوں کو اپنے گھوڑوں کا اصطبل بنایا اور مسلمان بے کسی اور بدنصیبی کے عالم میں یہ دیکھتے رہے کہ قرآن پاک کے صفحات گھوڑوں کے سموں کے نیچے روندے جا رہے ہیں۔ خان نے شہر کی جامع مسجد کے آگے لگام کھینچی اور کہا کہ شہنشاہ کا گھر یہی ہے۔ اسے جواب ملا کہ یہ اللہ کا گھر ہے۔

وہ فوراً زینوں پر گھوڑا دوڑا کے مسجد کے اندر پہنچا اور گھوڑے سے اتر کے مسجد کے منبر پر چڑھ گیا۔ وہاں مصحف پاک کا ایک بڑا نسخہ رکھا تھا۔ چنگیز خان کالے منقش چمڑے کی زرہ اور چمڑے کا خود پہنے ہوئے تھا۔ اس نے علماء و فضلاء کو جو وہاں جمع تھے خطاب کیا۔ علما کو حیرت تھی کہ اس عجیب الہیت انسان پر آسمان سے آگ کیوں نہیں برستی۔

چنگیز خان نے کہا۔ ''میں اس جگہ محض اس لیے آیا ہوں کہ تم سے یہ کہوں کہ میری فوج کے لیے غلّے اور چارے کا انتظام کرو۔ آس پاس کی زمینوں میں غلّہ اور چارہ بالکل نہیں ہے اور میرے آدمیوں کو تکلیف ہو رہی ہے۔ اس لیے فوراً اپنے ذخیرے کھول دو۔''

لیکن جب مسلمان اکابر مسجد سے لوٹے تو انہوں نے دیکھا کہ گوبی کے جنگجو پہلے ہی سے غلّے کے گوداموں پر قابض ہیں اور اپنے گھوڑوں کے لیے اصطبل بنا چکے ہیں۔ اردو کا یہ حصہ اتنے دنوں تک ریگستانوں میں زبردستی یلغار کر چکا تھا کہ خوشحالی کے اس منظر کو دور سے دیکھتے رہنا اس کے لیے ممکن نہ تھا۔

Marfat.com

چنگیز خان مسجد سے شہر کے چوک میں گیا، جہاں خطیب فلسفہ اور فقہ کا درس عوام الناس کو دیا کرتے تھے۔

ایک قابلِ احترام سید سے کسی نو وارد نے پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

سید نے سرگوشی میں کہا۔ "نہ پوچھو۔ یہ خدا کا عذاب ہے جو ہم پر نازل ہوا ہے۔"

تاریخ کہتی ہے کہ چنگیز خان جس کو مجمعوں سے خطاب کرنے کا ڈھنگ خوب آتا تھا، منبر پر کھڑا ہو گیا اور اس نے اہلِ بخارا کو مخاطب کیا۔ پہلے تو اس نے ان سے ان کے مذہب کے متعلق سوال کیا۔ پھر اس نے رائے ظاہر کی کہ "حجِ بیت اللہ بڑی غلطی ہے۔ نیلگوں جاودانی آسمان کی طاقت ایک جگہ نہیں۔ بلکہ دنیا کے ہر گوشے میں ہے۔" یہ بوڑھا سردار اپنے سامعین کے جذبات کی حالت جانتا تھا۔ اس کی باتوں سے مسلمانوں کا خوف و ہراس بڑھ گیا۔ ان کی نظروں میں وہ ایک کافر خونخوار تھا، جس کا نام ہر چیز کو تباہ و برباد کرنا تھا۔ وہ وحشی اور غیر متمدن طاقت کا مظہر تھا۔ اس کی ہیئت بے ڈھنگی سی تھی۔ اب تک بخارا کو اس طرح کے کافروں سے واسطہ نہ پڑا تھا۔

اس نے بخارا کے باشندوں کو یقین دلانا چاہا "تمہارے شہنشاہ نے بہت سے جرائم کیے ہیں۔ میں جاودانی آسمان کا قہر ہوں۔ آسمان کی ضرب ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ اسے بھی اسی طرح برباد کروں جیسے میں نے دوسرے شہنشاہوں کو کچلا ہے اس کو بچانے یا اسے مدد دینے کی کوشش نہ کرنا۔"

وہ انتظار کرتا رہا کہ مترجم اس کے الفاظ کا ترجمہ ختم کر لے۔ مسلمان اسے اہلِ ختا جیسے معلوم ہوئے۔ شہروں کے بنانے والے، کتابیں لکھنے والے، بس وہ اس حد تک اس کے لیے کارآمد تھے کہ اس کے لیے اناج اور چارہ بہم پہنچائیں، اپنی دولت اس کے حوالے کر دیں، باقی دنیا کے متعلق معلومات فراہم کریں۔ ان میں سے وہ اپنی فوج کے لیے بہتوں کو مزدور اور غلام بنائے گا اور کاریگروں کو گوبی بھیج دے گا۔

Marfat.com

اس نے کہا ''تم نے یہ اچھا کیا کہ میری فوج کے لیے غلہ فراہم کر دیا۔ اب میرے سرداروں کے سامنے تمام زر و جواہر پیش کر دو۔ تم نے کہیں نہ کہیں چھپا رکھے ہوں گے۔ تمہارے مکانوں میں جو کچھ کھلا ہوا رکھا ہے۔ اس کی فکر نہ کرو۔ وہ ہم خود سمیٹ لیں گے۔''

بخارا کے امراء مغلوں کے ایک دستے کی حراست میں تھے جو انہیں دن رات گھیرے رہتا۔ بعضوں کو اس شک کی بنا پر کہ انہوں نے اپنی تمام چھپی ہوئی پونجی پیش نہیں کی طرح طرح کے عذاب دیئے گئے۔ مغل افسروں نے رقاصاؤں اور مغنیوں کو طلب کر کے ان سے اس ملک کے گیت سنے۔ شراب کے جام ہاتھوں میں لیے یہ مغل بڑی متانت سے مساجد اور محلات میں جا بیٹھتے اور شہروں اور باغوں کی اس دنیا میں عیاشی کرتے۔

قلعہ کا محافظ دستہ آخر تک بہادری سے اڑا رہا اور مغلوں کو اتنا نقصان پہنچایا کہ انہیں تاؤ آ گیا۔ تب کہیں قلعہ سر ہوا اور اس کے ساتھی مارے گئے جب زر و جواہر سے ایک ایک چیز تہ خانوں اور کنوؤں اور زمینوں کو کھود کھود کے نکالی جا چکی تو شہر کی ساری آبادی پکڑ پکڑ کے میدان میں لائی گئی۔ ایک مسلمان مؤرخ نے ان لوگوں کی مصیبت اور اذیت کی بڑی واضح تصویر کھینچی ہے۔

''یہ دن بڑا عبرت ناک تھا۔ ہر طرف مردوں، عورتوں اور بچوں کے نالہ و بکا کی آواز آتی تھی جو ایک دوسرے سے چھڑائے جا رہے تھے۔ وحشیوں نے عورتوں کی ان کے قریبی رشتہ داروں کے سامنے عصمت دری کی اور وہ بجز فریاد و زاری کے کچھ نہ کر پائے۔ بعض مرد جو اپنے گھر کی عصمت کو اس طرح برباد ہوتے نہ دیکھ سکتے تھے۔ مغل سپاہیوں پر جھپٹ پڑے اور لڑتے ہوئے مارے گئے۔

شہر کے مختلف حصوں میں آگ لگائی گئی اور لکڑی اور پکی اینٹوں کے ڈھانچوں سے شعلے لپکنے لگے۔ بخارا سے دھوئیں کا ایسا کثیف بادل بلند ہوا کہ سورج روپوش ہو گیا۔ قیدیوں کو سمرقند کی طرف ہنکایا گیا اور چونکہ وہ مغل سواروں کی رفتار سے پیدل نہیں چل سکتے تھے

Marfat.com

اس لیے اس مختصر کوچ کے دوران میں انہیں طرح طرح سے اذیتیں دی گئیں۔"

چنگیز خان جو خود بخارا میں دو ہی گھنٹے ٹھہرا تھا اور اس کے بعد تیزی سے خوارزم شاہ کے تعاقب میں سمرقند روانہ ہو گیا تھا۔ راستے میں اسے ارود کے دو دستے ملے جو سیحوں دریا کی طرف سے آ رہے تھے اور ان کے بیٹوں نے اسے شہروں کی شمالی قطار کی فتح کی خبر سنائی۔

سمرقند خوارزم شاہ کے شہروں میں سب سے زیادہ مستحکم تھے۔ اس نے باغوں کے باہر ایک نئی عظیم الشان فصیل کی تعمیر شروع کی تھی، لیکن مغل اس تیزی سے بڑھ آئے تھے کہ یہ نئی فصیل مکمل نہیں ہونے پائی تھی، لیکن پرانی فصیلیں خود بہت مضبوط اور سنگین تھیں جن کے بارہ آہنی دروازے تھے اور دروازوں کے دونوں جانب برج تھے۔ بیس مسلح ہاتھی اور ایک لاکھ دس ہزار ترک اور ایرانی سپاہی شہر کی حفاظت کے لیے وہاں رکھے گئے تھے۔ مغلوں کی تعداد محصوروں کے مقابلے میں کم تھی اور چنگیز خان نے طویل محاصرے کی تیاری شروع کی اور اس کے لیے آس پاس کے دیہات کی آبادی اور بخارا کے قیدیوں کو زبردستی کام پر لگایا۔

اگر شاہ یہاں اپنی اس فوج کے ساتھ جما رہتا یا کم سے کم تیمور ملک جیسا سردار سمرقند کا قلعہ دار ہوتا تو یہ شہر اس وقت تک تو ضرور اپنی مدافعت کر سکتا جب تک غذا باقی رہتی، لیکن مغلوں کی تیز اور باقاعدہ تیاریوں سے یہاں کے لوگ ڈر گئے، جنہوں نے دور سے قیدیوں کے اس جمِ غفیر کو دیکھا اور ارود کی تعداد کا اصل سے بہت زیادہ کا اندازہ لگایا۔ محافظ فوج نے ایک مرتبہ قلعہ سے باہر نکل کے حملہ کیا، لیکن مغلوں نے حسبِ معمول چھپ کر حملہ کیا اور انہیں بری طرح شکست دی۔ اس جھڑپ میں جو نقصان ہوا اس سے محصور فوج کی ہمت ٹوٹ گئی۔ اور ایک دن جبکہ چنگیز خان فصیل کے ایک حصہ پر حملہ کر کے اندر گھس آنے کی کوشش کر رہا تھا شہر کے قاضی اور امام مغلوں کے پاس پہنچے اور شہر ان کے حوالے کر دیا۔ تیس ہزار ترک اپنی مرضی سے مغلوں سے جا ملے ان کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔

Marfat.com

انہیں مغل وردیاں دی گئیں اور دو ایک روز بعد رات کو ان کا قتلِ عام کر دیا گیا۔ مغلوں کو خوارزم کے ترکوں کا اعتبار نہیں تھا۔ خصوصاً اس لیے کہ انہوں نے اپنے پہلے مالک سے غداری کی تھی۔

شہر کے صناع اور کاریگر پکڑ پکڑ کے ارود میں پہنچائے گئے۔ مضبوط نوجوانوں کو دوسرے مشقت کے کاموں کے لیے غلام بنایا گیا اور باقی آبادی کو واپس گھر جانے کی اجازت ملی لیکن دو ایک سال بعد وہ بھی ارود میں طلب کر لئے گئے۔

لیو چتسائی نے سمرقند کو دیکھ کر لکھا تھا "شہر کے اطراف بیسیوں میل تک ہر طرف باغ، چمن اور گلستان ہیں، ----- نہریں ہیں بہتے ہوئے چشمے ہیں، حوض ہیں اور مدور تالاب ہیں۔ اس میں کیا شک ہے کہ سمرقند بڑا ہی دلکش مقام ہے۔"

○

Marfat.com

سولہواں باب

ارخانوں کی شہسواری

سمرقند میں چنگیز خان کو یہ اطلاع ملی کہ خوارزم شاہ شہر کو چھوڑ کے جنوب کی طرف نکل گیا ہے۔ مغل سردار اس پر تلا ہوا تھا کہ شاہ کو کمک پہنچنے سے پہلے قید کر لیا جائے۔ اب تک خوارزم شاہ سے مڈ بھیڑ کرنے کی کوشش میں خود اسے کامیابی نہ ہوئی تھی۔ اب اس نے قطعی احکامات صادر کر کے جی نویان اور سوبدائی بہادر کو شاہ کے تعاقب میں روانہ کیا۔ احکامات یہ تھے کہ ''دنیا بھر میں محمد خوارزم شاہ جدھر کا رخ کرے ادھر اس کا تعاقب کرنا۔ زندہ ہو یا مردہ اسے حاصل ضرور کرنا، جو شہر ہتھیار ڈال دیں اور اپنے دروازے کھول دیں انہیں تباہ نہ کرنا مگر جن جن قلعوں سے مدافعت کی جائے انہیں حملہ کر کے فتح کر لینا۔ میرے خیال میں یہ کام اتنا مشکل نہیں، جتنا بظاہر معلوم ہوتا ہے۔''

یہ عجیب طرح کا کام تھا کہ ایک شہنشاہ کا درجن بھر سلطنتوں میں تعاقب کیا جائے۔ اس کام کو سب سے زیادہ نڈر ارخون ہی انجام دے سکتے تھے۔ جنہوں نے کبھی ناکامی کا منہ نہ دیکھا تھا۔ بیس ہزار آدمیوں کے دو تومان ان کے حوالے کیے گئے۔ ان احکامات اور اس سوار فوج کے ساتھ دونوں ارخونوں نے فی الفور جنوب کا رخ کیا۔ یہ اپریل 1220ء کا واقعہ ہے جو مغل جنتری کے حساب سے سال مار تھا۔

محمد خوارزم شاہ سمرقند سے جنوب کی طرف بلخ گیا تھا جو افغانستان کے سربلند

Marfat.com

کہساروں کے سرے پر واقع ہے۔ حسبِ معمول اس نے پھر یہاں پس وپیش کی۔ جلال الدین بہت دور شمال میں بحر ہند کے ریگ زاروں کے جنگجو قبیلوں کی ایک نئی فوج بھرتی کر رہا تھا، لیکن چنگیز خان بخارا میں خوارزم شاہ اور اس نئی فوج کے درمیان حائل تھا اور اس فوج سے اتصال ممکن نہ تھا۔

خوارزم شاہ نے افغانستان جانے کا ارادہ کیا جہاں جنگجو قبیلے اس کا راستہ دیکھ رہے تھے لیکن آخر کار مختلف مشوروں اور خود اپنے ہراس وخوف کے درمیان ہچکچا کے اس نے مغرب کا رخ کیا اور ویران سرزمینوں سے ہوتا ہوا شمالی ایران کے پہاڑوں کے سلسلوں کو عبور کر کے وہ نیشاپور پہنچا۔ اپنی دانست میں وہ مغل اردو کو پانچ سو میل پیچھے چھوڑ آیا تھا۔

جبی نویان اور سوبدائی بہادر کو جیحون کے کنارے ایک مضبوط قلعہ بند شہر ملا جو دریا کا راستہ روکے تھا۔ اپنے گھوڑے تیرا کے انہوں نے دریا عبور کیا اوزا پنے ہراول سپاہیوں سے انہیں اطلاع ملی کہ محمد شاہ بلخ کو خالی کر کے بھاگ گیا ہے۔ انہوں نے بھی مغرب کا رخ کیا مگر ایک دوسرے سے الگ ہو کے کیونکہ یہی زیادہ محفوظ طریقہ تھا اور اس طرح گھوڑوں کو زیادہ گھاس ملنے کا امکان تھا۔

ان منتخب تومانوں میں ہر سپاہی کے پاس کئی گھوڑے تھے، سب کے سب اچھی حالت میں، اور منتشر چشموں اور نالوں کے کنارے گھاس ہری ہری اور تازی تازی تھی۔ دن بھر میں وہ کوئی اسی میل کی مسافت طے کرتے تھے اور دن میں کئی بار تازہ دم گھوڑے بدلتے تھے۔ صرف مغرب کے وقت وہ پکا ہوا کھانا کھانے کو اترتے تھے۔ صحرا کے ختم ہونے پر انہیں مرو کے گلستان اور مرو کی سفید فصیلیں نظر آئیں۔

اس کا اطمینان کر کے شاہ اس شہر میں نہیں ہے انہوں نے نیشاپور کی طرف اپنے راہواروں کے رخ پھیر دیئے۔ خوارزم شاہ کی آمد کے تین ہفتے بعد وہ نیشاپور میں تھے مگر خوارزم شاہ ان کی آمد آمد کی خبر سن کر شکار کے بہانے پہلے ہی اس شہر سے بھاگ چکا تھا۔

Marfat.com

نیشاپور کے قلعوں کے دروازے بند کر لیے گئے اور ارخونوں نے بڑی شدت سے دھاوا بولا فصیلوں پر قبضہ کرنے میں تو انہیں کامیابی نہیں ہوئی، لیکن اس کا یقین ہو گیا کہ شاہ اس شہر میں نہیں ہے۔

انہوں نے پھر سے شکار کا راستہ سونگھا اور قافلوں کے اس راستے پر ہو لیے جس سے ہو کر قافلے بحر خزر کے کنارے جاتے تھے۔ راستے میں شاہ کی باقی ماندہ فوج کے ان دستوں کو تتر بتر کر دیا جنہوں نے مغلوں کے خوف سے اس علاقے میں پناہ لی تھی۔ جدید طہران کے قریب انہوں نے تیس ہزار سپاہیوں کی ایک ایرانی فوج کا مقابلہ کر کے اسے شکست دی۔

اب وہ پھر الگ الگ ہو گئے ---- تھوڑی دیر کے لیے مفرور شہنشاہ کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ سوبدائی بہادر جانب شمالی پہاڑی علاقوں میں بڑھا اور جبی نویان جنوب میں دشت نمک کے کنارے کنارے۔ اب وہ خوارزم کی سلطنت کے باہر کے علاقے میں تھے اور اپنے آنے کی خبر سے پہلے ہی اس نئے علاقے میں پہنچ چکے تھے۔

اس دوران میں محمد خوارزم شاہ نے پہلے اپنے حرم اور پھر اپنے خزانے کو اور کہیں بھیج دیا اور خود بغداد جانے کا ارادہ کیا۔ مغلوں نے کچھ عرصہ بعد حرم اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ بغداد پر اسی عباسی خلیفہ کی حکومت تھی، جس سے کچھ دن پہلے خوارزم شاہ کی ان بن تھی۔ اس نے ادھر ادھر سے کچھ آدمی چنے، چند سو ساتھی اور اس شاہراہ پر چل پڑا جو بغداد جاتی تھی۔

لیکن ہمدان کے قریب اس کے عقب میں ہی پھر مغل نمودار ہوئے۔ اس کے آدمی منتشر کر دیئے گئے اور کچل ڈالے گئے۔ کچھ تیر اس پر بھی چلائے گئے لیکن مغلوں نے اسے پہچانا نہیں۔ وہ بچ کے تیزی سے بحیرہ خزر کی جانب روانہ ہوا۔ اس کے محافظ دستے کے کچھ ترک سپاہی اس سے متنفر اور باغی ہو گئے اور اس نے مصلحت اسی میں جانی کہ بجائے شاہی خیمے کے قریب ہی ایک چھوٹے سے خیمے میں رات گزارے۔ جب صبح ہوئی تو اس نے دیکھا کہ خالی شاہی خیمہ تیروں سے چھدا ہوا تھا۔

Marfat.com

اس نے اپنے ایک افسر سے پوچھا۔ ''کیا اس دنیا میں کوئی ایسا مقام نہیں ہے جہاں میں مغلوں کی برق ورعد سے محفوظ رہ سکوں؟''

اسے مشورہ دیا گیا کہ کشتی پر سوار ہو کے بحیرۂ خزر میں دور ایک جزیرے میں روپوش ہو جائے، تاوقتیکہ اس کے بیٹے اور اس کے اتابک اس کی حفاظت کے لیے طاقتور فوج جمع کر لیں۔

محمد خوارزم شاہ نے یہی کیا۔ اپنے چند عجیب الخلقت ساتھیوں کے ساتھ بھیس بدل کے وہ پہاڑوں کے دروں اور گھاٹیوں سے ہوتا ہوا بحیرۂ خزر کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹے سے پر امن قصبے میں پہنچا جہاں زیادہ تر ماہی گیروں اور تاجروں کی آبادی تھی۔ خوارزم شاہ، اگرچہ درماندہ اور بیمار تھا، اس کا دربار اس کے ساتھ نہ تھا، نہ غلام وخدام تھے اور نہ ساقی، پھر بھی اسے اپنے نام ونمود کا خیال تھا۔ اس نے ضد کر کے جامع مسجد میں نماز ادا کی اور بہت جلد یہ راز فاش ہو گیا کہ وہ کون ہے۔

ایک مسلمان شخص نے جسے خوارزم شاہ کے ہاتھوں نقصان پہنچا تھا، مغلوں کو اس کا پتا بتا دیا۔ مغل قزوین میں ایک ایرانی لشکر کو شکست دے چکے تھے اور پہاڑوں میں خوارزم شاہ کا تعاقب کر رہے تھے۔ مغل اس قصبے میں جس میں اس نے پناہ لی تھی، عین اس وقت داخل ہوئے جب وہ ایک ماہی گیر کی کشتی پر سوار ہو رہا تھا۔

تیر برسائے گئے مگر کشتی کنارے سے دور ہوتی گئی۔ بعض خانہ بدوش مغلوں نے طیش کے عالم میں پانی میں گھوڑے ڈال دیئے اور کشتی کے تعاقب میں اس وقت تک تیرتے رہے جب تک انسان اور جانور دونوں میں طاقت رہی اور پھر وہ لہروں میں ڈوب گئے۔

اگرچہ وہ کبھی شاہ کو پکڑ نہ پائے، لیکن وہ اس کا کام تمام کر چکے تھے۔ بیماری اور مصیبتوں سے چور چور ہو کے یہ مسلمان شہنشاہ اس جزیرے میں جاں بحق ہوا۔ جب وہ مرا تو اس قدر مفلس تھا کہ اس کے ایک رفیق کی قمیص نے کفن کا کام دیا۔

Marfat.com

مارے گئے اور روسی فوج میں جو باقی بچے وہ پھر دریائے نیپر کے کنارے کنارے شمال کو واپس چلے گئے۔

سوبدائی بہادر اور جبی نویان اب پھر اپنی مرضی کے مالک تھے۔ یہ دور تک چکر لگاتے لگاتے قرم میں گھس گئے اور وہاں جنیوا کی ایک قلعہ بند تجارتی کوٹھی کو تسخیر کر لیا۔ اس کے بعد وہ معلوم نہیں اور کیا کرتے۔ وہ دریائے نیپر کو پار کر کے یورپ پر یورش کرنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ چنگیز خان، (جس کو قاصدوں کے ذریعے ان کی نقل و حرکت کی اطلاع برابر مل رہی تھی) کا حکم پہنچا کہ وہ کوئی دو ہزار میل مشرق میں فوراً اس سے واپس آملیں۔

راستے میں جبی نویان مر گیا۔ اس پر بھی مغلوں نے چلتے چلتے ایک اور چکر لگایا اور بلغاریوں پر، جو اس زمانے میں دریائے والگا کے کنارے آباد تھے، حملہ کر کے انہیں تاخت و تاراج کر ڈالا۔

یہ عجیب و غریب یلغار تھی اور غالباً آج تک انسان کی شہسواری کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس عجیب کام کو ایسے ہی انسان انجام دے سکتے تھے، جنہیں غیر معمولی قوتِ برداشت عطا ہوئی تھی اور جنہیں اپنی قوت پر پورا اعتماد تھا۔

ایک فارسی مؤرخ لکھتا ہے، ''آپ نے کبھی نہیں سنا کہ مشرق کی سرزمین سے انسانوں کے ایک گروہ نے خروج کیا اور بحیرۂ خزر کے دروں تک روئے زمین پر درانہ گزرتا چلا گیا۔ اور راستہ بھر انسانوں کو نیست و نابود کرتا گیا اور ہر جگہ موت کے بیج بوتا گیا اور پھر زندہ اور توانا مالِ غنیمت کے ساتھ اپنے مالک کے پاس واپس لوٹ آیا اور یہ سارا واقعہ دو سال کے اندر اندر پیش آیا۔''

ان دو مغل دستوں نے طول البلد کے نوے درجوں کی حد تک جو یلغار کی تھی، اس سے عجیب عجیب نتیجے پیدا ہوئے۔ ان نبرد آزماؤں کے ہم رکاب ختا کے علماء اور ایغوری اور نسطوری عیسائی بھی تھے۔ کم سے کم تاریخوں میں ہمیں ایسے مسلمان سوداگروں کا ذکر ملتا

Marfat.com

ہے، جنہوں نے مغل لشکر میں بعض لوگوں کے ہاتھ عیسائیوں کی مقدس کتاب کے نسخے منافع کے ساتھ فروخت کیے۔

سوبدائی بہادر نے یہ یلغار اندھوں کی طرح نہیں کی تھی چینیوں اور ایغوروں نے نقشوں پر جا بجا نشانات لگائے کہ یہاں ہم نے یہ دریا پار کیا۔ ان جھلیوں میں مچھلیاں ملتی ہیں اور یہاں نمک اور چاندی کی کانیں ہیں اور سڑکوں کے کنارے کنارے ہرکاروں کے لیے چوکیاں تعمیر کی گئیں۔ اور مفتوحہ ضلعوں میں داروغے مقرر کیے گئے۔ جنگ جو مغل کے ساتھ ساتھ نظم ونسق کرنے والا چینی عامل بھی ہوا کرتا تھا۔ ایک آرمینی پادری جسے اسیر کر کے مغلوں نے اس لیے ساتھ رکھا تھا کہ وہ خطوں کو پڑھ کر سنا سکے یہ بتاتا ہے کہ قفقار کے نیچے کی سرزمینوں میں دس سال سے زیادہ عمر کے مردوں کی آبادی کی مردم شماری بھی کی گئی تھی۔

سوبدائی بہادر کو جنوبی روس کی عظیم الشان، کالی مٹی والی چراگاہوں کا پتا چل گیا تھا۔ وہ ان میدانوں کو نہیں بھولا۔ کئی سال بعد دنیا کے اس سرے سے پھر واپس لوٹا اور اس نے ماسکو کو تاراج کیا۔ اس نے پھر اس مقام سے آگے اپنی یلغار شروع کی جہاں سے اسے چنگیز خان نے واپس بلا لیا تھا۔ اس نے نیپر کو عبور کر کے مشرقی یورپ پر یورش کی۔

اور جنیوا اور وینس کے تاجروں کو مغلوں سے ملنے کا موقع ملا۔ اگلی نسل میں وینس کے پولاس خاندان کے دو افراد خان اعظم کی سلطنت کے سفر کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔

○

Marfat.com

ستارہواں باب

چنگیز خان کا شکار

ادھر وہ دونوں ارخون بحیرۂ خزر کے پچھم میں یورش کر رہے تھے، ادھر خان کے دو بیٹے اس دوسرے سمندر تک جا پہنچے جو چاروں طرف خشکی سے گھرا ہوا ہے اور جسے بحیرہ خوارزم کہتے ہیں۔ وہ اس لیے بھیجے گئے تھے کہ محمد شاہ کے متعلق اطلاع بھیجیں اور اگر وہ واپس پلٹے تو اس کا راستہ روک دیں۔ بالآخر جب انہیں اطلاع ملی کہ وہ تو مر کے دفن بھی ہو چکا تو وہ دریائے جیحوں کے چکنی مٹی کے کنارے کے راستے سے خوارزمیوں کے آبائی شہر کو واپس ہوئے۔

یہاں مغلوں نے بڑے طویل اور سخت محاصرے کا آغاز کیا۔ بڑے بڑے پتھر یہاں قریب میں نہیں ملتے تھے اس لیے ان کے بجائے درختوں کے قدآور تنوں کو پانی میں بھگو بھگو کے اس قدر وزنی بنایا گیا کہ منجنیقوں سے پھینکنے کے کام کر سکیں۔ ایک ہفتہ تک فصیل کے اندر دست بدست لڑائی ہوتی رہی۔ اس میں مغلوں نے مؤرخوں کے بیان کے مطابق روغن نفت استعمال کیا۔ اس کا استعمال انہوں نے مسلمانوں ہی سے سیکھا ہوگا، جو اس کو یورپ کے صلیبی جنگجوؤں کے مقابلے میں بڑے مؤثر طریقے پر پھینکا کرتے تھے۔ بالآخر خوارزم کا دارالحکومت ادر گنج فتح ہو گیا اور خان کے دونوں بیٹے قیدیوں اور مالِ غنیمت کے ساتھ خان کے قلب لشکر کو واپس ہوئے، لیکن کمزور باپ کا جری فرزند جلال الدین خوارزم

Marfat.com

ان کے چنگل سے بچ کر نکل گیا تا کہ ان کے مقابلے میں تازہ فوجیں فراہم کر سکے۔

اس عرصہ میں سخت گرمیوں کے زمانے میں چنگیز خان نے نشیبی میدانوں سے اپنی فوجیں ہٹالیں۔ یہاں بڑی جھلسانے والی خشک گرمی پڑتی تھی جو اس کے سپاہیوں کے لیے بڑی تکلیف دہ تھی کیونکہ وہ گوبی کے بلند میدانوں کی آب و ہوا کے عادی تھے۔ وہ انہیں جیحوں کے اس پار کے خشک پہاڑوں میں لے گیا۔

گھوڑوں کے گلے چراگاہوں میں چرنے میں مشغول تھے۔ اس نے اپنی فوج کو مصروف رکھنے کے لیے اور ان کی تنظیم برقرار رکھنے کے لیے موسم بھر کے شکار کا حکم نافذ کیا۔ یہ اردو کا بڑا محبوب مشغلہ تھا۔

شکار مغلوں کے لیے باقاعدہ یورش اور حملے سے کم نہ ہوا کرتا تھا۔ فرق اتنا تھا کہ اس میں بجائے انسانوں کے جانوروں سے مقابلہ کیا جاتا۔ شکار میں پورا اردو حصہ لیتا۔ اس کے قاعدے خود خان نے مرتب کیے تھے اور اس لیے اٹل تھے۔

میر شکار جوجی کسی اور مہم میں باہر مصروف تھا، اس لیے اس کا نائب گھوڑا دوڑاتا ہوا پہاڑیوں میں کئی سو میل کا چکر کاٹ کے شکار کے لیے دیکھ بھال کر آیا۔ مختلف دستوں کے لیے جھنڈے نصب کر دیئے گئے کہ وہ کہاں کہاں سے شکار کے لیے آگے بڑھیں۔ افق کے اس پار گرتائی کا انتخاب کیا گیا۔ گرتائی وہ مقام ہوتا تھا جہاں شکار گاہ کی حد مقرر ہوتی تھی۔ اور اس پر بھی نشان لگا دیا جاتا تھا۔

اب دیکھیے۔ اردو کے دستے بڑی توانائی اور تندرستی کے عالم میں دائیں بائیں آگے بڑھے۔ شکاریوں کا حکم ہوتا تو کھلی ہوا میں راتوں کو بسیرا کر لیتے۔ انتظار کرتے رہے کہ خان کی سواری آ جائے اور پھر قرناؤں اور باجوں کے شور کے بعد انہیں آگے جھپٹنے کا حکم ملے۔ وہ ایک ہلکے سے نیم دائرے کی شکل میں اسی میل زمین پر پھیلے ہوئے ہیں۔

جیسے ہی خان کی سواری آ پہنچی اور خان کے جلو میں بڑے بڑے سپہ سالار شہزادے

Marfat.com

اور خان کے جواں سال پوتے آ گئے، شہسوار اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ وہ قطاروں میں جم کے صف آرا ہوئے۔ ان کے پاس وہ تمام ہتھیار اور وہ سارا ساز و سامان تھا، جو انسانوں کے مقابل میں لڑنے میں استعمال ہوتا ہے۔ اور ان کے علاوہ بید کی ڈھالیں بھی تھیں۔

گھوڑے موج در موج آگے بڑھے۔ افسر پیچھے رہ گئے اور سپاہیوں نے آگے بڑھ کے جانوروں کو ہانک لگائی۔ سپاہیوں کو ممانعت تھی کہ جانوروں کے مقابلے میں ہتھیار استعمال کریں۔ اگر کوئی چوپایہ شکاریوں کی صف سے بچ کر نکل جاتا تو یہ بری ذلت کی بات سمجھی جاتی۔ وہ جھاڑیوں کو کچلتے ہوئے، گھاٹیوں کو چھانتے ہوئے اور پہاڑیوں پر چڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ جب کوئی شیر یا بھیڑیا کسی جھاڑی سے نکلتا ہوا دکھائی دیتا تو وہ بڑی زور سے نعرے لگاتے اور شور مچاتے۔

رات کو زیادہ مشکل پیش آتی۔ شکار کا پہلا مہینہ گزر جانے پر یہ حال تھا کہ جانوروں کی بہت بڑی تعداد انسانوں کے اس نیم حلقے کے آگے آگے مجتمع ہو گئی تھی۔ سپاہی پڑاؤ میں رات بسر کرتے، الاؤ جلاتے سنتری مقرر تھے۔ یہاں تک کہ معمولِ جنگ کے مطابق اندر داخل ہونے یا باہر جانے کے لیے راز کا لفظ بھی رائج ہوتا۔ افسر پڑاؤ کا گشت کرتے۔ ایسے وقت میں طلایہ گردی آسان نہ تھی، جب کہ پہاڑوں کے سارے چوپائے ان کے آگے آگے ادھر سے ادھر پھرتے تھے۔ چوپایوں کی آنکھیں زمین پر شعلوں کی طرح چمکتی معلوم ہوتیں۔ بھیڑیوں کے چلانے اور چیتوں کے دہاڑنے کی آوازیں خاموشی کو بار بار توڑتیں۔

ایک مہینہ اور گزر گیا تو دشواری بڑھ گئی۔ اب نیم دائرہ سمٹ کے دائرہ بننے لگا اور جانوروں کے ہجوم کو بھی یہ اندازہ ہونے لگا کہ انہیں ہنکایا جا رہا ہے۔ اب شکار کی سخت گیری میں کسی طرح کی نرمی کی اجازت نہ تھی۔ اگر کوئی لومڑی زمین میں گھس جاتی تو زمین کھود کے اسے نکالا جاتا۔ اگر کوئی ریچھ چٹانوں کے درمیان کسی سوراخ میں جا چھپتا تو کسی نہ کسی سپاہی

Marfat.com

پر لازم تھا کہ اسے باہر نکالے اور شرط یہ تھی کہ ریچھ زخمی نہ ہونے پائے۔ نوجوان جنگجوؤں کے لیے اپنی ہنرمندی اور بے خوفی کے جوہر دکھانے کا بڑا اچھا موقع تھا۔ خاص طور پر اس وقت جب کوئی اکیلا جنگلی سؤر یا جنگلی سؤروں کا گلہ پلٹ کے سواروں کی صف پر حملہ کرتا۔

صف کا ایک حصہ ایک موڑ پر ایک دریا کے چوڑے پاٹ پر جا نکلا۔ فوراً قاصد دوڑائے گئے کہ شکاریوں کے سارے نیم حلقے میں یہ حکم پہنچا دیں کہ جب تک دریا پار نہ کر لیا جائے، صف کا باقی حصہ بھی ٹھہرا رہے۔ ہنکائے ہوئے جانور پہلے ہی دریا کو پار کر چکے تھے۔

سن رسیدہ چنگیز خان کبھی یہاں، کبھی وہاں نمودار ہوتا۔ اپنے سپاہیوں کے تیور دیکھتا اور یہ دیکھتا کہ افسران سپاہیوں کی کس طرح نگہداشت کر رہے ہیں۔ شکار کے دوران میں تو اس نے کچھ نہ کہا، لیکن ایک ایک تفصیل اسے اچھی طرح یاد تھی۔

شکاریوں کی رہبری میں سپاہیوں کا نیم حلقہ گرتائی کے قریب پہنچتے پہنچتے تنگ حلقہ بن گیا۔ جانور اب اس دباؤ کو محسوس کرنے لگے۔ ہرن ادھر ادھر کلیلیں بھرتے نظر آتے اور ان کے پہلو کانپتے ہوئے دکھائی دیتے۔ شیر ادھر ادھر پلٹتے اور سر جھکا کے گرجتے۔ گرتائی سے باہر نظروں سے اوجھل حصہ مکمل ہو گیا تھا اور شکار کے اطراف شکنجے کی طرح تنگ ہو رہے تھے۔ نقاروں، قرناؤں اور باجوں کی گونج اور چیخ پکار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ اب سپاہیوں کی صفیں دہری تہری تھیں۔ چنگیز خان نے انسانوں اور بے قابو جانوروں کے ہجوم کے پاس پہنچ کر اشارہ کیا۔ سواروں نے اس کے آگے بڑھنے کے لیے جگہ کر دی۔

پرانی رسم کے مطابق نرغے میں آئے ہوئے جانوروں کے درمیان سب سے پہلے خان کو پہنچنا چاہیے تھا۔ خان کے ایک ہاتھ میں ننگی تلوار تھی، دوسرے ہاتھ میں کمان اب ہتھیار چلانے کی اجازت تھی۔ مؤرخوں کا بیان ہے کہ سب سے زیادہ وحشی درندوں کو چن کے چنگیز خان نے ان پر حملہ کیا۔ ایک شیر کو تیروں سے مارا اور بھیڑیوں کے قریب پہنچ کے

Marfat.com

اپنے گھوڑے کی لگام روک لی۔

جب وہ کئی درندے مار چکا تو پھر حلقہ سے باہر نکل آیا اور ایک پہاڑی پر چڑھ کے، جہاں سے گرتائی کا منظر نظر آتا تھا، شہزادوں اور سپہ سالاروں کے کرتب دیکھتا رہا جو اس کے بعد گرتائی میں گھسے تھے۔ یہ مغلوں کا اکھاڑا تھا۔ یہاں کے کرتب خانہ بدوشوں کے تھے اور رومتہ الکبریٰ کے اکھاڑوں کی طرح یہاں بھی یہ ہوتا تھا کہ بہت سے لوگ جو اس میں داخل ہوتے، جانوران کی ہڈیاں چبا ڈالتے اور ان کی لاش باہر پہنچائی جاتی۔

جب جانوروں کے قتلِ عام کی اجازت ملی تو اردو کے جنگجو موج در موج آگے بڑھے اور جو جانور سامنے آیا، اسے ہلاک کر ڈالا۔ شکار کو ہلاک کرنے کے لیے ایک پورا دن وقف تھا۔ اس کے بعد دستور کے مطابق اردو کے نوعمر شہزادے اور چنگیز خان کے پوتے اس کے سامنے حاضر ہو کے درخواست کرتے کہ باقی ماندہ جانوروں کی جان بخشی کی جائے۔ یہ درخواست قبول کر لی گئی اور شکاریوں نے جانوروں کی لاشیں اکٹھا کرنی شروع کیں۔

اس شکار کا مقصد سپاہیوں کو مشق کرانا تھا اور سواری کی حلقہ بندی کا طریقہ ایسا تھا جو انسانوں کے ساتھ جنگ میں بھی استعمال کیا جاتا تھا۔

اس سال اس دشمن ملک میں چار مہینے تک شکار ہوتا رہا۔ چنگیز خان خزاں میں پھر سے یورش کی تیاری کر رہا تھا اور اپنے بیٹے جوجی اور چغتائی سے ملنے کا منتظر تھا، جو بحیرہ جند کے کنارے سے خوارزم شاہ کی موت کی خبر لے کے آ رہے تھے۔

اب تک مغل اسلامی ممالک میں بے روک ٹوک آگے بڑھتے چلے آئے تھے۔ انہوں نے اس سرعت سے دریاؤں کو عبور اور شہروں کو فتح کیا تھا جیسے اس زمانے میں کوئی مسافر قافلے اور نوکروں کے ساتھ ایک منزل سے دوسری منزل تک پہنچے۔ خوارزم شاہ غازی جو شروع میں کشور کشائی کے خواب دیکھتا رہا اور آخر میں بڑا بزدل بن گیا، اپنی رعایا کو چھوڑ کے اپنی جان بچانے کی فکر میں بھاگ کھڑا ہوا تھا اور بھاگ کر بھی اسے سوائے ذلت اور

Marfat.com

گداؤں کے سے کفن و دفن کے اور کچھ نصیب نہ ہوا تھا۔

ختا کے شہنشاہ کی طرح خوارزم شاہ نے بھی اپنی فوجیں قلعہ بند کر لی تھیں، تا کہ وہ مغلوں کی سوار فوج سے محفوظ رہ سکے۔ یہ مغل فوج عین جنگ کے وقت تک نظروں سے اوجھل رہتی اور پھر بڑی ہی وحشت ناک خاموشی سے ان اشاروں کے مطابق نقل و حرکت کرتی، جو جھنڈوں کو جنبش دے کے کیے جاتے۔ یہی اشارے افسر اپنے ہاتھوں کی جنبش سے اپنے سپاہیوں کے لیے دہراتا۔ یہ اشارے دن کو کیے جاتے۔ کیونکہ حرب وضرب کے شور اور قرنا اور طبلِ جنگ کی گونج میں دشمن و دوست کی آواز کی تمیز نہ رہتی اور کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی۔ رات کو اشارے کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ رنگین قندیلیں سپہ سالار کے نشان یا طوغ کے قریب اوپر چڑھائی یا اتاری جاتیں۔

سیحوں دریا کے کنارے کنارے پہلی یورش کے بعد چنگیز خان نے اپنی فوج سمرقند اور بخارا میں اکٹھی کر دی تھی جنہیں وہ خوارزم شاہی سلطنت کے دو خاص الخاص شہر سمجھتا تھا۔ بلا کسی خاص دشواری کے اس نے مدافعت کا یہ دوسرا حلقہ بھی درہم برہم کر دیا تھا۔ اب اس کا ارود اس حصہ میں جمع تھا جسے دفاع کا تیسرا حلقہ کہا جا سکتا تھا۔ یہ ایران اور افغانستان کی شاداب پہاڑیوں کا علاقہ تھا۔

ابھی تک مغلوں اور ترکوں ----- کافروں اور مسلمانوں ----- کے درمیان جو جنگیں ہوئی تھیں وہ مسلمانوں کے لیے بڑی مہلک ثابت ہوئی تھیں۔ ترک مغلوں کو قہرِ خداوندی کا مظہر سمجھنے لگے تھے وہ یہ سمجھنے لگے تھے کہ گناہوں کی سزا انہیں اسی دنیا میں مل رہی ہے۔

چنگیز خان کی کوشش یہ تھی کہ ان کا عقیدہ اور پختہ ہو جائے۔ اس نے احتیاطاً مشرق کی طرف اپنے پہلو کا علاقہ بھی صاف کر لیا تھا۔ جیحوں کے منبع کے قریب کی سطح مرتفع پر اس نے بنفسِ نفیس قبضہ کیا تھا اور مغرب کے ان شہروں کو فتح کرنے کے لیے اس نے فوج کے اور دستے بھیجے، جن کو فتح کیے بغیر جبی نویان اور سوبدائی بہادر آگے نکل گئے تھے لیکن جن کے

Marfat.com

متعلق انہوں نے خان کو تفصیلی اطلاعیں بھیجی تھیں۔ جب یہ ہو چکا تو چنگیز خان نے بلخ پر قبضہ کیا اور اسی کے نواح کے علاقے میں اس نے شکار میں گرمیوں کا موسم بسر کیا تھا۔

یہاں اس نے مسلمان قوموں کے درمیان کی تجارتی شاہراہوں پر قبضہ کیا۔ وہ اس تمام عرصے میں معلومات فراہم کر رہا تھا اور اسے معلوم تھا کہ ابھی اور تازہ دم فوجیں ہیں اور افق کے اس پار اس سے بھی زیادہ طاقت ور سلطنتیں ہیں۔ جیسے پہلے چینیوں نے اس کے مقابلے کے لیے اسلحہ بندی کی تھی۔ اب سارا عالمِ اسلام اس کے مقابلے کے لیے مسلح ہو رہا تھا۔ سلطان محمد خوارزم شاہ کی موت اور اس کے دو بیٹوں کے مغلوں کے مقابلے میں شہید ہونے کے بعد مسلمان رعایا اپنے قدرتی رہنماؤں، ایرانی شہزادوں اور سیدوں کے جھنڈوں کے تلے مقابلے کے لیے جمع ہو رہی تھی۔

چنگیز خان کو اس صورتِ حال کا علم تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اصلی زور آزمائی کا موقع اب آنے والا ہے —— یہ کہ شاید دس لاکھ فوج، سوار اور کیل کانٹے سے لیس اس سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھنے کو تیار ہے۔ فی الحال اس فوج کا کوئی شایانِ شان سپہ سالار نہ تھا اور یہ اس کے اطراف در جن بھر سلطنتوں میں منتشر تھی۔

یورش کے اس دوسرے سال میں مغل اردو کی جملہ تعداد بارہ تومانوں سے زیادہ نہ ہو گی، یعنی ایک لاکھ سے کچھ زیادہ سپاہی۔ ایغوروں کا سردار اید یقوت اور المالیق کا عیسائی بادشاہ اس سے اجازت لے کے طیان شان کے پہاڑوں کے اس پار واپس ہو چکے تھے۔ اس کے بہترین سپہ سالار جبی نویان اور سوبدائی بہادر دو تومانوں کے ساتھ دور مغرب میں تھے۔ تغاچار نویان جو اس کے باقی ماندہ ارخونوں میں سب سے زیادہ بھروسے کے قابل تھا نیشاپور کے محاصرے میں کام آ چکا تھا۔ مقولی بہادر ختا میں نیابت کا فرض انجام دے رہا تھا، ارخونوں کی تعداد گھٹ چکی تھی اور چنگیز خان نے سوبدائی بہادر سے مشورہ لینے کی ضرورت محسوس کی۔

Marfat.com

اس لیے اس نے اپنے اس محبوب سپہ سالار کو بحیرہ خزر کے اس پار سے واپس بلا بھیجا۔ سوبدائی فرمان کی تعمیل میں بلخ واپس آن پہنچا اور کچھ روز خان سے اور اس سے مشاورت ہوتی رہی۔ پھر وہ سوار ہو کے ایک ہزار میل کے فاصلے پر اپنے لشکر کے صدر کو واپس چلا گیا۔

اب خان کا مزاج بدل چکا تھا اور اب وہ شکار کے متعلق نہیں سوچ رہا تھا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے جوجی کو ملامت کی کہ آپس کی لڑائی میں اس نے اورگنج کی تسخیر میں بہت دیر لگا دی۔ یا شاید اس لیے ملامت کی کہ اس نے جلال الدین خوارزم کو بچ کر نکل جانے دیا۔ ضدی اور گستاخ جوجی کو اردو سے باہر چلے جانے کا حکم دیا گیا۔ اپنے نجی سپاہیوں کے ساتھ وہ بحیرہ خوارزم کے اس پار کی چراگاہوں میں چلا گیا۔

تب چنگیز خان نے اپنے اردو کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ محض نقل و حرکت کرنے یا لاپروائی اور حقارت سے دشمن کو لوٹنے کھسوٹنے کے لیے نہیں۔ اس مرتبہ اس کا ارادہ تھا کہ اس کے اطراف کے مسلمان ملکوں میں لڑنے بھڑنے کے قابل مردوں کی جو عظیم الشان آبادی ہے، اس کا قتلِ عام کر دے۔

O

Marfat.com

اٹھارہواں باب

تولی کا تخت زریں

ایک خراسانی شہزادہ اپنے وقائع میں لکھتا ہے: ''میں اس زمانے میں اپنے قلعہ میں رہا کرتا تھا جو ایک اونچے سنگلاخ قلہ کوہ پر واقع تھا۔ یہ خراسان کے بڑے حصین قلعوں میں شمار ہوتا تھا اور اگر راوی کا قول صحیح ہے تو یہ اس زمانے سے میرے آباؤ اجداد کے تصرف میں تھا، جب کہ اس علاقے کے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ چونکہ یہ قلعہ صوبہ کے مستقر کے نزدیک تھا، اس لیے یہ ان مفرور قیدیوں اور تاتاریوں کے ہاتھوں اسیری یا موت سے پناہ گزین باشندوں کے لیے دارالامان کا کام دیتا تھا۔

کچھ عرصہ بعد تاتاری اس قلعے کے سامنے نمودار ہوئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اس قلعہ کا سر کرنا مشکل ہے تو وہ اس شرط پر محاصرے سے دست بردار ہونے کے لیے تیار ہوئے کہ اس کے عوض میں انہیں سوتی کپڑے کے دس ہزار لبادے، اور بہت سی اور وافر اشیاء اور ساز و سامان دیا جائے، حالانکہ وہ اس وقت نیشاپور کی تسخیر کے بعد مال غنیمت سے لدے ہوئے تھے۔

میں اس پر راضی ہو گیا۔ لیکن جب یہ سوال پیدا ہوا کہ خراج کا یہ سامان ان تک کون لے جائے تو اس کے لیے کوئی تیار نہ ہوا کیونکہ سب یہ جانتے تھے کہ چنگیز خان کا معمول یہ تھا کہ جو کوئی مغلوں کے ہاتھ پڑتا تھا تہ تیغ کر دیا جاتا تھا۔ بالآخر دو ضعیف العمر آدمی اس کام

Marfat.com

کے لیے تیار ہوئے۔ اپنے بال بچوں کو وہ میرے حوالے کر گئے کہ اگر وہ قتل کر دیئے گئے تو ان کے اہل وعیال کی کفالت کا ضامن بنوں اور یہی ہوا کہ واپس جانے سے پہلے تاتاریوں نے ان دونوں بوڑھوں کو قتل کر دیا۔

بہت جلد یہ وحشی سارے خراسان میں پھیل گئے۔ جب یہ کسی ضلع میں پہنچتے تو آگے آگے اس علاقے کے دہقانوں کو ہنکاتے اور جب کسی شہر کا محاصرہ کرتے تو قیدیوں کو منجنیقوں اور محاصرے کے سازوسامان کی تیاری کے لیے استعمال کرتے۔ ہر طرف ہراس اور ویرانی طاری تھی، جو قید ہو جاتا وہ اس شخص کے مقابلے میں زیادہ مطمئن ہوتا جو اپنے گھر میں اس شش وپنج میں رہتا کہ معلوم نہیں محاصرے کے بعد اس کا کیا انجام ہونے والا ہے۔ منجنیقوں پر غلامی کی محنت کے لیے سردار اور امیر بھی اپنے سپاہیوں اور غلاموں کے ساتھ ہنکائے جاتے۔ جو مغلوں کے حکم کی تعمیل نہ کرتا، بلا استثناء موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔"

خراسان کے زرخیز علاقوں پر حملے کے لیے چنگیز خان نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے تولی کو، جو امیرِ جنگ بھی تھا، سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ اسے یہ حکم ملا تھا کہ وہ جلال الدین خوارزم کو تلاش کرے لیکن یہ خوارزمی شاہزادہ کسی طرح اس کے ہاتھ نہ آتا تھا۔ مغل فوج نے مرو پر حملہ کیا۔ مرو کا شہر بیابان کا لعل سمجھا جاتا تھا اور خوارزم کے بادشاہوں کی تفریح گاہ تھا۔ یہ دریائے مرغاب کے کنارے آباد تھا اور اس کے کتب خانوں میں ہزارہا بیش بہا مسودے اور قلمی نسخے تھے۔

مغلوں نے اس شہر کے نواح میں ترکمانوں کے ایک دستے کو طلایہ کرتے دیکھا اور اسے منتشر کر دیا۔ تولی نے فصیلوں کا چکر لگا کے شہر کے حصاروں کا اندازہ لگایا۔ مغل صفیں اور قریب کر لی گئیں اور مکمل محاصرہ کر لیا گیا۔ ترکمانوں سے لوٹے ہوئے جانور چراگاہوں میں چرنے کے لیے چھوڑ دیئے گئے۔

اس محاصرے میں چنگیز خان کے اپنے محافظ دستے کے ایک ہزار چنے ہوئے مغل

Marfat.com

مارے گئے اور تولی کے غیض و غضب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ تولی مرو کی فصیلوں پر پیہم حملے کرتا رہا۔ اس نے خندق کے اطراف ریت کی دیوار سی لگائی اور حملے سے پہلے تیروں کی بوچھاڑ کرتا رہا۔ اکیس دن تک یونہی سخت لڑائی ہوتی رہی اور اس کے بعد جب لڑائی ذرا مدھم ہوئی تو مغلوں کے پاس ایک امام کو بھیجا گیا۔ جس کی بڑی خاطر تواضع ہوئی ---- اور جو حفاظت سے واپس اپنی فوج تک پہنچا دیا گیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ امام شہریوں کی طرف سے نہیں گیا تھا بلکہ اسے قلعہ دار نے بھیجا تھا جس کا نام مجیر الملک تھا۔ مطمئن ہو کے قلعہ دار خود چاندی کے ظروف اور مرصع لبادوں کے بیش بہا تحائف لے کے مغلوں کے خیموں تک گیا۔

تولی جو مکر و فریب میں طاق تھا، اس نے ایک اعزازی خلعت مجیر الملک کے لیے بھیجی اور اسے خیمے میں آ کر کھانا کھانے کی دعوت دی اور یہاں اس نے ایرانی قلعہ دار کو یقین کرا دیا کہ اس کی اپنی جان بخشی کر دی جائے گی۔

تولی نے یہ تجویز پیش کی "اپنے دوستوں اور چنے ہوئے ساتھیوں کو بھی بلوا لو میں ان کو اعزاز و منصب بخشوں گا۔"

مجیر الملک نے ایک نوکر کو بھیج کے اپنے قریبی دوستوں کو بلا بھیجا اور وہ بھی اس ضیافت میں قلعہ دار کے پاس آ بیٹھے۔ تولی نے اس وقت مرو کے چھ سو امیر ترین آدمیوں کی فہرست مانگی اور قلعہ دار اور اس کے دوستوں نے فرمانبرداری کے ساتھ یہ فہرست اسے لکھ کے دے دی جس میں شہر کے متمول ترین زمینداروں اور تاجروں کے نام شامل تھے۔ پھر مجیر الملک نے دہشت کے عالم میں یہ دیکھا کہ مغلوں نے اس کے تمام ساتھیوں کا گلا گھونٹ دیا۔ تولی کے افسروں میں سے ایک چھ سو آدمیوں کی اس فہرست کو لے کر مرو کے قلعے کے دروازے پر گیا۔ فہرست قلعہ دار کے قلم کی لکھی ہوئی تھی اور اس نے قلعہ دار کے نام پر ان چھ سو آدمیوں کو طلب کیا۔

Marfat.com

رفتہ رفتہ یہ چھ سو آدمی بھی آ گئے اور انہیں حراست میں لے لیا گیا۔ اب مغلوں نے قلعے کے دروازے پر قبضہ کر لیا اور ان کے سوار دستے مرو کی گلیوں میں گھس پڑے۔ شہر کے سارے باشندوں کو اپنے اہل و عیال سمیت باہر میدان میں نکلنے کا حکم دیا گیا اور یہ حکم بھی ملا کہ جتنا سامان وہ اپنے ساتھ لے جا سکتے ہوں لے جائیں۔ چار دن تک شہر خالی ہوتا رہا۔

ایک سنہرے تخت پر قیدیوں کے ہجوم میں بیٹھا ہوا تولی یہ سارا نظارہ دیکھتا رہا۔ اس کے افسر چن چن کے ایران کے فوجی افسروں کو اس کے سامنے پیش کرتے رہے۔ ان افسروں کے سر کاٹے جاتے رہے اور مرو کی ساری رعایا بے بسی کے عالم میں دیکھتی رہی۔

پھر مرد، عورتیں، بچے تین گروہوں میں الگ الگ کیے گئے۔ مردوں کو زمین پر لیٹ جانے کا حکم ملا۔ اس طرح کہ ان کے ہاتھ پشت کی طرف بندھے تھے۔ اس پورے مجمع کو مغلوں میں تقسیم کر دیا گیا جو ان سب کا گلا گھونٹتے رہے یا ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے رہے۔ صرف چار سو کاریگر زندہ باقی رہنے دیئے گئے، جن کی مغل اردو کو ضرورت تھی۔ کچھ بچے غلام بنا کے باقی رکھے گئے۔ چھ سو امیروں کا بھی یہی حشر ہوا۔ پہلے تو انہیں طرح طرح کے عذاب دیئے گئے، یہاں تک کہ انہوں نے بتا دیا کہ ان کا مال و دولت کہاں کہاں دفن ہے۔

مغلوں نے خالی مکانوں کو خوب غارت کیا۔ دیواریں زمین کے برابر کر دی گئیں۔ پھر تولی نے باگ موڑی۔ سارے شہر میں بظاہر صرف پانچ ہزار مسلمان زندہ بچے جو تہہ خانوں اور نالیوں میں جا چھپے تھے، لیکن یہ بھی زیادہ دیر تک بچنے نہیں پائے اردو کے کچھ سپاہی شہر کو واپس آئے۔ ان لوگوں کا کھوج لگا کے انہیں بھی قتل کر دیا اور اس شہر میں ایک انسان بھی باقی نہیں رہنے دیا گیا۔

اسی طرح یکے بعد دیگرے حیلے اور فریب سے مرو کے ساتھ اور شہر بھی فتح کر لیے گئے۔ ایک جگہ کچھ لوگوں نے اس طرح اپنی جان بچانا چاہی کہ لاشوں کے ہجوم میں خود بھی

Marfat.com

مردہ بن کے لیٹ گئے۔ مغلوں نے یہ سن کے یہ حکم جاری کر دیا کہ آئندہ سے شہر کے باشندوں کا جب قتلِ عام ہو تو ہر ایک کا سر قلم کر دیا جائے۔ ایک اور شہر کے ملبے میں کچھ ایرانی زندہ باقی رہ گئے تھے، مغلوں کا ایک دستہ اس حکم کے ساتھ واپس بھیجا گیا کہ ان باقی ماندہ آدمیوں کو بھی تہ تیغ کر ڈالے۔ خانہ بدوش مغل ان کے پڑاؤ پر پہنچے اور ان بدنصیبوں کو بڑی بے دردی سے قتل کیا۔ ان پر اتنا بھی ترس نہ کھایا جتنا جانوروں پر شکار کے وقت انہیں ترس آتا تھا۔

مغلوں کی جنگ بھی بڑی حد تک جانوروں کے شکار کی طرح تھی۔ ہر ترکیب، ہر انوکھی چالا کی استعمال کی جاتی کہ بنی نوع انسان کا بیخ و بنیاد سے استیصال کیا جائے۔ ایک اور تسخیر شدہ مسمار شہر کے ویرانے میں مغلوں نے ایک قیدی مؤذن کو ایک مسجد کے مینار سے اذان دینے پر مجبور کیا، جو مسلمان گوشوں اور کناروں میں چھپے ہوئے تھے، یہ سمجھ کر باہر نکل آئے کہ یہ خونخوار حملہ آور شہر کو چھوڑ کے جا چکے ہیں۔ ان مسلمانوں کا قتلِ عام کر دیا گیا۔

جب مغل کسی شہر کو مسمار کر کے آگے بڑھتے تو اس کے نواح میں اناج کی جتنی فصلیں ہوتیں انہیں کچل ڈالتے یا جلا دیتے تا کہ اگر کچھ لوگ ان کی تلوار کی زد سے بچ گئے ہوں تو فاقہ کر کے مر جائیں اور گنج میں جہاں انہیں طویل محاصرے کی صعوبت برداشت کرنی پڑی تھی انہوں نے یہاں تک زحمت اٹھائی کہ شہر کے پیچھے دریا پر بند باندھ کے اس کا راستہ اس طرح بدلا کہ شہر کے مکانوں اور دیواروں کے ملبے تک سیلاب کی زد میں آ گئے۔ دریائے جیحوں کے اس طرح رخ بدلنے پر ماہرینِ جغرافیہ بہت دنوں تک حیران رہے۔

آج ان خونیں فصیلوں کے بیان ہی سے دہشت معلوم ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسی جنگ تھی جو ہر حد سے تجاوز تھی۔ اس حد تک جیسی دوسری عالمگیر جنگ۔ یہ بغیر منافرت کے بنی نوع انسان کا قتلِ عام تھا جس کا مقصد محض انسانوں کو فنا کرنا تھا۔ اس قتلِ عام نے عالمِ اسلام کے قلب کو ایک طرح کا چٹیل میدان بنا دیا۔ جو لوگ اس قتلِ عام سے بچ جاتے وہ روحانی

Marfat.com

طور پر اس قدر مضمحل اور پریشان ہوتے کہ بجز کسی نہ کسی طرح کچھ کھا لینے اور پھر چھپ جانے کے وہ کسی کم کے نہ رہتے۔ خوف و ہراس ان پر اتنا طاری رہتا کہ شہر کے ویرانے کو جس پر گھاس اگ آتی تھی کسی طرح نہ چھوڑتے، یہاں تک کہ وہ بھیڑیئے جو لاشوں کو کھانے کے لیے آتے انہیں وہاں سے بھگا دیتے یا انہیں بھی لاشوں کے ساتھ کھا جاتے۔ حکم یہ تھا کہ مسمار شدہ شہروں میں پھر سے انسان آباد نہ ہونے پائیں۔ ان شہروں کے نشان اس سرزمین پر داغوں کی طرح باقی رہتے جو کسی زمانے میں بڑے زرخیز تھے۔ ایک مرتبہ سے زیادہ یہ ہوا کہ جہاں کوئی شہر آباد تھا وہاں ہل چلایا گیا اور غلہ کاشت کیا گیا۔

ان خانہ بدوشوں کے نزدیک انسانی زندگی کی قیمت اس زمین سے کم تھی جس سے غلہ اگتا ہے اور جس پر درندے چلتے پھرتے ہیں، اس لیے وہ ایک سرے سے شہروں کو نیست و نابود کر رہے تھے۔ چنگیز خان نے بغاوت کی تحریک کو شروع ہی سے مفلوج کر دیا تھا۔ قبل اس کے کہ اس کے خلاف مقاومت کی جائے۔ اس نے سرے سے اس کا سدِ باب کر دیا تھا۔ وہ کسی طرح کے رحم کا قائل نہ تھا۔

اس نے اپنے ارخونوں سے کہا تھا ''خبردار میرے دشمنوں پر رحم نہ کھانا بجز اس کے کہ میں خاص طور پر حکم دوں۔'' اس طبیعت کے آدمی ظلم وتعدی اپنا فرض پہچانتے ہیں۔ جب کوئی دشمن شکست کھاتا ہے تو خود بخود مطیع نہیں ہو جاتا بلکہ ہمیشہ اپنے نئے مالک سے نفرت کرتا رہتا ہے۔

اس نے یہ طریقے گوبی میں استعمال نہیں کیے تھے اور نہ ختا میں اتنا ظلم و جبر کیا تھا۔ یہاں دنیائے اسلام کے لیے وہ فی الحقیقت قہر وعذاب بن گیا تھا۔ اس نے تولی کو بڑی سختی سے لعنت ملامت کی تھی کہ اس نے جلال الدین خوارزم کے دس ہزار حامیوں کے سوا ہرات کے باشندوں کو کیوں زندہ چھوڑا اور درحقیقت ہرات کے باشندوں نے اس کے جوئے کے خلاف بغاوت کی اور مغل صوبہ دار کو قتل کر ڈالا۔

Marfat.com

جب نوجوان سلطان الدین خوارزم شاہ کسی شہر میں پہنچتا اور وہاں کے باشندوں کو جوش دلاتا تو لمحہ بھر کے لیے ان شہروں میں آگ سی فروزاں ہو جاتی لیکن بہت جلد ان شہروں کے دروازوں پر مغل فوجیں نمودار ہوتیں۔ ہرات کی قسمت بھی اتنی ہی سیاہ نکلی جتنی مرو کی تھی۔ بڑی بے دردی اور خونخواری سے مقاومت کی چنگاریاں بجھائی گئیں۔ تھوڑے عرصے کے لیے ایک حقیقی خطرہ رونما ہوا تھا، یہ مغلوں کے خلاف جہاد کا تھا۔

راسخ العقیدہ مسلمان جب آپس میں سرگوشی کرتے تو چنگیز خان کو ''ملعون'' کہتے، لیکن جوش کی یہ آگ بھی بجھ گئی۔ اہلِ اسلام کا ایک حقیقی سردار موجود تھا، جلال الدین خوارزم شاہ لیکن عالمِ اسلام کا قلب مسمار ہو چکا تھا۔ جلال الدین خوارزم شاہ جو اکیلا یہ صلاحیت رکھتا تھا کہ دنیا بھر کے منتشر مسلمانوں کو یکجا کر کے حملہ آوروں کے مقابلے کے لیے میدان میں آئے، اس کے تعاقب میں مغلوں کے ہراول دستے اس طرح مصروف تھے کہ وہ سرحد ہی سرحد پر رہتا تھا۔ اور اسے نہ اس کا وقت مل سکا اور نہ موقع کہ کوئی بڑی فوج مجتمع کر سکتا۔

جب دوسری گرمیاں آئیں تو گرمیوں کی شدت کے زمانے میں چنگیز خان اپنے اردو کے بڑے حصے کے ساتھ کوہ ہندوکش کی شجر پوش بلندیوں پر چلا گیا، جس کے نیچے پتتی ہوئی وادیاں تھیں۔ یہاں اس نے اپنی فوج کو آرام کے لیے پڑاؤ ڈالنے دیا۔ قیدیوں کو اس نے گندم کی کاشت پر لگایا۔ ان قیدیوں میں امیر، فقیر، قاضی اور غلام سب ہی طرح کے لوگ تھے۔ اس مرتبہ شکار نہیں ہوا۔ اس کے لشکر کو بھی بیماریوں نے کافی تاراج کیا تھا۔

یہاں اس کے لشکریوں نے پامال درباروں کے ریشمی شامیانوں میں کوئی مہینہ بھر آرام کیا۔ ترک اتابکوں اور ایرانی امراء کے بیٹے ان کی ساقی گری کرتے تھے۔ دنیائے اسلام کی مظلوم عورتیں مغلوں کے پڑاؤ میں بے نقاب ماری ماری پھرتی تھیں۔ گیہوں کے کھیتوں میں کام کرنے والے مزدوران کو وحشت زدہ آنکھوں سے دیکھتے۔ ان کاشت

Marfat.com

کرنے والوں کے پاس ستر پوشی کے چیتھڑے مشکل سے باقی رہ گئے تھے اور جب مغل سپاہی انہیں کھانا کھانے کا حکم دیتے تو وہ کتوں کے ساتھ بچے کھچے کھانے کے لیے چھین جھپٹ کرتے۔

وحشی ترکمان جو قافلوں کی رہزنی کیا کرتے تھے، پہاڑوں کی چوٹیوں سے اتر کے آتے اور حملہ آوروں سے گھل مل جاتے اور بڑی حیرت سے سونے چاندی اور مرصع ملبوسات کو گھور گھور کر دیکھتے، جو انبار در انبار خیموں کے سائے میں پڑے ہوئے تھے کہ گوبی پہچانے جائیں۔ یہاں مریضوں کے معالجے کے لیے طبیب بھی تھے۔ ان وحشی خانہ بدوشوں کے لیے طبیب بڑی نادر جنس تھے۔ علماء بھی تھے جو ختا کے حکماء سے بحث مباحثہ کرتے اور گوبی کے غارت گر مروّت اور بے تعصبی سے ان کے مناظرے سنتے جو آدھے ان کی سمجھ میں آتے آدھے نہ آتے اور انہیں اس کی پروا بھی نہیں تھی۔

لیکن چنگیز خان کے سامنے ایک نہایت وسیع اور عظیم الشان کام نظم و نسق کا قیام تھا۔ ختا کے ارخونوں کے پاس سے روس کے میدانوں سے سوبدائی بہادر کے قاصد آتے۔ وہ خود تو دو محاذوں پر جنگی کارروائی کی رہنمائی کر رہا تھا لیکن یہ بھی ضروری تھا کہ وہ گوبی میں خانوں کی مجلسِ مشاورت سے اپنا ربط برقرار رکھے۔

چنگیز خان محض پیغاموں سے مطمئن نہ تھا۔ اس نے حکم دیا کہ اس کے ختا کے مشیر ہندوکش میں ان کے پاس آئیں۔ ہندوکش، سنگلاخ چٹانوں کے تنگ راستے اور بیابانوں کی سطح انہیں پسند آئی ہو یا نہ آئی ہو، ہر ایک نے بلا چون و چرا تعمیل کی۔

مشرق اور مغرب کے درمیان نئی شاہراہیں کھولنے کے لیے چنگیز خان نے ''یام'' کو ایجاد کیا۔ یہ مغلوں کے گھوڑوں کی ڈاک تھی۔ ویسی ہی تھی جیسی تیرہویں صدی کے ایشیاء میں ٹٹوؤں کی ڈاک۔

○

Marfat.com

انیسواں باب

سڑکیں بنانے والے

کئی پشتوں سے گوبی کے قبائیلوں کے یہاں یہ طریقہ رائج تھا کہ ایک پڑاؤ سے دوسرے پڑاؤ تک ایک سوار خبریں پہنچایا کرتا۔ جب کوئی آدمی گھوڑا دوڑاتا ہوا آ کے جنگ کا بلاوا، یا کوئی اور خبر سناتا تو اردو میں سے کوئی نہ کوئی اور اپنے گھوڑے پر زین کستا اور یہ خبریں دور دراز کے دستوں تک پہنچا آتا۔ ان قاصدوں کو دن بھر میں پچاس ساٹھ میل کی مسافت طے کرنے کی عادت تھی۔

جب چنگیز خان کی فتوحات کا حلقہ بہت وسیع ہو گیا تو اس کی بھی ضرورت پیش آئی کہ ''یام'' کی اصلاح کی جائے۔ شروع شروع میں تو اس کی حکومت اور فوری ضروریات کی طرح یام کا استعمال بھی محض اس کے لشکر کے لیے تھا۔ جس راستے سے لشکر گزرتا اس پر کچھ کچھ فاصلے سے باقاعدہ کیمپ قائم کیے جاتے۔ ہر کیمپ میں گھوڑوں کی ایک قطار نوجوان سائیسوں کی تحویل میں چھوڑ دی جاتی اور چوروں سے مقابلے کے لیے کچھ سپاہی بھی وہیں چھوڑ دیے جاتے۔ جب ایک مرتبہ لشکر کسی راستے سے گزر چکتا تو اس سے زیادہ طاقتور دستہ کو پیچھے چھوڑنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی۔

یہ کیمپ جو چند یورتوں، گھوڑوں کے لیے گھاس چارے کے ایک کھلیان، اور سرما کی غذا کے لیے جو کے تھیلوں پر مشتمل ہوتا، غالباً سو سو میل کے فاصلے پر قائم کیا جاتا۔ یہی

Marfat.com

قافلوں کی شاہراہ تھی۔ اسی راستے سے خزانہ برادر قراقورم کو ہیرے، جواہرات، سونے کے ریوڑ، جیڈ کے اور مینا کاری سے مرصع ظروف اور بدخشاں کے بڑے بڑے لعل لے جایا کرتے۔

انہی سڑکوں سے ارود کا لوٹا ہوا مالِ غنیمت گوبی میں گھر بھیجا جاتا۔ ان قبائلی دیہاتیوں کو دن بدن زیادہ حیرت ہوتی ہوگی کہ ہر مہینے عجائب اور نوادر، اور غیر معلوم علاقوں سے انسانوں کے تحفے بڑی تعداد میں آتے رہتے۔ خاص طور پر حیرت اس وقت ہوئی ہوگی جب گوبی کے وہ سپاہی جنہوں نے خراسان یا وسط ایشیاء کے زمین سے گھرے ہوئے سمندروں کے کنارے لڑائیاں لڑی تھیں، واپس ہوئے ہوں گے اور یورتوں میں آگ کے پاس بیٹھ کے انہوں نے ارود کے کارنامے اور ناقابلِ یقین فتوحات کا حال سنایا ہوگا۔

یا شاید ان لوگوں کو جو گھر ہی پر رہے تھے اور جو اپنے خیموں کے دروازے پر آئے دن مالِ غنیمت کے اونٹوں پر سے روز افزوں مال و دولت کا انبار اترتا دیکھتے تھے۔ کوئی بات ناقابلِ یقین نہ معلوم ہوتی ہوگی۔ معلوم نہیں عورتیں آرائش و زیبائش کا یہ غیر معمولی سامان پا کے کیا سوچتی ہوں گی جو انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا تھا یا بوڑھے جب یہ خیال کرتے ہوں گے کہ ارخونوں نے اس دنیا کے باہر تنگ و تاز کی جس کا انہیں علم تھا تو کیا سوچتے ہوں گے؟ اس تمام مال و دولت کا کیا حشر ہوا؟ مغل عورتیں ایران کے موتیوں کے نقاب استعمال کرنے کا سلیقہ بھی رکھتی تھیں؟

چرواہے اور نوعمر لڑکے بڑے رشک سے کہنہ مشق سپاہیوں کو عرب شبدیزوں کی قطاریں اپنے ساتھ لاتے دیکھتے اور یہ سپاہی اپنی زین کے تھیلوں سے کسی شہزادے یا اتابیک کی نقرئی مینا کاری کی زرہ نکال کے انہیں دکھاتے۔

مغلوں نے ان نئے تجربوں کی کوئی یادداشت نہیں چھوڑی لیکن ہمیں اتنا معلوم ہے کہ وہ چنگیز خان کی فتوحات کو پہلے ہی سے مقدر سمجھتے تھے۔ وہ ان کے لیے "بگدو" تھا۔ وہ

Marfat.com

جسے دیوتاؤں نے بھیجا ہے۔ وہ جس نے قانون بنایا ہے۔ یہ اس کی مرضی تھی کہ زمین کے جس حصے کو چاہے فتح کرلے۔

معلوم ہوتا ہے کہ چنگیز خان خود اپنی فتوحات کو ہرگز آسمانی تحفہ نہیں سمجھتا تھا۔ ایک مرتبہ سے زیادہ اس نے کہا تھا "آسمان پر ایک سورج ہے۔ آسمان میں ایک ہی طاقت ہے۔ زمین پر ایک ہی خاقان رہ سکتا ہے۔"

اس کی بدھ رعایا اگر اس کی عظمت یا پرستش کرنے لگی تھی تو وہ بلا کسی اعتراض کے اس عقیدت کو ماننے لگا تھا۔ مسلمان اسے قہرِ الٰہی سمجھتے تھے۔ یہ لقب بھی اس نے قبول کرلیا تھا، بلکہ جب وہ یہ دیکھتا تھا کہ قہرِ الٰہی بننے سے اس کا کام نکلے گا تو وہ مسلمانوں کے اس عقیدے کو اور پختہ کردیتا تھا۔ وہ نجومیوں کی پیشین گوئیاں سنتا۔ مگر کرتا وہی جو اس کی اپنی تجویز ہوتی۔ نپولین کے برعکس وہ قطعاً تقدیر کا قائل نہ تھا اور نہ اس نے سکندر کی طرح خدائی کا دعویٰ کیا۔ جب نصف دنیا پر حکومت کرنے کا مسئلہ پیش آیا تو اس نے اسی صبر اور استقلال سے اس مقصد کی طرف توجہ کی، جیسے وہ اپنی جوانی میں ایک بھٹکا ہوا گھوڑا ڈھونڈھنے نکلا تھا۔

خطابوں کو وہ محض کاروبار کے نقطہ نظر سے جانچتا۔ ایک مرتبہ اس نے حکم دیا تھا کہ سرحد کے ایک مسلمان شہزادے کو خط لکھا جائے۔ یہ خط ایک ایرانی منشی نے لکھا اور ایران کے ذوق کے لحاظ سے تمام مرصع خطابات خوشامد کے لہجے میں لکھے۔ جب یہ خط چنگیز خان کو سنایا گیا تو بوڑھا مغل مارے غصے کے آپے سے باہر ہوگیا اور چلا کے حکم دیا کہ اس خط کو پرزے پرزے کردیا جائے۔

منشی سے اس نے کہا "تو نے بڑی حماقت کا خط لکھا ہے۔ وہ شاہزادہ یہ سمجھے گا کہ میں اس سے ڈرتا ہوں۔"

پھر اس کے بعد اس نے اپنے ایک اور منشی کو حسبِ معمول ایک مختصر سا خط تحکمانہ لہجے میں لکھوایا اور اس پر خاقان کے لقب سے دستخط کیے۔

Marfat.com

اپنی فوجوں کے درمیان ربط قائم رکھنے کے لیے چنگیز خان نے پرانے قافلے کے راستوں کو باہم مربوط کیا۔

افسر ڈاک کی سراؤں میں ٹھہر کے اپنی مہریں دکھاتے، جن پر شہباز کی تصویر کھدی ہوتی اور پھر وہ انتظار کرتے کہ ان کے لیے گلے سے پشم دار ٹٹو ڈھونڈ کے لائے جائیں اور دراز ریش چینی، موٹے موٹے لحافوں جیسے روائی دار لبادوں میں لپٹے ہوئے، دو پہیوں والی گاڑیوں میں ادھر سے ادھر سفر کرتے ہوئے ان سراؤں میں آتے۔ ان کی گاڑیوں پر پردے پڑے رہتے اور ان کے نوکر بیش قیمت چائے کی ٹکیاں توڑ توڑ کے آگ پر ان کے لیے چائے بناتے جاتے۔ ان سراؤں میں ایغور حکما مخملی سمور کی اونچی ٹوپیاں پہنتے، ایک کاندھے پر زرد لبادے ڈالے ہوئے آن کر ٹھہرتے۔ یہ ایغور بھی اب اردو کا جز ولاینفک ہو چکے تھے۔

یام کی سرائے کے پاس ہی قافلوں کے اونٹوں کی بے شمار قطاریں راستہ طے کرتیں۔ ان اونٹوں پر مسلمان تاجروں کا سارا سامان، کپڑے، ہاتھی دانت اور ایسی دوسری اشیاء لد لد کر اس ریگستان کو آتیں۔

یام بہ وقت واحد، تار، ریل، اور ڈاک کا کام دیتا تھا۔ نامعلوم سرزمینوں سے آنے والے اجنبی یہاں پہنچ کر گوبی کے مغلوں کا پتا پوچھتے۔ پتلے چہروں والے یہودی ان سراؤں میں اپنے لدے ہوئے خچر اور گاڑیاں لے کے آتے۔ زرد فام، چوڑی ٹھوڑیوں والے ارمنی یہاں سوار ہو کے آتے اور تجسس کی نظر سے خاموش مغل سپاہیوں کو دیکھتے جو اپنے کمبل اوڑھے بیٹھے آگ تاپتے ہوئے، یا کسی خیمے میں سوتے سوتے، جس کے پردے کا دروازہ کھلا ہوتا۔

یہ مغل شاہراہوں کے مالک تھے۔ بڑے قصبوں میں ایک داروغہ مامور ہوتا جو سڑک کا افسرِ اعلیٰ ہوتا اور جو اپنے ضلع کا مطلق العنان حاکم ہوتا۔ داروغہ کے پاس ایک منشی ہوتا۔ جو

Marfat.com

لکھتا جاتا کہ کس سرائے میں کون کون سے لوگ آئے اور کون سامال واسباب اس راستے سے گزرا۔

ہر سرائے میں بہت تھوڑے محافظ سپاہی ہوتے اور وہ سرائے کے حاکم کے گرد و پیش خادموں کی طرح رہتے۔ ان کے فرائض بہت ہلکے اور مختصر سے تھے۔ قریب کے علاقوں سے جس چیز کو فراہم کرنے کا انہیں حکم ملتا وہ فوراً فراہم ہو جاتی۔ ادھر کوئی مغل اپنے لمبے بالوں والے ٹٹو پر، کاندھے پر ہلکا سا نیزہ رکھے، چمڑے کی زرہ پہنے، سمور یا ہرن کے چمڑے کا لبادہ پہنے ادھر ادھر دیکھتا نظر آیا، ادھر قریب ہی جتنے بھی لوگ تھے سب اس کا حکم سننے کے لیے جمع ہو جاتے۔ ایشیاء میں ہمیشہ ہی چھوٹے موٹے قزاق ہوا کرتے تھے۔ اب وہ بالکل غائب ہو گئے تھے۔ کس کی مجال تھی کہ مغلوں کی سرائے سے گھوڑا باندھنے کی رسی تک چرا لے جائے، حالانکہ سرائے میں سب غافل ہی کیوں نہ ہوں یا سورہے ہوں۔

ان سراؤں میں قیدی مسلمان کاریگروں کے تھکے ماندے قافلے قراقورم جاتے ہوئے دم لینے کو ٹھہرتے۔ ان میں بڑھئی تھے، گویئے تھے، اینٹیں بنانے والے، لوہار، تلوار بنانے والے، قالین ساز سب ہی طرح کے کاریگر تھے۔ زمین سے گھرے ہوئے سمندر کے نواح کے ریگستانوں کو پار کرتے ہوئے یہ سردی اور تھکن سے کانپتے اور لڑکھڑاتے جاتے۔ پورا قافلہ اردو کے ایک تنہا مغل سوار کی تحویل میں ہوتا جو ان کا نگہبان بھی ہوتا اور رہبر بھی مگر بیچ کے نکل جانے یا بھاگ جانے کی کیا امید تھی اور کیا موقع تھا؟

ان سراؤں میں اور عجیب عجیب قافلے آ کر رکتے۔ زرد پگڑیوں والے لاما، پوجا چکر گھماتے ہوئے، ان کی آنکھیں دور دراز کی برفانی چوٹیوں پر جمی ہوئی ہوتیں تبت کی ویران ڈھلانوں سے آئے ہوئے سیاہ پگڑیوں والے لاما، مسکراتے ہوئے ترچھی آنکھوں والے بدھ یاتری جن کی سیاحت کا مقصد یہ ہوتا کہ مہایانا کے راستے پر چلیں جو مقدس بدھ کا راستہ تھا۔ ننگے پاؤں سفر کرنے والے جوگی، لمبے بالوں والے فقیر، اس دنیا سے غافل بھورے

Marfat.com

لبادے پہنے ہوئے نسطوری پادری جن کو جادو ٹونے زیادہ آتے تھے، لیکن عبادت اور انجیل کے محض چند ہی فقرے یاد تھے۔

اور کبھی کبھی پسینے میں ڈوبے ہوئے طاقتور راہوار پر کوئی سوار آ نکلتا جو پادریوں، پجاریوں اور عمال کے ہجوم کو تتر بتر کر کے، یورتوں کے پاس اپنا گھوڑا روک کے چلا کے ایک لفظ سناتا۔ یہ وہ شخص تھا جو خان کے احکام لایا کرتا تھا اور آرام کیے بغیر دن بھر ایک سو پچاس میل کی مسافت طے کرتا تھا اور اس کے لیے سرائے کا بہترین گھوڑا فوراً تیار کر کے حاضر کر دیا جاتا۔

یہ تھا یام جیسا کہ دو پشتوں کے بعد مارکو پولو نے اپنے سفرنامے میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ جب وہ کام بالو[7]، یعنی خاقانوں کے مستقر کو گیا تھا۔

''اب آپ کو جاننا چاہیے کہ خاقان کے قاصد جب خان بالیغ سے سفر کرتے تو ہر پچیس میل کے فاصلے پر راستے میں انہیں ایک سرائے ملتی جو گھوڑوں کی ڈاک کی سرائے کہلاتی۔ ان منزلوں پر ان کے لیے بڑی اور خوبصورت سی عمارت بنی ہوتی جس میں وہ آرام کر سکتے۔ اس عمارت میں تمام کمرے آراستہ بستروں اور بیش قیمت ریشمی پردوں سے مزین ہوتے۔ اگر اس عمارت میں کوئی بادشاہ بھی آ کے قیام کرتا تو انہیں آرام دہ پاتا۔''

''ان منزلوں میں سے بعض میں چار سو گھوڑے ہوتے، بعض میں دو سو۔ جب قاصد کسی ایسے حصے سے گزرتے جس میں سڑکیں نہ ہوتیں اور ٹھہرنے کا اور کوئی مقام نہ ہوتا تو منزلوں کی سرائیں وہاں بھی ضرور ہوتیں، اگرچہ زیادہ فاصلہ پر ہوتیں اور ان میں خاقان کے قاصدوں کے لیے تمام ضروریاتِ زندگی فراہم ہوتیں۔ وہ چاہے جس ملک اور جس علاقے سے آئے ہوئے ہوتے، اپنے لیے تمام ضروری اشیاء تیار پاتے۔''

کبھی کسی شہنشاہ، بادشاہ یا امیر کو اتنی دولت نصیب نہ ہوئی ہوگی، جس دولت کا اندازہ ان سراؤں سے ہوتا ہے، کیونکہ ان سب سراؤں میں تین لاکھ گھوڑوں کی نگہبانی کی جاتی ہے

Marfat.com

اور جملہ عمارتوں کی تعداد دس ہزار سے اوپر ہے اور یہ سب اتنے اعلیٰ پیمانے پر ہے کہ اس کو پوری طرح بیان کرنے کا حق ادا کرنا مشکل ہے۔

''اس طرح ان مقامات سے جو دس دن کی مسافت کے فاصلے پر واقع ہیں، خاقان کو ایک دن اور ایک رات میں اطلاعات وصول ہو جاتی ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صبح کو خان بالیغ میں تازہ میوہ توڑ کر جمع کیا جاتا ہے اور دوسری شام کو یہ چاندو ہیں خاقان کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ خاقان نے ان قاصدوں کو تمام محاصل معاف کر دیئے ہیں بلکہ اس کے علاوہ انہیں تنخواہیں دی جاتی ہیں۔''

''ان کے علاوہ سراؤں میں ایسے بھی آدمی رہتے ہیں جو کسی شدید عجلت یا جلدی کے موقع پر دن بھر میں دو سو پچاس میل کی مسافت طے کر سکتے ہیں اور پھر رات کو بھی اتنی ہی مسافت طے کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر قاصد ایک چوڑی پٹی پہنتا ہے، جس میں گھنٹیاں لگی ہوتیں ہیں۔ ان گھنٹیوں کے بجنے کی آواز بہت دور سے آنے لگتی ہے۔ سرائے پہنچ کے قاصد، دوسرے قاصد کو بالکل اسی طرح تیار پاتا ہے۔ اپنا پیغام اسے دے دیتا ہے اور سرائے کا منشی جو اس وقت فوراً حاضر ہو جاتا ہے اسے اس کے علاوہ ایک اور پروانہ دیتا ہے۔ یہ منشی ہر سرائے میں قاصد کے پہنچنے اور روانہ ہونے کے وقت کا اندراج کر لیتا ہے۔''

''یہ قاصد سرائے میں تازہ دم گھوڑے بدلتے ہیں جو زین اور ساز سے آراستہ انہیں تیار ملتے ہیں اور ان گھوڑوں پر سوار ہو کے وہ پھر سرپٹ روانہ ہو جاتے ہیں۔ اور اگلی سرائے پر پھر گھنٹیوں کی آواز سن کے پہلے ہی سے گھوڑے تیار کر دیئے جاتے ہیں۔ جس رفتار سے یہ لوگ سواری کرتے ہیں وہ حیرت ناک ہے۔ رات کو وہ بہر حال اتنی تیزی سے سفر نہیں کر سکتے جیسے دن کو، کیونکہ ان کے ساتھ ساتھ پیدل مشعل بردار بھی چلتے ہیں۔''

''ان قاصدوں کی بڑی توقیر ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنا پیٹ، سینہ اور سر مضبوط پٹیوں سے نہ باندھیں تو اس قدر تیزی سے ہرگز سفر نہ کر پائیں۔ ان کے پاس ایک لوح پر شہباز کی مہر

Marfat.com

ہوتی ہے کہ اگر راستہ میں ان کا گھوڑا تھک کے ڈھیر ہو جائے تو سڑک پر انہیں جو کوئی مسافر ملے اسے گھوڑے سے اتار کے اس کے گھوڑے پر سوار ہو لیں۔ کسی کی مجال نہیں جو اپنا گھوڑا ان کے حوالے کرنے سے انکار کر سکے۔"

یہ ڈاک کی سڑکیں چنگیز خان کے نظامِ حکومت میں ریڑھ کی ہڈی کی طرح تھیں۔ ہر قصبے کے مغل داروغہ کا قدرتی طور پر یہ فریضہ تھا کہ گھوڑوں کے گلہ کی نگہداشت کرے اور قرب و جوار سے ضروری سامانِ رسد فراہم کرے۔ اس کے علاوہ ان علاقوں میں جہاں اردو برسرِ جنگ نہ ہوتا چنگیز خان کے لیے خراج وصول کیا جاتا۔ چنگیز خان کا قانون 'یاسا' ساری مملکت کا قانون تھا اور اس نے قرآن و حدیث کی جگہ لے لی تھی۔ مردم شماری بھی کی گئی تھی۔

ہر مذہب کے پجاری اور مذہبی پیشوا محاصل سے مستثنیٰ تھے۔ یہی یاسا کا فرمان تھا۔ اردو میں جتنے گھوڑے دشمن سے چھینے جاتے، ان پر نئے مالک کا نشان لگا دیا جاتا۔ خان کے گھوڑوں کا نشان علیحدہ تھا۔

مردم شماری کے کتابچوں کی خانہ پری کے لیے، اور داروغاؤں کے بھی کھاتوں کی تکمیل کے لیے مختی چینیوں اور ایغوروں نے آمن یا سرکاری دفتر میں صیغے کھول رکھے تھے۔ مغل داروغہ کے علاوہ مفتوحہ علاقہ کے کسی معزز آدمی کو بھی کسی ذمہ دار خدمت پر مامور کرنے کی اجازت دی جاتی۔ اس سے مغلوں کو ضروری اطلاعات اور معلومات ملتیں اور یہ ترجمان کا کام بھی انجام دیتا۔

ایک صوبہ میں چنگیز خان نے ایک شیخ کو شیر کی شبیہہ والی لوح بھی عطا کی۔ اس شیخ کو اختیار حاصل تھا کہ وہ داروغاؤں کے احکامات کو فسخ کر دے۔ جن لوگوں کو سزائے موت مل چکی ہے ان کی جان بخشی کر دے۔ چنگیز خان نے مقامی حکام کو جب یہ اختیارات دیئے۔ خواہ یہ برائے نام ہی سہی، تو دہشت کی حکومت میں تھوڑی سی کمی پیدا ہوئی۔ ابھی وقت نہیں

Marfat.com

آیا تھا مگر آنے ہی والا تھا کہ مغلوں کی طرح مفتوحہ قوموں کے لوگ بھی یاسا کے حوالے سے انصاف چاہیں۔ مغلوں کے مزاج میں تلون نہیں تھا۔ فوجی یلغار کی پہلی دہشت اور ابتلاء کے بعد مفتوحہ قوموں کے لوگ مغلوں کو کسی قدر روادار پاتے۔

لیکن چنگیز خان کو اگر کوئی فکر تھی تو بس اپنی فوج کی، اور نئی سڑکوں کی، اور اس دولت کی جو مفتوحہ دنیا سے اس کی قوم کی جانب کھنچی چلی آرہی تھی۔ اردو کے افسراب نہایت نفیس قسم کی زنجیر اور ترکی زرہیں پہنتے اور ان کے قبضے میں دمشق کی تاجدار تلواریں تھیں۔ جہاں تک خود چنگیز خان کا تعلق ہے وہ نئے ہتھیاروں کو تو مستقل طور پر بڑے تجسس کی نظر سے دیکھتا تھا لیکن مسلمانوں کے دوسرے آسائش کے سامان سے اسے دلچسپی نہ تھی۔ وہ آخر تک گوبی کا لباس پہنتا رہا اور اس نے اپنی عادتیں نہ بدلیں۔

کبھی کبھی وہ درگزر بھی کر سکتا تھا لیکن جس وقت جیسی موج ہو۔ وہ اس پر تلا ہوا تھا کہ فتح کی مہم کی تکمیل کرلے، کیونکہ یہ مہم ابھی تک نامکمل تھی۔ کبھی کبھی اسے طیش و غضب کا سخت دورہ پڑتا۔ سمرقند کے ایک بڑے ہی کریہہ منظر طبیب کو اس نے اپنا منظورِ نظر بنالیا تھا، جو اس کی آنکھوں کا علاج کررہا تھا۔ چنگیز خان کی رواداری سے اس شخص میں اتنی جرأت بڑھ گئی کہ مغل افسروں کو اس سے تکلیف پہنچنے لگی۔ اس نے خان سے ایک بڑی حسین مغنیہ کو مانگا جو اور گنج کی تسخیر کے وقت مغلوں کے ہاتھ لگی تھی۔

چنگیز خان اس شخص کے اصرار سے بہت محظوظ ہوا اور اس نے حکم دیا کہ اس لڑکی کو اس کے حوالے کردیا جائے، لیکن وہ طبیب اس قدر بدشکل تھا کہ یہ اسیر حسینہ اس کی طرف مائل نہ ہوئی اور یہ سمرقندی پھر چنگیز خان کی خدمت میں یہ درخواست لے کر حاضر ہوا کہ حسینہ کو حکم دیا جائے کہ وہ اس کی مرضی کی تعمیل کرے۔ اس پر بوڑھے مغل کو غصہ آگیا اور اس نے ایسے سب لوگوں کو صلواتیں سنانا شروع کیں جو اپنے حکم کی تعمیل نہیں کراسکتے اور جو آخر میں غدار بن جاتے ہیں۔ پھر اس نے طبیب کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

Marfat.com

اس موسمِ خزاں میں چنگیز خان نے تمام اعلیٰ افسروں کو حسبِ معمول مجلسِ مشاورت میں شرکت کے لیے بلا بھیجا تھا، لیکن اس کا بڑا بیٹا جوجی نہیں آیا تھا۔ اس نے تحفتہً کئی گھوڑے بھیج دیئے تھے اور معذرت کی تھی کہ میں بیماری کے سبب سے نہیں آ سکتا۔

ارود کے بعض شاہزادے جوجی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ اس کی پیدائش اور اس کا نطفہ مشکوک ہے اور اسے ''تاتار'' کہہ کے پکارتے تھے۔ انہوں نے چنگیز خان کو سمجھایا کہ اس کے فرزندِ اکبر نے قرولتائی میں شرکت نہ کر کے اس کے حکم سے سرتابی کی ہے۔ بوڑھے مغل نے اس افسر کو بلا بھیجا، جو جوجی کے پاس سے گھوڑے لے کے آیا تھا اور پوچھا کہ کیا جوجی سچ مچ بیمار ہے۔

قچاق سے جو قاصد آیا تھا، اس نے کہا ''یہ تو میں نہیں جانتا، لیکن جب میں روانہ ہوا تھا تو وہ شکار کھیلنے میں مصروف تھا۔''

غصہ کے عالم میں چنگیز خان اپنے خیمے میں چلا گیا اور اس کے افسروں کو توقع تھی کہ اب وہ نافرمانی کی سزا دینے کے لیے جوجی کے خلاف حملہ کرے گا۔ اس کے برعکس اس نے اپنی منشی سے ایک خط لکھوایا اور اسے قاصد کے حوالے کیا کہ وہ مغرب کا راستہ لے۔ چنگیز خان یہ نہیں چاہتا تھا کہ ارود میں پھوٹ پڑ جائے اور شاید اسے بھروسا تھا کہ اس کا بیٹا اس کے خلاف بغاوت نہیں کرے گا، کیونکہ اس نے سوبدائی بہادر کو حکم دیا تھا کہ وہ یورپ سے واپس لوٹ آئے اور جوجی جہاں کہیں ملے اسے اپنے ساتھ لیتا ہوا ارود کے قلب کو واپس آئے۔

○

Marfat.com

بیسواں باب

دریائے سندھ کے کنارے جنگ

اس اہم موسمِ خزاں میں پیہم عمل کے سوا اور کسی بات کے لیے وقت نہ تھا۔ ہرات اور دوسرے کئی شہروں نے فاتحوں کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا۔ جلال الدین خوارزم شاہ مشرق میں فوج جمع کر رہا تھا۔ ہندوکش کے مشرق سے ہراول دستوں کی یہی اطلاع تھی۔ چنگیز خان کی تجویز یہ تھی کہ خوارزمی شہزادے کے مقابلے کے لیے تولی کو بھیجے جس پر وہ اپنے اور سپہ سالاروں سے زیادہ اعتماد کرتا تھا، لیکن اسی زمانے میں ہرات کی بغاوت کی خبر ملی، اس لیے بہت بڑی فوج کے ساتھ تولی کو مغرب میں خراسان بھیجا گیا۔

خوارزمی فوج کی تلاش اور استیصال کے لیے ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ خود چنگیز خان نے میدان کا رخ کیا۔ اس کے راستے میں کوہ بابا کے کہساروں میں بامیان کا مسلح شہر پڑتا تھا۔ وہ خود اس کا محاصرہ کرنے کے لیے ٹھہر گیا اور اپنی فوج کا بڑا حصہ ایک اورارخون کی سرکردگی میں جلال الدین خوارزم شاہ سے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔

کچھ عرصہ بعد قاصد بامیان اس خبر کے ساتھ آ پہنچے کہ جلال الدین کے ساتھ ساٹھ ہزار فوج ہے اور یہ کہ مغل سپہ سالار سے اس کا مقابلہ ہوا اور مغل سپہ سالار نے خوارزمیوں کی اس کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیا کہ وہ چھپ کر اس پر حملہ کر سکیں۔ ہراول کے دستے اور پیش قدمی کرنے والے سپاہی خوفناک خوارزمی شہزادے کی نقل و حرکت کی نگرانی کر

Marfat.com

رہے ہیں۔

واقعہ جو پیش آیا یہ تھا کہ اس نازک موقع پر ایک افغان فوج جلال الدین کے ساتھ آ ملی تھی اور اس کی قوت دگنی ہو گئی تھی۔ کچھ ہی عرصہ بعد یہ خبر ملی کہ ترکوں اور افغانوں نے مغل ارخون کو شکست دے کر اس کے سپاہیوں کو پہاڑوں میں دھکیل دیا ہے۔

چنگیز خان نے نئے سرے سے بڑے غیظ وغضب کے ساتھ بامیان کے شہر پر حملہ کیا جو اس کے راستے میں حائل تھا۔ محصورین نے اس سارے علاقہ کو پہلے ہی سے ویران کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے پتھر تک دور دور ہٹا دیئے تھے تا کہ مغل انہیں اپنی منجنیقوں میں استعمال نہ کر پائیں۔ وہ ساز وسامان جس کے ساتھ مغل اب تک عام طور پر لڑتے آئے تھے، ان کے ساتھ نہ تھا اور فصیلوں کے مقابلے میں انہوں نے جو لکڑی کے برج کھڑے کیے تھے ان پر قلعہ سے روغن نفت میں ڈوبے ہوئے آتش گیر تیروں کی بوچھاڑ ہوتی تھی، یہاں تک کہ مغلوں نے مویشیوں کو کاٹ کے ان کی بھیگی ہوئی کھالوں کو ان لکڑی کے برجوں پر آگ سے بچانے کے لیے منڈھ دیا۔

چنگیز خان نے آخری ہلے کا حکم دیا، جس کے معنی یہ تھے کہ جب تک قلعہ سر نہ ہو جائے حملہ جاری رہے۔ عین اس وقت اس کا ایک پوتا جو فصیل کے نیچے تک اس کے ساتھ ساتھ آیا تھا مارا گیا۔ بوڑھے مغل نے حکم دیا کہ اس لڑکے کی لاش جس کو وہ اس کی ہمت اور جرأت کی وجہ سے بہت چاہتا تھا، خیموں میں پہنچا دی جائے۔

اس نے اپنی فوج کو آخری ہلے پر اکسایا، اپنا خود اتار پھینکا اور خود سپاہیوں کی صفوں میں گھستا ہوا اس دستے کی رہنمائی کے لیے جا پہنچا جو قلعہ کے اندر گھسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک جگہ قلعہ کی فصیل میں شگاف تھا۔ یہاں مغلوں کے قدم جم گئے اور بہت جلد بامیان پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ فصیل کے اندر ہر جاندار کو تہ تیغ کیا گیا اور مسجدوں اور محلوں کو مسمار کر دیا گیا، یہاں تک کہ مغل بھی بامیان کو "مو بلیغ"، یعنی بلدہ غم کہتے تھے۔

Marfat.com

لیکن چنگیز خان فوراً بامیان کو چھوڑ کے اپنے منتشر لشکروں کو اکٹھا کرنے نکل کھڑا ہوا، یہ دستے پہاڑیوں سے ہوتے ہوئے اس کی طرف آ ہی رہے تھے۔ شکست کھانے پر بھی یہ ایسے زیادہ بدحال نہیں ہوئے تھے۔ خان نے ان سب دستوں کو اکٹھا کیا اور ان کی وفاداری اور ثابت قدمی کی تعریف کی۔ بجائے اس کے کہ وہ اس بدنصیب ارخون پر الزام دھرتا جس نے جلال الدین خوارزم شاہ کے ہاتھوں شکست کھائی تھی، وہ اس کے ساتھ ساتھ اس میدانِ جنگ کا معائنہ کرنے گیا اور جنگ کی تفصیلیں پوچھتا رہا، ارخون کو سمجھاتا رہا کہ اس نے کس کس موقع پر کیا غلط چال چلی۔

خوارزمی شہزادے نے فتح کے بعد اپنی قابلیت کے جوہر اس طرح نہ دکھائے، جیسے شکست کے عالم میں اس نے اپنی پامردی اور ہمت کے جوہر دکھائے تھے۔ اس کے لیے وہ لمحے بڑے فخر کے تھے، جب اس کے سپاہیوں نے مغل سپاہیوں کو عذاب دے دے کے مارا تھا اور جنگ میں لوٹے ہوئے گھوڑے اور ہتھیار آپس میں بانٹ لیے۔ لیکن افغانی اس کے افسروں سے لڑ کر اسے چھوڑ کے چلے گئے۔

چنگیز خان اس کے خلاف پیش قدمی کر رہا تھا۔ ایک فوج کو اس نے الگ روانہ کیا تھا کہ افغانوں کی نقل و حرکت کی نگرانی کرے۔ جلال الدین غزنی کے مشرق کی طرف پیچھے ہٹا، لیکن مغل تیزی سے اس کا پیچھا کر رہے تھے۔ اس نے نئے حلیفوں کو اپنی کمک کے لیے بلانے کو قاصد بھیجے۔ لیکن ان کے راستے میں مغل حائل تھے۔ جو تمام دروں پر قابض تھے اور ان کی نگرانی کر رہے تھے اپنی تیس ہزار فوج کے ساتھ جلال الدین خوارزم شاہ پہاڑیوں سے نیچے اتر کے دریائے سندھ کی وادی میں پہنچا۔

اسے امید تھی کہ دریائے سندھ کو عبور کر لے تو پھر اسے دہلی کے سلطان کی مدد حاصل ہو جائے گی، لیکن مغل جو غزنی میں اس سے پانچ روز کی مسافت پر تھے، اب اس سے نصف روز کے فاصلے پر آ گئے تھے۔ اس دوران میں چنگیز خان نے اپنی فوج کو صرف کھانا پکانے

Marfat.com

کے لیے گھوڑوں سے اترنے کی اجازت دی تھی۔

جان پر کھیل کے خوارزم کے شاہزادے نے دریا کا رخ کیا اور یہ دیکھا کہ وہ ایسے مقام پر ہے جہاں دریا کا بہاؤ اتنا تیز اور پانی اتنا گہرا ہے کہ دریا کو پار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ آخری مقابلے کے لیے پلٹا۔ اس کا بایاں پہلو ایک پہاڑ کے تلے محفوظ تھا اور اس کے دائیں بازو پر دریا کا موڑ اس کی حفاظت کر رہا تھا۔

مسلمان بہادر جو اپنی آبائی سرزمین سے نکالے گئے تھے، بے رحم مغلوں سے طاقت آزمائی کے لیے تیار ہوئے۔ جلال الدین خوارزم شاہ نے حکم دیا کہ کنارے پر جتنی کشتیاں ہیں جلا دی جائیں تاکہ اس کے سپاہیوں کے دل میں بچ کے بھاگ نکلنے کا خیال بھی نہ آ سکے۔ میدانِ جنگ میں اسے موقع کی جگہ مل گئی تھی، اب اس کا فرض تھا کہ یا تو اس جگہ کو سنبھالے یا نیست و نابود ہو جائے۔

صبح تڑکے مغل سارے محاذ پر آگے بڑھے، جب وہ اندھیرے کے کم ہونے پر نظر آئے تو باقاعدہ صف آراء تھے۔ چنگیز خان اور اس کا نشان اور خاقانی محافظ دستہ کے دس ہزار سپاہی قلب لشکر کے پیچھے تھے۔ شروع شروع میں انہوں نے لڑائی میں حصہ نہیں لیا۔

سب سے پہلے تیز و تند خوارزمی شہزادے نے اپنے سپاہی آگے بڑھائے۔ اس کا میمنہ جو مسلمان فوجوں کا سب سے طاقتور عنصر ہوا کرتا تھا امین الملک کی سرکردگی میں مغلوں کے میسرے سے دوچار ہوا اور اس پر اس شجاعت سے حملہ کیا کہ مغلوں کو دریائے سندھ کے کنارے کنارے پیچھے ہٹنا پڑا۔ حسب معمول مغل دستوں میں بٹ کے منتشر ہو گئے۔ خان کے ایک بیٹے کے جھنڈے تلے پھر جمع ہوئے اور پھر منتشر کر دیے گئے۔

سیدھے ہاتھ کی طرف اونچے سنگلاخ پہاڑوں کی وجہ سے مغل رک گئے تھے۔ یہاں وہ ٹھہر گئے۔ جلال الدین نے اس مقام سے کچھ دستے ہٹا کے امین الملک کے بڑھتے ہوئے میمنے کی کمک کو بھیجے۔ چند پہر بعد اس نے پہاڑوں کی حفاظت کرنے والے حصہ سے کچھ اور

Marfat.com

دستے ہٹا لیے تاکہ اپنے قلب لشکر کو اور مضبوط بنائے۔

تقدیر کے ایک داؤ میں یا فتح حاصل کرنے اور یا سب کچھ کھونے کا فیصلہ کر کے اپنی فوج کے منتخب دستوں کے ساتھ اس نے مغلوں کے قلب لشکر پر دھاوا کیا اور مغلوں کو کاٹتا ہوا، مغلوں کے نشان اور چنگیز خان کو ڈھونڈھتا ہوا ان کے قلب میں گھس گیا لیکن بوڑھا مغل وہاں تھا ہی نہیں۔ اس کا گھوڑا زیر ران مارا جا چکا تھا اور وہ کسی اور گھوڑے پر سوار ہو کے اور کسی طرف چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے لیے معلوم ہوتا تھا کہ خوارزمیوں نے فتح حاصل کر لی اور مسلمانوں کے نعرے گھوڑوں کی ٹاپ، تلواروں کی جھنکار اور زخمیوں کی چیخ و پکار کے درمیان بلند ہوئے۔

مغل قلب لشکر جو اس دھاوے سے ہل گیا تھا، جم کے لڑتا رہا۔ چنگیز خان نے دیکھ لیا تھا کہ خوارزمیوں کے میسرے کے تقریباً سارے کے سارے سپاہی دوسرے حصوں میں بھیج دیئے گئے ہیں۔ اس نے حکم دیا کہ بلانویان کی سرکردگی میں ایک تومان جس طرح ممکن ہو پہاڑوں کے اس پار پہنچ جائے اور جن نقیبوں سے وہ سوالات پوچھ رہا تھا انہیں کو اس نے اس تومان کے رہبر بنا کے بھیجا۔ یہ مغلوں کی پرانی الٹ دینے والی چال تھی، جس سے وہ اپنے نشان کے ساتھ دشمن پر چھا جاتے تھے۔

بلانویان اور اس کے سپاہی رہبروں کے ساتھ دشوار گزار گھاٹیوں میں ہوتے ہوئے، سنگلاخ اور ناقابلِ عبور چٹانوں پر چڑھتے ہوئے آگے بڑھے، کچھ سپاہی نیچے گھاٹیوں میں جا گرے۔ لیکن سہ پہر کو اس تومان کا بڑا حصہ چوٹی پر جا پہنچا اور اس جگہ کی حفاظت کے لیے جلال الدین خوارزم شاہ نے جو تھوڑے سے سپاہی باقی چھوڑے تھے ان پر پل پڑا۔ پہاڑوں کی اس فصیل کی طرف سے خوارزمیوں کا بازو محصور ہو گیا۔ بلانویان نے اپنے دشمنوں کے لشکر پر حملہ کر دیا۔

اس درمیان میں چنگیز خان اپنے ساتھ دس ہزار بھاری سواروں کو لے کر قلب لشکر کی

Marfat.com

جانب نہیں جہاں جلال لادین خوارزم شاہ کے حملے کا خطرہ بہت زیادہ تھا، بلکہ اپنے شکست خوردہ میسرے کی مدد کو جا پہنچا۔ اس کے حملے سے امین الملک کی فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ ان کے تعاقب میں چنگیز خان نے وقت ضائع نہیں کیا، اپنے دستوں کو موڑ کے اس نے جلال الدین خوارزم شاہ کے پہلو پر حملہ کیا جو قلب میں اس کے قلب لشکر سے لڑ رہا تھا۔ دریا کے پاس جلال الدین خوارزم شاہ کو جو دستہ تھا وہ اس کے اور جلال الدین کے درمیان حائل ہو گیا۔

شیر دل لیکن تھکے ماندے مسلمان اس بوڑھے مغل کی چالاکی اور فراست سے بالکل مجبور ہو گئے۔ یہ آخری چالیں اس نے اس طرح چلی تھیں جیسے کوئی شطرنج میں شہ دیتا ہے۔ بڑی تیزی اور سفاکی سے انجام قریب آ گیا۔ جلال الدین نے یاس کے عالم میں ایک آخری کوشش کر کے چنگیز خان کے محافظ دستوں پر حملہ کیا، اور کوشش کی کہ اپنی فوج کو دریا کے کنارے ہٹا لے۔ مغلوں نے اس کا تعاقب کیا۔ اس کے دستے منتشر کر دیئے گئے۔ بلانویان اس پر پورا دباؤ ڈال رہا تھا اور بالآخر جب جلال الدین خوارزم شاہ دریا کے اونچے کرارے دار کنارے پر پہنچا تو اس کے ساتھ صرف سات سو ساتھی زندہ بچے تھے۔

یہ جان کر کہ خاتمہ کا وقت آ گیا، جلال الدین خوارزم شاہ ایک تازہ دم گھوڑے پر سوار ہوا، اپنی زرہ اتار پھینکی اور اپنی تلوار، ایک کمان اور پھر ترکش بھر تیر لے کے اونچی چٹان سے دریا کے تیز دھارے میں، اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر کود پڑا اور دراز کنارے پر پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

چنگیز خان نے حکم دیا تھا کہ شاہزادے کو زندہ گرفتار کیا جائے۔ مغل اب آخری خوارزمیوں کو گھیر چکے تھے اور خان نے اپنے گھوڑے کو چابک لگایا اور جنگ کے میدان سے ہوتا ہوا دریا کے کنارے پر پہنچا، جہاں اس نے بیس فٹ اونچی چٹان سے سوار شہزادے کو دریا میں کودتے دیکھا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموشی سے جلال الدین خوارزم شاہ کو دیکھتا

Marfat.com

رہا، پھر انگشت بدنداں ہو کے اس نے بے ساختہ تحسین و آفرین کی:

''وہ باپ خوش قسمت ہے جس کا بیٹا اتنا بہادر ہے۔''

اس نے جلال الدین خوارزم شاہ کی جرأت اور شجاعت کی تعریف میں دریغ نہیں کیا، لیکن وہ اسے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ کچھ مغلوں نے خواہش ظاہر کی کہ اس کے تعاقب میں دریا کو تیر کے پار کریں، لیکن چنگیز خان نے اس کی اجازت نہ دی۔ اس نے جلال الدین خوارزم شاہ کو تیز دھارے اور دریا کے تموج کے باوجود دوسرے کنارے پر پہنچتا دیکھا۔ دوسرے دن اس نے ایک تومان بلانویان کی سرکردگی میں بھیجا کہ دریا کو ایک پایاب مقام سے پار کرے۔ یہ بلانویان وہی سردار تھا جس نے سنگلاخ چٹانوں اور چوٹیوں پر چڑھ کے خوارزمیوں کو فوج پر پہلو سے حملہ کیا تھا۔

بلانویان نے ملتان اور لاہور کو تاراج کیا۔ گریزاں شاہزدے کا پتا چلا کے تعاقب بھی کیا، لیکن پھر دہلی جانے والے قافلوں کے ہجوم میں اس کا کھوج نہ لگ سکا۔ گوبی کی سطح مرتفع کے باشندوں کو یہاں کی شدید گرمی بڑی عجیب معلوم ہوئی اور بلانویان نے واپس پلٹ کے خان سے عرض کیا۔

''اس مقام کی گرمی سے آدمی مرجاتے ہیں اور یہاں کا پانی نہ تازہ ہے نہ صاف ہے۔''

اس طرح شمالی حصے کے علاوہ باقی ہندوستان مغلوں کی فتح سے بچ گیا۔ جلال الدین زندہ بچ گیا لیکن اس کی عظمت کا وقت نکل گیا تھا۔ پھر بھی وہ مغلوں کے اردو سے لڑتا رہا لیکن اب اس کی حیثیت ایک آوارہ گرد بہادر کی تھی جس کا اپنا کوئی وطن نہ ہو۔

دریائے سندھ والی لڑائی آخری جنگ تھی جس میں خوارزمیوں کی عسکری طاقت نے مغلوں کا جم کے مقابلہ کیا۔ تبت سے بحیرہ خزر تک مقاومت ختم ہو چکی تھی اور اس مملکت کی باقی ماندہ آبادی فاتحوں کی غلام بن چکی تھی۔ جب یہ جنگ ختم ہوئی تو، جیسا کہ ختا کی لڑائیوں کے بعد ہوا تھا، بوڑھے مغل کو اپنے وطن کی یاد ستانے لگی۔

Marfat.com

اس نے کہا۔ ''میرے بیٹوں کو ایسے ملکوں اور شہروں میں رہنے کی تمنا ہو گی مجھے تو نہیں ہے۔''

ایشیائے بعید میں اس کی ضرورت تھی۔ اہلِ ختا کے کاندھوں پر مغلوں کا جوا مضبوطی سے جما چکنے کے بعد مقولی بہادر وفات پا چکا تھا۔ گوبی میں خانوں کی مجلسِ مشاورت بے چین تھی اور آپس میں حجت اور تکرار کر رہی تھی۔ ہیا کی سلطنت میں بغاوت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ وہ یہ جانتا تھا کہ ہیا کا علاقہ جو تبت کے دور دراز ڈھلانوں کے پاس ہے، کوئی آٹھ سو میل دور ہو گا اور وہاں پہنچنے کے لیے اس نے کشمیر کی طویل وادیوں کا رخ کیا لیکن سکندر اعظم کی طرح اس نے دیکھا کہ نا قابلِ عبور پہاڑی سلسلے اس کے راستے میں حائل ہیں۔ اس دشواری کو دیکھ کے اس نے سکندر سے زیادہ عقلمندی دکھائی اور بلا پس و پیش دنیا کی چھت پامیر سے ہوتا ہوا واپس لوٹا تا کہ کاروانوں کی اس شاہراہ پر سفر کرے، جو اس نے اپنے حملے کے وقت خود تیار کروائی تھی۔

اس نے پشاور کو تاراج کیا اور تیزی سے کوچ کرتا ہوا سمرقند واپس پہنچا۔ 1220ء کے موسمِ بہار میں اس نے سمرقند کی دیواروں اور اس کے باغات کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ اور اب 1221ء کی خزاں میں دنیا کی چھت کے سائے میں وہ جو کام کرنے نکلا تھا پورا کر چکا تھا۔

دانا لیوچسائی نے رائے دی کہ ''اب وقت آ گیا ہے کہ قتل و غارت کو ختم کیا جائے۔''

جب مغل اردو جنوب کے ویرانوں کو پیچھے چھوڑتا ہوا واپس ہوا تو چنگیز خان نے حسبِ معمول حکم نافذ کیا کہ تمام اسیرانِ جنگ کا قتلِ عام کیا جائے۔ اس طرح وہ بدنصیب ہجوم جو ان خانہ بدوشوں کے ہجوم کے پیچھے پیچھے گھسٹتا چلا آتا تھا ختم کر دیا گیا۔ مسلمان بادشاہوں کی حرم سراؤں کی خواتین اور بیگمات جن کو پکڑ کے مغل گوبی لیے جا رہے تھے، انہیں اجازت دی گئی کہ سڑک کے کنارے اپنے ملک کو آخری بار دیکھ کے رو دھولیں۔

معلوم ہوتا ہے کبھی کبھی ایک آدھ لمحہ ایسا بھی آیا کہ بوڑھے مغل نے اپنی فتوحات کے

Marfat.com

مطلب پر غور کیا۔

اس نے ایک مسلمان عالم سے پوچھا "کیا تیری رائے میں بنی نوع انسان کو میری خونریزی یاد رہے گی۔" اس نے چین اور عالمِ اسلام کے اس علم وفضل کے متعلق سوچا جسے سمجھنے کی اس نے کوشش کی اور پھر بہت جلد اس کی دلچسپی ختم ہوگئی۔ "میں نے داناؤں کی دانشمندی پر غور کیا ہے۔ اب مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں نے خونریزی تو کی ہے، لیکن یہ جانے بغیر کہ یہ ٹھیک تھی یا نہیں، لیکن داناؤں کی دانشمندی کی مجھے کیا پروا؟"

جو پناہ گزیں سمرقند میں جمع ہو گئے تھے اور جو خوف سے کانپتے ہوئے اس کی خدمت میں تحفے لے آئے تھے وہ ان سے مہربانی سے پیش آیا۔ اس نے ان سے باتیں کیں۔ نئے سرے سے انہیں ان کے بادشاہ خوارزم شاہ کی کمزوریاں سمجھائیں کہ نہ اسے اپنے وعدے پر قائم رہنا آتا تھا اور نہ اپنے لوگوں کی حفاظت کرنا۔ اس نے ان مفتوحہ آدمیوں ہی میں سے صوبہ دار اور گورنر مقرر کیے اور جس طرح کے انسانی حقوق اس زمانے میں ممکن تھے انہیں عطا کیے یعنی یاسا کے مطابق ان کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کے بیٹوں نے ان لوگوں پر حکومت کی۔

دنیا کا فاتح، اپنے زخموں کی خراش کو اب زیادہ محسوس کرنے لگا تھا اور یہ سمجھ گیا تھا کہ اب اس دنیا میں اسے زیادہ نہیں رہنا ہے۔ اس لیے وہ چاہتا تھا کہ نظم ونسق مکمل ہو جائے۔ بغاوت فرو ہو جائے، یاسا کا قانون نافذ ہو جائے اور اس کے بیٹے حکومت سنبھال لیں۔

اس نے ڈاک کی سڑکوں پر تمام سرداروں کے پاس ہرکارے بھجوائے کہ سیحوں دریا کے کنارے، اسی مقام کے قریب جہاں سے اس نے خوارزم شاہ کی سرحد میں قدم رکھا تھا، ایک بڑی مجلسِ مشاورت میں آ کے شریک ہوں۔

○

Marfat.com

اکیسواں باب

قرولتائی

اس مجلسِ مشاورت کے لیے جو مقام تجویز کیا گیا تھا، وہ سات میل کے قریب قطر کا ایک سبزہ زار تھا۔ مغلوں کو سوچ بچار کے لیے اس سے بہتر مقام شاید ہی کہیں ملتا۔ کیونکہ یہاں دریا کے پاس کے دلدلوں میں مرغابیاں افراط سے تھیں اور ہری بھری اونچی اونچی گھاس میں تیتر اڑتے پھرتے تھے۔ چراگاہوں کی کوئی حد نہ تھی اور ڈھلانوں پر شکار افراط سے تھا۔ یہ ابتدائے بہار کا زمانہ تھا اور اسی زمانے میں قرولتائی منعقد کرنے کا دستور تھا۔

حکم کی تعمیل میں پابندی کے ساتھ اردو کے سرداروں کی سواریاں آنے لگیں، صرف محنتی سوبدائی جو یورپ سے بلایا گیا تھا، ذرا دیر بعد پہنچا۔

ربع مسکون کے ہر گوشے سے یہ سردار آئے، یہ مغل سلطنت کے شہباز تھے۔ دور دراز صوبوں کے سپہ سالار، گردش کرنے والے ترخان، محکوم سردار اور ایلچی خانہ بدوش، بہادروں کے اس مستقر کو وہ بہت دور دور سے سفر کر کے آئے تھے اور معمولی خدم و حشم کے ساتھ نہیں آئے تھے۔ ختا سے آنے والے کبت کاؤں کو ٹھاٹھ کی جوڑی والے بیل کھینچ کے لائے تھے، جو ریشمی غلاف پہنے تھے، چبوتروں پر محکوم ملکوں سے چھینے ہوئے جھنڈے اور پرچم لہرا رہے تھے۔

تبت کی ڈھلانوں سے جو سردار آئے تھے ان کی بند گاڑیوں پر چمڑے کا سنہرا کام تھا

Marfat.com

اور انہیں سست رو لمبے بالوں والے یاک کھینچ کے لائے تھے، جن کے سینگ بہت چوڑے ہوتے ہیں اور جن کی دمیں ریشم کی طرح ملائم ہوتی ہیں۔ مغلوں کے یہاں ان جانوروں کی بڑی قدر و قیمت تھی۔ امیر جنگ تولی خراسان سے اپنے ساتھ اونٹوں کی قطاریں لایا تھا۔ چغتائی جو برف پوش پہاڑوں پر سے ہوتا ہوا آیا تھا اپنے ساتھ ایک لاکھ گھوڑے لایا تھا۔ اردو کے یہ سارے سردار کمخواب اور طلائی اور نقرئی جاموں میں ملبوس تھے، جن پر وہ سمور کے لبادے اور بھیڑیوں کی بھوری نقرئی کھالیں اوڑھے تھے، تاکہ ان کے بیش قیمت کپڑے میلے نہ ہو جائیں۔

طیان شان سے قوم الیغور کا سردار اید یقوت آیا تھا جو تمام حلیفوں میں سب سے زیادہ محبوب تھا۔ چوڑے چہرے والے قرغیز عیسائیوں کا شیر بادشاہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا تھا کہ مغل فاتح کا حلیف بنے۔ لمبے اونچے ترکمان بڑے شاندار لبادے پہنے آئے تھے۔

گھوڑوں کا ساز اب موسم زدہ چمڑے کا نہیں تھا بلکہ کھنکھناتی ہوئی لوہے کی زنجیروں کا تھا، گھوڑوں کے ساز پر چاندی کا مرصع کام صیقل اور جڑے ہوئے ہیروں سے چمک رہا تھا۔

گوبی سے ایک بڑا چہیتا لڑکا قوبلائی آیا تھا، جو تولی کا بیٹا تھا۔ قوبلائی کی عمر ابھی نو سال تھی۔ اسے شکار میں پہلی مرتبہ شریک ہونے کی اجازت دی گئی اور شہنشاہ کے پوتے کے لیے یہ بڑے فخر کی بات تھی۔ چنگیز خان نے خود اپنے ہاتھوں یہ رسم ادا کی۔

اردو کے سردار اب قرولتائی کے مقام پر جمع ہو گئے تھے۔ یہ ایک اتنا بڑا سفید شامیانہ تھا کہ اس میں دو ہزار آدمی آسانی سے سما سکتے تھے۔ اس کا ایک دروازہ صرف چنگیز خان کے استعمال کے لیے تھا۔ جنوب کے دروازے پر جو سپاہی ڈھالیں لیے ہوئے سوار کھڑے تھے، وہ محض محافظ دستہ کے تھے۔ اردو کا نظم و ضبط اتنا سخت تھا اور اس نئی سلطنت کے معمول اس قدر معین تھے کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ بلا اجازت مغل فاتح کے اقامت کے خیموں کے

Marfat.com

قریب پہنچ سکے۔

گوبی میں پہلے چنگیز خان کی خدمت میں گھوڑے اور عورتیں اور ہتھیار پیش کیے جانے تھے۔ اب ارود کے سرداروں اور محکوم حکمرانوں نے اسے نئی طرح کے تحفے دیئے۔ ایسے بیش بہا مال اور جواہر جو نصف کرہ ارض کے خزانوں سے لوٹ لوٹ کے فراہم کیے گئے تھے۔ مؤرخ کا بیان ہے۔ ''ایسی دولت وشان اس سے پہلے کبھی دیکھنے سننے میں نہیں آئی۔''

اس مغل سلطنت کے شہزادے اب گھوڑیوں کے دودھ کے بجائے شہد کھا رہے تھے اور ایران کی سفید اور سرخ شرابیں پی رہے تھے۔ خان نے بھی اعتراف کیا تھا کہ اسے شیراز کی شراب بہت پسند ہے۔

اس وقت وہ محمد خوارزم شاہ کے تخت پر بیٹھا تھا جسے وہ سمرقند سے اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس کے پاس ہی اس مرحوم مسلمان بادشاہ کا تاج اور شاہی عصا رکھا تھا۔ جب قرولتائی کا آغاز ہوا تو خوارزم شاہ کی والدہ کشاں کشاں لائی گئی۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی تھیں۔ خوارزم شاہ کے تخت کے نیچے جانوروں کے بالوں کا بنا ہوا، خاکی سمور کا ٹکڑا پڑا تھا۔ یہ گوبی میں اس کی سرداری کی مسند تھی۔

مشرق سے آئے ہوئے سرداروں کو اس نے اپنے گذشتہ تین برسوں کی فتوحات کی داستان سنائی۔ اس نے متانت سے کہا۔ ''یاسا کی برکت سے میں نے بہت بڑی سلطنت پر قبضہ کیا ہے۔ تم اس کے قوانین کی پابندی کرتے رہنا۔''

اس ہوشیار مغل نے اپنے کارنامے گنانے میں وقت ضائع نہ کیا۔ اب اسے جو حاصل کرنا تھا وہ یہ تھا کہ اس کے سارے سردار قانون کی پابندی کریں۔ اب اس کی ضرورت باقی نہ رہی تھی کہ وہ خود سب کو مشورہ دے۔ اس کے سردار اپنے طور پر خود جنگ کر سکتے تھے اور اسے معلوم تھا کہ اگر ان کے درمیان پھوٹ پڑ گئی تو یہ بڑی خرابی کی بات ہوگی۔ اپنی

Marfat.com

فتوحات کی وسعت کا اندازہ کرانے کے لیے اس نے یکے بعد دیگرے ایلچیوں کو اپنے تخت کے نزدیک بلوایا۔

اپنے تینوں بیٹوں کو اس نے یہ کہہ کے تنبیہہ کی "آپس میں ہرگز نہ لڑنا جھگڑنا، سب بے چون وچرا اوغدائی سے وفاداری کرنا۔"

اس کے بعد قرولتائی میں مہینہ بھر جشن ہوتا رہا اور اس درمیان میں دو ایسے مہمان پہنچے جن کا بڑا انتظار تھا۔ پولینڈ کی سرحد سے سوبدائی بہادر آیا تھا اور اپنے ساتھ جوجی کو لیتا آیا تھا۔

چنگیز خان کے سب سے بڑے بیٹے کو تجربہ کار ارخون ڈھونڈ لایا تھا اور اسے راضی کرلیا تھا کہ قرولتائی میں شرکت کرے اور پھر سے اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہو۔ جوجی چنگیز خان کے سامنے حاضر تھا اور پیشانی پر ہاتھ رکھے اس کے سامنے دوزانو تھا۔ اس سے اس بوڑھے فاتح کو بڑی مسرت ہوئی کیونکہ وہ جوجی کو بہت چاہتا تھا، اگرچہ اپنی محبت کو وہ ظاہر نہیں ہونے دیتا تھا۔

یورپ کی چراگاہوں کا فاتح سوبدائی بہادر اپنے آقا کے لیے تحفتہً ایک لاکھ چپاتی گھوڑے لایا تھا۔ جوجی کو دربار زیادہ پسند نہ تھا، اس نے دولگا کے کنارے واپس جانے کی اجازت چاہی اور اسے یہ اجازت مل گئی۔

جشن ختم ہوا، چغتائی پہاڑوں پر چلا گیا، دوسرے اردوؤں نے قراقورم کا راستہ لیا۔ مؤرخ کا بیان ہے کہ روزانہ چنگیز خان سوبدائی بہادر کو بلا بھیجتا اور اس سے یورپ کے ملکوں کے حالات پوچھتا۔

○

Marfat.com

بائیسواں باب

اتمام کار

اپنے وطن واپس پہنچ کے زندگی کے باقی دن وہاں گزارنا چنگیز خان کی قسمت میں نہیں لکھا تھا۔ اس کے بیٹوں کے لیے سب کام مکمل ہو چکے تھے۔ صرف دو کی کسر رہ گئی تھی۔ جس دنیا کا بوڑھے چنگیز خان کو علم تھا۔ اس میں صرف دو دشمن قوتیں باقی رہ گئی تھیں، ایک تو تبت کے قریب کی جھگڑالو ہیا سلطنت، دوسرے جنوبی چین میں سنگ خاندان کی پرانی حکومت---- اس نے قراقورم میں اپنے لوگوں کے ساتھ موسم گزارا۔ بورتائی اس کے ساتھ تھی اور پھر وہ سوار ہو کے نکل کھڑا ہوا۔ سوبدائی بہادر کو سنگ کی سرزمینوں کی فتح کے لیے بھیجا اور ہیا کے صحراؤں کے قبائل کی سرکوبی کا خود چنگیز خان نے بیڑا اٹھایا۔

اور اس میں اس نے کامیابی حاصل کی۔ جاڑوں کے موسم میں منجمد دلدلوں کو عبور کر کے جب وہ پہنچا تو اس نے اپنے قدیم دشمنوں کو وہاں اکٹھا پایا---- بچے کھچے ختائی مغربی چین کی فوجیں، ترک اور ہیا کی تمام فوجیں۔ تاریخ میں ہمیں تباہ کاری اور بربادی کی بھیانک تصویر نظر آتی ہے---- سمور پوش مغل ایک منجمد دریا کے برف پر کس طرح لڑتے ہوئے گزرے، ان کے مقابل جو متحدہ محاذ تھا۔ اس نے اکٹھا ہو کے چنگیز خان کے قلب لشکر پر کس طرح حملہ کیا۔ اس لڑائی میں تین لاکھ آدمی مارے گئے۔

اور پھر عبرت ناک انجام۔ دھوکا کھا کے، زیروزبر ہو کے، گریزاں شکار کی طرح

Marfat.com

متحدین کے باقی سپاہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ مغل ارود کے راستے میں جتنے ایسے آدمی آئے جو ہتھیار اٹھا سکتے تھے، انہیں قتل کر دیا گیا۔ ہیا کا بادشاہ بچ کے ایک پہاڑی قلعہ میں جا چھپا، جو برف پوش چوٹیوں اور گھاٹیوں میں محفوظ تھا اور وہاں سے اس نے جابر خان کو اطاعت نامہ لکھ بھیجا۔ اپنی منافرت اور یاس کو دوستی کے پردے میں چھپا کے اس نے درخواست کی کہ جو غلطی ہو چکی ہے وہ معاف کر دی جائے۔

چنگیز خان نے اس کے ایلچیوں کو جواب دیا۔ ''اپنے آقا سے کہہ دینا کہ جو ہو چکا سو ہو چکا۔ میں اس کو بھول چکا۔ میں تمہارے آقا کو اپنا دوست سمجھوں گا۔''

لیکن چنگیز خان جنگ کو ختم کرنے پر تیار نہ تھا۔ جس طرح ان متحدین کا سر نیچا کیا گیا تھا اسی طرح سنگ کے باشندوں کو شکست دینا تھی۔ درمیانی جاڑوں میں ارود نے قدیم چین کی سرحدوں کی طرف کوچ کیا۔ دانائے کامل لیوچساائی نے سنگ کو نیست و نابود کرنے کے فیصلے کے خلاف احتجاج کرنے کی کوشش کی:

اگر تو ان سب آدمیوں کو مار ڈالے گا تو تیری مدد کون کرے گا اور تیرے بیٹوں کے لیے دولت کون پیدا کرے گا؟

بوڑھے فاتح نے غور کیا، شاید یہ یاد کیا کہ جب وہ آباد زمینوں کو ویران کر چکا تو چین کے داناؤں ہی کی بدولت نظم و نسق برقرار رہ سکا۔ خلافِ توقع اس نے جواب دیا۔ ''میں تجھے مفتوحہ قوموں کا سردار بناتا ہوں ـــــ میرے بیٹوں کی خدمت وفاداری سے کرنا۔''

لیکن وہ سنگ کو فتح کرنے کے ارادے سے باز نہ آیا۔ اس فتح کی تکمیل ضروری تھی۔ وہ اسی طرح زین پر سوار رہا اور اپنی فوجیں زرد دریا کے اس پار لے گیا۔ یہاں خان کو یورپ کی چراگاہوں میں جوجی کی موت کی اطلاع ملی۔ اس نے اپنے خیمے میں تنہا رہنے کی خواہش ظاہر کی اور خاموشی کے عالم میں اس نے اپنے فرزند اکبر کی موت کا بڑا رنج کیا۔

زیادہ دن نہیں گزرے تھے جب بامیان میں اس کے سامنے اوغدائی کا خوردسال لڑکا

Marfat.com

مارا گیا تھا اور اس نے رنجور باپ کو رنج نہ کرنے کا حکم دیا تھا۔'' اس معاملے میں میرا کہنا مان۔ تیرا بیٹا مارا گیا ہے، میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ ہرگز نہ رونا۔''

اس نے خود بھی یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ جوجی کی موت کا اسے صدمہ ہے لشکر آگے بڑھتے رہے۔ سب کام معمول کے مطابق ہوتا رہا، لیکن چنگیز خان اب اپنے افسروں سے کم بات چیت کرتا تھا اور یہ بھی دیکھتا گیا کہ جب بحیرہ خوارزم کے قریب ایک نئی فتح کی خبر اسے سنائی گئی تو اس پر کوئی اثر نہ ہوا، نہ اس نے کچھ کہا، نہ تعریف کی۔ جب لشکر ایک گھنے صنوبروں کے جنگل میں پہنچا، جہاں اب بھی درختوں کے سائے میں برف نہیں پگھلی تھی۔ حالانکہ سورج گرم تھا، اس نے لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔

اس نے قاصدوں کو تیزی سے تولی کے پاس دوڑایا جو اس کے اور بیٹوں کی نسبت زیادہ قریب تھا۔ یہ امیر جنگ جواب بڑا بھرپور نوجوان تھا، خان کے یورت کے سامنے گھوڑے سے اترا تو اس نے اپنے باپ کو آگ کے قریب ایک قالین پر سمور کے لبادوں میں پلٹا ہوا لیٹا پایا۔

بوڑھے مغل نے اپنے بیٹے کو مرحبا کہہ کے یہ کہا۔'' اب مجھے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ کے، اور تجھے چھوڑ کے مجھے یہاں سے جانا ہے۔''

وہ کچھ عرصہ سے بیمار تھا اور وہ جانتا تھا کہ اس بیماری میں اس کی جان گھلی جا رہی ہے۔ اس نے اپنے پاس اردو کے افسروں کو بلا بھیجا اور جب تولی اور یہ سب افسر دوزانو ہو کے غور سے اس کے الفاظ سننے لگے تو اس نے انہیں واضح ہدائتیں دیں کہ کس طرح سنگ کی سلطنت کے خلاف جنگ جاری رکھی جائے، کیونکہ اس نے یہ جنگ شروع تو کی تھی لیکن اسے ختم نہ کر پایا تھا۔ تولی کو حکم تھا کہ مشرق کی زمینیں اس کی تحویل میں آئیں اور مغرب کی سرزمینوں پر چغتائی کی حکومت ہو اور اوغدائی ان سب کا آقا ہو اور قراقورم میں خاقان بن کے تخت نشین ہو۔

Marfat.com

جیسا کہ خانہ بدوشوں کا معمول ہے، وہ بلا تاسف کیے مر گیا۔ اپنے بیٹوں کے لیے اس نے دنیا کی سب سے بڑی سلطنت اور سب سے زیادہ تباہ کن فوج اس طرح چھوڑی جیسے کوئی اپنے وارثوں کے لیے خیمے اور گلے چھوڑ جائے۔ یہ 1227ء کا واقعہ ہے جو بارہ جانوروں والی جنتری کے حساب سے موش کا برس ہے۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اپنے مرض الموت کے زمانے میں چنگیز خان نے اس کا انتظام کر دیا تھا کہ اس کے پرانے دشمن ہیا کے بادشاہ کو تباہ و برباد کر دیا جائے جو اب اردو کی طرف آ رہا تھا۔ خان نے حکم دیا تھا کہ جب تک یہ نہ ہو جائے اس کے مرنے کی خبر کو پوشیدہ رکھا جائے۔

ایک نیزہ اس فاتح شہنشاہ کی یورت کے سامنے جو خیمہ گاہ سے ذرا الگ نصب تھا، گاڑ دیا گیا تھا۔ نیزے کی انی زمین میں دھنسی ہوئی تھی۔ نجومی اور دانشور جو چنگیز خان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے، انہیں محافظ سپاہی اس طرف آنے نہ دیتے تھے اور صرف اعلیٰ سردار خیمے کے دروازے سے اس طرح اندر آتے اور باہر جاتے گویا ان کا آقا بیمار ہے اور بستر پر پڑے پڑے انہیں ہدایتیں دے رہا ہے۔ جب ہیا کا بادشاہ اور اس کی ہمرکاب فوج مغل اردو میں پہنچ گئی تو اسے ایک ضیافت میں مدعو کیا گیا، اعزاز کے خلعت پہنائے گئے اور اردو کے سرداروں کے درمیان بٹھایا گیا، پھر چن چن کے ہیا کے بادشاہ اور اس کے ایک ایک ساتھی کو قتل کر دیا گیا۔

چنگیز خان کو کھونے کے بعد، ایک ایسے آدمی کی موت کے بعد جسے بظاہر کوئی شکست نہ دے سکتا تھا جو ان کی ہر مراد بر لاتا تھا؛ اس کے ارخون اور شاہزادے اس کی لاش کو واپس گوبی لے گئے۔ دفن سے پہلے ضروری تھا کہ اس کی لاش قوم کو دکھائی جائے اور اس کی پہلی بیوی بورتہ کے گھر پہنچائی جائے۔

چنگیز خان نے سنگ کے علاقے میں وفات پائی تھی۔ وہ مغل سپاہی جو اس کے

Marfat.com

جنازے کا رتھ لیے جا رہے تھے انہوں نے ریگستان تک راستے میں جو ملا تھا، اسے قتل کر دیا تھا تاکہ دشمنوں کو چنگیز خان کی موت کا علم نہ ہونے پائے۔ ریگستان پہنچ کے ارود کے پرانے جنگ آزمودہ سپاہیوں نے جنازے کے ساتھ ساتھ بآواز بلند ماتم شروع کیا۔

انہیں کسی طرح یقین نہیں آتا تھا کہ اب چنگیز خان ان کے قومی نشان کے آگے آگے سوار ہو کے نہ چل سکے گا اور انہیں اپنی مرضی کے مطابق ادھر ادھر کی مہمات پر نہ بھیج سکے گا۔

ایک سپید سر ترخان نے کہا "اے آقا بگدو تو ہمیں اس طرح چھوڑ کے چلا گیا؟ تیرا پیدائشی ملک اور اس کی ندیاں تیرا انتظار کر رہی ہیں۔ تیرے خوش قسمت وطن میں تیرا سنہرا مکان، جس کے اطراف بہادر سورما کھڑے ہیں، تیرا انتظار کر رہا ہے۔ تو ہمیں کیوں اس گرم سرزمین میں پیچھے چھوڑ گیا، جہاں اتنے دشمن مرے پڑے ہیں؟"

ریگستان کی سطح طے کرتے کرتے اردوں نے بھی ماتم کیا ہے۔ ان کے ماتم کے الفاظ کو مؤرخ نے یوں دہرایا ہے:

"کبھی تو شہباز کی طرح جھپٹا کرتا تھا، اب تک لڑکھڑاتی ہوئی گاڑی تجھے اٹھائے لیے جا رہی ہے۔

اے میرے خان!

"کیا تو سچ مچ اپنے بال بچوں، اپنی قوم کی قرولتائی کو چھوڑ کے چلا گیا؟

اے میرے خان!

"کبھی تو ہماری سرداری کرتا تھا، اور غرور و فخر سے عقاب کی طرح چکر لگاتا تھا، لیکن اب تو لڑکھڑا کر گر چکا ہے۔

اے میرے خان!"

فاتح کی لاش گھر لائی گئی۔ قراقورم نہیں، بلکہ ان وادیوں میں جہاں اپنے لڑکپن میں اس نے بڑے استقلال سے زندہ رہنے کی کوشش کی تھی، یہ اس کی وہ موروثی سرزمین تھی

Marfat.com

جسے وہ کسی حالت میں چھوڑ نا نہیں چاہتا تھا۔ اردو کے ہرکارے سوار ہو کے چراگاہوں کے راستے ہر طرف دوڑ گئے تا کہ ارخانوں، شہزادوں اور دور دراز سپہ سالاروں کو یہ خبر سنائیں کہ چنگیز خان مر گیا۔

جب آخری سردار اس یورت کے دروازے پر پہنچ کے اتر چکا، جس میں چنگیز خان کی لاش رکھی تھی تو اس کی لاش آخری آرام گاہ کو پہنچائی گئی۔ غالباً اس جنگل کو جسے اپنی قبر کے لیے خود اس نے انتخاب کیا تھا۔ کسی کو ٹھیک ٹھاک پتا نہ تھا کہ وہ کہاں دفن کیا گیا صرف اتنا معلوم ہے کہ ایک بڑے درخت کے نیچے اس کی قبر کھودی گئی۔

مغلوں کی روایت کے مطابق ایک قبیلے کو فوجی خدمت معاف کر دی گئی اور صرف یہ فرض اسے تفویض کیا گیا کہ وہ اس مقام کی نگرانی کرے، جہاں چنگیز خان دفن کیا گیا تھا۔ ان درختوں کے جھنڈ میں ہمیشہ خوشبو جلائی جاتی۔ یہاں تک کہ اطراف کا جنگل اتنا گھنا ہو گیا اور دوسرے درختوں میں وہ بڑا سا درخت کھو گیا جس کے نیچے چنگیز خان دفن تھا اور اس کی قبر کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔

○

Marfat.com

حرفِ آخر

ماتم میں دو سال گزر گئے۔ اس دو سال کے عرصے میں تولی نگران کار حکومت بن کے قراقورم میں مقیم رہا اور مقررہ وقت پر شاہزادوں اور سپہ سالاروں نے پھر واپس گوبی کا سفر کیا تا کہ متوفی فاتح کی مرضی کے مطابق اپنا نیا شہنشاہ، نیا خاقان منتخب کریں۔

یہ شاہزادے اپنے حق کے مطابق بادشاہ بن کے آئے تھے۔ وراثت کے متعلق چنگیز خان کی یہی وصیت تھی۔ سخت مزاج چغتائی جو زندہ بیٹوں میں اب سب سے بڑا تھا وسط ایشیاء اور اسلامی ملکوں سے آیا تھا۔ خوش مزاج اوغدائی، گوبی کی سطح مرتفع سے۔ عالیشان "باتو" جوجی کا بیٹا تھا روس کے میدانوں سے۔

ان سب نے مغل اہلِ قبائل کی طرح پرورش پائی تھی لیکن اب وہ دنیا کے بڑے بڑے ٹکڑوں اور اس کی مال و دولت کے مالک تھے۔ ان کے علم کے مطابق جتنی دنیا تھی اس کا بڑا حصہ ان کے تصرف میں تھا۔ وہ وحشیوں میں پرورش پائے ہوئے ایشیائی تھے، مگر چاروں میں سے ہر ایک کے حکم میں ایک بڑی طاقتور فوج تھی۔ اپنے نئے نئے علاقوں میں انہیں شرابِ عیش کا چسکا لگ چکا تھا۔ چنگیز خان نے کہا تھا۔ "میرے وارث اطلس اور کمخواب کے سنہرے کاڑھے ہوئے کپڑے پہنیں گے۔ خوب گوشت کھائیں گے اور شاندار گھوڑوں پر سواری کریں گے۔ جوان اور حسین عورتوں کو اپنی آغوش میں لیں گے، لیکن یہ یاد نہ کریں گے کہ کس کی وجہ سے انہیں یہ سب نعمتیں ملیں۔"

اگر وہ آپس میں لڑ پڑتے اور خانہ جنگی شروع ہو جاتی تو یہ قدرتی امر تھا۔ دو سال کے

Marfat.com

بعد معلوم ہوتا تھا کہ خانہ جنگی ضرور ہوگی اور اس کی پہل چغتائی کی طرف سے ہوگی، جواب سب بھائیوں میں بڑا تھا اور مغلوں کے دستور کے مطابق خان بننے کا حق دار تھا لیکن اس پورے ہجوم پر مرے ہوئے فاتح کی وصیت کا نقش مرتسم تھا جس آہنی پنجے نے نظم وضبط قائم کیا تھا۔ اسی کی گرفت میں وہ ابھی تک متحد اور متفق تھے۔ یہ یاسا کا فرمان تھا۔۔۔۔۔ اطاعت۔۔۔۔۔ اپنے بھائیوں سے وفاداری۔۔۔۔۔ خانہ جنگی سے احتراز۔

کئی مرتبہ چنگیز خان نے انہیں تنبیہ کی تھی کہ اگر وہ آپس میں لڑ پڑے تو ان کی سلطنت غائب ہو جائے گی اور وہ خود مٹ جائیں گے۔ وہ یہ جانتا تھا کہ اس کی یہ نئی سلطنت صرف ایک شخص کے اقتدار اور اس کی اطاعت کی بنیاد پر نہیں چل سکے گی، اسی لیے اس نے جنگجو تولی یا تند مزاج چغتائی کو نہیں بلکہ سیدھے سادے فیاض اوغدائی کو اپنی جانشینی کے لیے انتخاب کیا تھا۔ اس انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے بیٹوں کی طبیعتوں کو بڑی اچھی طرح سمجھتا تھا۔ چغتائی ہرگز سب سے چھوٹے بھائی تولی کی اطاعت نہ کرتا اور تولی، امیرِ جنگ، زیادہ دن تک اپنے سخت گیر بڑے بھائی کی خدمت نہ کر سکتا۔

جب سب شہزادے قراقورم میں جمع ہوئے تو تولی جو امیر الامراء (الغ نوئین) اور نگراں کار سلطنت تھا، اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوا اور اوغدائی سے درخواست کی گئی کہ وہ تخت و تاج کو قبول کرے۔ اوغدائی نے جو قرولتائی تھا یہ کہہ کے اس خدمت کو قبول کرنے سے انکار کیا کہ وہ اپنے چچاؤں اور بڑے بھائی کے ہوتے ہوئے اس اعزاز کو قبول کرنے کا اہل نہیں ہے۔ شاید اس وجہ سے کہ اوغدائی اپنی ضد پر قائم تھا یا شاید اس وجہ سے کہ نجومیوں کی رائے میں وقت مناسب نہیں تھا چالیس دن شک اور تذبذب کے عالم میں گزر گئے۔ تب ارخون اور بوڑھے بوڑھے جنگجو اوغدائی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور غصے کے عالم میں اس سے کہا ''تو یہ کیا کر رہا ہے؟ خان نے خود تجھے اپنا جانشین منتخب کیا تھا۔''

تولی نے بھی زور دیا۔۔۔۔۔ اپنے باپ کے آخری الفاظ سنائے۔ اور دانائے ختا لیو چتسائی نے جو خزانچی تھا اپنی پوری ذہانت اس کوشش میں صرف کر دی کہ کوئی نئی آفت نہ

Marfat.com

آئے۔ تولی پر شک اور خوف کا عالم تھا اور اس نے اس چینی وزیر سے جو نجومی بھی تھا یہ پوچھا کہ تخت نشینی کے لیے آج کا دن مبارک ہے یا نہیں۔

ختائی نے فوراً جواب دیا ''آج کے بعد پھر کوئی اور دن مبارک نہیں۔''

تولی نے اوغدائی کو مجبور کیا کہ سمور پوش چبوترے کے اوپر بچھے ہوئے طلائی تخت پر تخت نشین ہو۔ اور جب نیا خاقان تخت نشین ہو رہا تھا تو لیوچتسائی نے اس کے قریب پہنچ کر چغتائی سے خطاب کیا:

اس نے کہا ''عمر میں تو اس سے بڑا ہے لیکن تو اس کی رعایا ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا اور سب سے پہلے تو ہی تخت کے سامنے سجدہ کر۔''

ایک لمحہ کی ہچکچاہٹ کے بعد چغتائی نے اپنے بھائی کے آگے اپنا سر سجدے میں جھکا دیا۔ قرولتائی کے شامیانے میں جتنے سردار اور امیر تھے، سب نے یہی کیا اور اوغدائی کو خاقان انتخاب کر لیا گیا۔ پورے مجمع نے باہر نکل کے جنوب مشرق میں آفتاب کی طرف سر جھکایا اور سارے لشکر نے یہی کیا۔ اس کے بعد ضیافت کا دور شروع ہوا جو خزانہ چنگیز خان نے چھوڑا تھا، جو دولت نامعلوم دنیا کے چاروں گوشوں سے اکٹھا کی گئی، وہ سب دوسرے شاہزادوں، امیروں، افسروں اور فوج کے مغلوں پر نچھاور کر دی گئی۔[8]

اوغدائی نے ان سب لوگوں کی خطائیں معاف کر دیں جو اس کے باپ کے مرنے کے وقت تک اب تک کسی نہ کسی جرم میں ماخوذ ہوئے تھے۔ اس زمانے کے اور مغلوں کے مقابل اوغدائی نے بڑی رواداری سے حکومت کی۔ وہ لیوچتسائی کے مشورے پر عمل کرتا جو ایک طرف تو بڑے عزم و استقلال سے اپنے آقاؤں کی سلطنت کی جڑیں مضبوط کرنے کی کوشش کر رہا تھا، اور دوسری طرف مغلوں کو روک رہا تھا کہ وہ بنی نوع انسان کو اور زیادہ نیست و نابود نہ کریں۔ اس نے اس موقع پر خوفناک سوبدائی بہادر کی مخالفت کی جرأت کی۔ جب کہ یہ ارخون تولی کے ساتھ سنگ کے علاقے میں جنگ کر رہا تھا اور ایک بڑے شہر کے باشندوں کا قتلِ عام کرنا چاہتا تھا۔

Marfat.com

اس ہوشیار مشیر نے اس طرح حجت کی۔ ''ان کئی برسوں میں ہماری فوج رعایا کے پیدا کیے ہوئے غلے اور اس کی دولت کی بنا پر لڑتی رہی ہے اگر ہم سب انسانوں کو قتل کر دیں گے تو خالی ویران زمین کو لے کر کیا کریں گے؟''

اوغدائی نے یہ بات مان لی اور پندرہ لاکھ چینیوں کی جان بخشی کر دی جو اس شہر میں جمع ہوئے تھے۔ لیوچتسائی ہی نے محصول جمع کرنے کے باقاعدہ اصول بنائے۔ مغلوں سے ایک ایک فیصد مویشی اور چین کے ہر خاندان سے چاندی یا ریشم کی شکل میں معین رقم۔ اس نے اوغدائی سے بحث کر کے اس سے پڑھے لکھے چینیوں کو خزانہ اور نظم و نسق کے بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کرایا۔

اس نے تجویز یوں پیش کی: ''جب کوئی برتن بنوانا ہوتا ہے تو تو کوزہ گر سے بنواتا ہے۔ اسی طرح کھاتوں اور حساب کتاب کو ٹھیک رکھنے کے لیے پڑھے لکھے آدمیوں کا استعمال کرنا چاہیے۔''

''اچھا''، مغل نے جھلا کر جواب دیا۔ ''تو پھر تو ان کا استعمال کیوں نہیں کرتا؟''

ادھر اوغدائی نے اپنے لیے ایک نیا محل تعمیر کرایا، ادھر لیوچتسائی نے مغل لڑکوں کے لیے مدرسے کھولے۔ روز قراقورم کو، جو اب اردو بالیغ (دربار کا شہر) کہلاتا تھا، پانچ سو چھکڑے آتے۔ ان چھکڑوں میں کھانے پینے کی چیزیں، غلہ، قیمتی ساز و سامان ہوتا جو ذخیروں اور شاہی خزانے میں جمع کیا جاتا۔ ریگستان کے خانوں کی حکومت نصف دنیا پر مستحکم ہو چکی تھی۔

سکندر اعظم کی سلطنت کے برعکس چنگیز خان کی مغل حکومت اس کے مرنے کے بعد جوں کی توں برقرار رہی۔ اس نے مغل قبیلوں کو ایک حاکم کا مطیع بنا دیا تھا، ان کے لیے ایک پکا قانون بنا دیا تھا، جو بھونڈا اور غیر مہذب سہی لیکن اس کے مقصد کے لیے موزوں تھا اور اپنی حکومت کے زمانے ہی میں اس نے سلطنت کے نظم و نسق کی بنیادیں ڈال دی تھیں۔ اس آخری کام میں اسے لیوچتسائی سے بڑی مدد ملی تھی۔

Marfat.com

اس فاتح نے اپنے جانشینوں کو سب سے زیادہ اہم چیز جو ورثے میں عطا کی وہ مغل فوج تھی۔ اس کی وصیت کے مطابق مغل اردو اوغدائی، چغتائی، اور تولی کے مابین منقسم ہو گیا۔ یہ اردو گویا اس کی ذاتی فوج تھی۔ فوج کو اکٹھا کرنے، اسے تربیت دینے اور جنگ میں نقل و حرکت کرنے کے اصول وہی باقی رہے جو چنگیز خان نے ایجاد کیے تھے۔ مزید برآں اس فاتح کے بیٹوں کو سوبدائی بہادر اور ایسے اور کار آزمودہ جرنیل ورثے میں مل گئے تھے جو سلطنت کی حدود وسیع کرنے کے کام کے لیے بہت موزوں تھے۔

اس نے اپنے بیٹوں اور اپنی رعایا میں یہ خیال مضبوطی سے قائم کر دیا تھا کہ مغل ہی دنیا کے قدرتی طور پر مالک ہیں۔ اس نے طاقتور سے طاقتور سلطنتوں کی کمر اس طرح توڑ دی تھی کہ جو کام باقی رہ گیا تھا، وہ اس کے بیٹوں اور سوبدائی بہادر کے لیے زیادہ مشکل نہ تھا جیسے پہلی یلغار کے بعد ادھر ادھر دشمن کی مقاومت کا قلع قمع کرنا آسان ہوتا ہے۔

اوغدائی کی حکومت کے ابتدائی دور میں ایک مغل سپہ سالار اور چار غلاموں نے جلال الدین خوارزم شاہ کو شکست دے کے اس کا خاتمہ کر دیا اور بحیرہ خزر کے مشرق کے علاقوں مثلاً آرمینیا میں مغلوں کی حکومت مستحکم کی۔ اسی زمانے میں سوبدائی بہادر اور تولی دریائے ہوانگ ہو کے جنوب میں دور تک بڑھ گئے اور چینیوں کے باقی ماندہ علاقے کو تسخیر کیا۔

1235ء میں اوغدائی نے دوبارہ قرولتائی طلب کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مغلوں کی فتوحات کے دوسرے اہم دور کا آغاز ہوا۔ باتو، جو زرین خیل کا اوّلین خان تھا، سوبدائی بہادر کی ہمراہی میں مغرب کو بھیجا گیا، جس کی وجہ سے یورپ میں بحیرہ اڈریاٹک اور وی آنا کے دروازوں تک سارے علاقے میں کہرام مچ گیا۔ دوسری فوجوں نے کوریا، چین اور جنوبی ایران میں جنگ کا سلسلہ جاری رکھا۔ فتوحات کی یہ موج 1241ء میں اوغدائی کی موت کے بعد واپس سمٹ آئی اور سوبدائی جو تلا ہوا تھا کہ یورپ کو فتح کر کے رہے گا، پھر ایک مرتبہ وہاں سے واپس بلا لیا گیا۔

اس کے بعد کے دس سال کشمکش میں گزرے۔ چغتائی اور اوغدائی کے گھرانوں میں

Marfat.com

جھگڑا بڑھتا گیا۔ تھوڑے دنوں کے لیے کیوک خاقان بنا، جو ممکن ہے کہ نسطوری عیسائی ہو، ممکن ہے نہ ہو لیکن جس کے وزیر عیسائی تھے۔ جن میں ایک لیوچتسائی کا بیٹا بھی تھا۔ جس نے اپنے خیمے کے سامنے ایک چھوٹی سی عیسائی عبادت گاہ بنوائی تھی۔ اس کے بعد حکومت اوغدائی کے گھرانے سے نکل گئی اور تولی کے بیٹے منکو خاں اور قوبیلائی خاقان بنے۔ پھر مغلوں کی فتح کی تیسری اور سب سے بھاری فوج دنیا پر چھا گئی۔

قوبیلائی کے بھائی ہلاکو نے سوبدائی بہادر کے بیٹے کی مدد سے عراق پر حملہ کیا۔ بغداد اور دمشق کو فتح کیا اور خلافت کی طاقت کو ختم کر دیا۔ عیسائی لشکر کے مقابل نمودار ہوا۔ انطاکیہ، جس پر عیسائی صلیبی محاربین کے جانشینوں کا قبضہ تھا، مغلوں کا مطیع ہو گیا۔ مغل ایشیائے کوچک میں سمرنا تک گھس آئے اور قسطنطنیہ سے صرف ایک ہفتے کی مسافت پر رہ گئے۔

تقریباً اسی زمانے میں قوبیلائی خان نے جاپان پر حملہ کرنے کے لیے بحری بیڑہ تیار کیا اور اپنی سرحدیں طلایا تک وسیع کیں، تبت کے اس پار بنگال تک پہنچ گیا، اس کا دورِ حکومت (1259ء تا 1294ء) مغلوں کا عہدِ زریں سمجھا جاتا ہے۔ قوبیلائی خان نے اپنے آباؤ اجداد کی بود و باش کا طریقہ چھوڑ دیا۔ اپنا دربار ختا کے علاقے میں لے گیا اور اس کی عادت و اطوار مغلوں کے مقابل چینیوں سے زیادہ ملتی جلتی تھیں۔ اس نے بڑی میانہ روی سے حکومت کی اور اپنی رعایا کے ساتھ انسانیت کا سلوک کیا کرتا تھا۔ مارکو پولو نے ہمارے لیے اس کے دربار کی بڑی جیتی جاگتی تصویر کھینچی ہے۔

لیکن دربار کو چین منتقل کرنا، مرکزی سلطنت کے ٹوٹنے کا شگون تھا۔ ایران کے ایلخان، جو ہلاکو کے جانشین تھے اور جنہوں نے 1300ء میں خاقان خان کی سرکردگی میں سب سے زیادہ طاقت حاصل کی، خاقان سے اتنے فاصلے پر تھے کہ اس سے ربط قائم نہ رکھ سکتے تھے۔ اس کے علاوہ تیزی سے مسلمان ہوتے جا رہے تھے۔ روس کی طرف زریں خیل کا بھی یہی حال تھا۔ قوبیلائی خان کے اپنے مغل بدھ مت قبول کر رہے تھے۔ چنگیز خان کے

Marfat.com

اس پوتے کے مرنے کے بعد مذہبی اور سیاسی خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں اور مغلوں کی حکومت کئی سلطنتوں میں بٹ گئی۔

1400ء کے قریب ایک ترک فاتح تیمور لنگ نے پھر اس مغل سلطنت کے وسط ایشیائی اور ایرانی ٹکڑوں کو یکجا کیا اور زریں خیل کو شکست دی جس کی بنیاد جوجی کے بیٹے باتو خان نے رکھی تھی۔

1368ء تک مغل چین پر قابض رہے۔ 1555ء تک جا بجا روس میں ان کی طاقت باقی رہی، یہاں تک کہ انہیں ایوان خونخوار نے زیر کر لیا۔ بحیرہ خوارزم کے اس پار ان کے اخلاف میں سے ازبکوں نے 1500ء میں شیبانی خان کی سرکردگی میں بڑی طاقت حاصل کر لی اور چنگیز خان کی اولاد میں سے ایک شہزادے بابر کو ہندوستان میں دھکیل دیا، جہاں وہ عظیم مغل خاندان کا پہلا بادشاہ بنا۔

اٹھارہویں صدی کے وسط میں چنگیز خان کی پیدائش کے چھ سو سال بعد اس فاتح کے جانشینوں کی حکومت کا ہر جگہ خاتمہ ہو گیا۔ اس زمانے میں مغلوں کی حکومت پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اور مشرق میں منگولیا کو نامور چینی شہنشاہ کیان تنگ کی فوجوں نے تسخیر کر لیا۔

اسی زمانے میں کریمیا کے تاتار خان روس کی ملکہ عظمیٰ کیتھرائن کی رعایا بن گئے اور اسی زمانے میں بدقسمت قلماق یا ترغوت قبیلے نے دریائے ایتیل (والگا) کے کنارے کی چراگاہوں کو چھوڑ کے مشرق کی طرف اپنی آبائی زمین کا طویل اور دہشت ناک سفر شروع کیا، جسے ڈی کوئنسی نے اپنے مقالے، ''ایک تاتاری قبیلے کا فرار'' میں بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔

اٹھارہویں صدی کے وسط کے ایشیاء کے تاریخی نقشے کو اگر ایک نظر دیکھا جائے تو چنگیز خان کے اردو کے خانہ بدوش جانشینوں کی آخری جائے پناہ کا نام نظر آ جائے گا۔ طوفانی جھیل بیکال اور جند کے بحر تلخ کے درمیانی وسیع علاقوں کا نام مبہم طریقے پر ''تاتار'' یا ''آزاد تاتار'' لکھا نظر آئے گا۔ یہاں بر اعظم کے اس وسطی علاقے میں قرایت، قلماق اور

Marfat.com

مغل جاڑے اور گرمیوں کی چراگاہوں کے درمیان مارے مارے پھرا کرتے تھے اور سمور کی یورتوں میں رہتے تھے، اپنے ریوڑ ہنکایا کرتے تھے اور انہیں اس کا قطعاً علم نہ تھا کہ انہی وادیوں میں ایشیاء کے پریسٹر جان نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی لیکن موت نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا؟ اور یہیں سے چنگیز خان کا یاک کی دموں والا نشان دنیا کو خوف و دہشت میں مبتلا کرنے کے لیے آگے بڑھا تھا۔

اس طرح مغل سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ وہ پھر ان خانہ بدوش قبیلوں میں بٹ گئی، جن کے درمیان سے وہ نمودار ہوئی تھی۔ جہاں پہلے جنگجو لڑنے بھڑنے کے لیے جمع ہوتے تھے، وہاں امن پسند چرواہے باقی رہ گئے۔

مغل شہسواروں کا دہشت ناک مرقع مختصر سے زمانے کے لیے ابھرا اور پھر کوئی نقش چھوڑے بغیر مٹ گیا۔ ریگستان میں قراقورم کا شہر ریت کی تہوں کے نیچے دفن پڑا ہے۔ چنگیز خان کی قبر اس کے وطن کی ندیوں کے پاس کسی جنگل میں چھپی ہوئی ہے۔ اس نے اپنی فتوحات میں جو مال و متاع جمع کیا، وہ ان لوگوں کے تصرف میں آیا، جو اس کے ساتھی اور سپاہی تھے۔ بورتہ کی قبر کا کوئی نشان باقی نہ رہا، جو چنگیز خان کی جوانی کی بیوی تھی۔ اس کے زمانے میں کسی مغل نے اس کے کارناموں کے متعلق کوئی رزمیہ نظم نہ لکھی۔

اس کی فتوحات کا زیادہ تر اس کے دشمن مؤرخوں نے ذکر کیا ہے۔ تہذیب و تمدن پر اس کا حملہ اس قدر ہولناک اور تباہ کن تھا کہ نصف کرہ ارض میں پھر نئے سرے سے ابتداء کرنی پڑی۔ پریسٹر جان کی حکومت اور ختا، قرا ختائی، خوارزم----- اور اس کے مرنے کے بعد----- بغداد، روس اور پولینڈ کی سلطنتیں نیست و نابود ہو گئیں۔ جب یہ ناقابلِ شکست وحشی کسی قوم کو فتح کرتا تو اور سب لڑائیاں خود بخود ختم ہو جاتیں۔ حالات کی پوری رفتار چاہے وہ پہلے اچھی ہوتی یا بری بالکل بدل جاتی اور مغلوں کی فتح کے بعد جو لوگ باقی بچتے۔ ان کے درمیان عرصے تک امن قائم رہتا۔

قدیم روس کے عظیم شہزادوں کی آبائی دشمنی جو جتور، لادی میر اور سوزڈل کے

Marfat.com

حکمرانوں کے درمیان تھی، اس عظیم ترسانحے کے باعث دفن ہوگئی۔ پرانی دنیا کی یہ ساری شکلیں ہمیں پرچھائیوں کی طرح موہوم دکھائی دیتی ہیں۔ مغلوں کے ریلے کے آگے سلطنتیں کچل گئیں اور تاجدار دہشت کے عالم میں بھاگ نکلے اور ختم ہو گئے۔ اگر چنگیز خان پیدا نہ ہوا ہوتا تو کیا ہوتا؟ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا۔

لیکن جو ہوا وہ یہ تھا کہ اس مغل کے بعد تمدن دوبارہ پیدا ہوا، جیسا کہ رومتہ الکبریٰ کے دورِ امن میں ہوا تھا۔ قومیں، یا ان کا جتنا کچھ حصہ بچ سکا تھا، ایک جگہ سے اکھاڑ کے دوسری جگہ پہنچائی گئیں۔ مسلمانوں کے علوم وفنون اور ہنر مشرقِ بعید پہنچائے گئے۔ چینیوں کی قوتِ اختراع اور نظم ونسق کی اہلیت مغرب کے ملکوں میں پہنچی۔ اسلامی دنیا کے ویران باغوں میں کچھ عرصہ بعد مغل ایلخانوں کی سرپرستی میں مسلمان علماء اور معماروں نے اگر ایک نیا عہدِ زریں نہیں تو ایک عہدِ سیمیں ضرور دیکھا اور تیرھویں صدی چین میں ادب اور خاص طور پر ڈرامے کے نشو ونما کے لحاظ سے مشہور ہے۔ یہ بڑی شان وشوکت کی صدی تھی اور یونان کی صدی کہلاتی ہے۔

جب مغل اردو کی پسپائی کے بعد پھر سے سیاسی ترتیب وترکیب شروع ہوئی تو جو کچھ پیش آیا، وہ ایک قدرتی لیکن بڑا غیر متوقع امر تھا۔ آپس میں لڑنے جھگڑنے والے روسی شہزادوں کے درمیان سے ایوانِ اعظم کی عظیم سلطنت نمودار ہوئی اور چین جس کو تاریخ میں پہلی بار مغلوں نے متحد کیا تھا، ایک واحد سلطنت بن گیا۔

مغلوں اور ان کے دشمن ملکوں کی نمود کے بعد محاربات صلیبی کے طویل باب کا خاتمہ ہوگیا۔ اب عیسائی زائرین حفاظت سے ضریح مقدس کی زیارت کو جاسکتے تھے۔ اور مسلمان مسجدِ سلیمان کی زیارت کر سکتے تھے۔ پہلی بار یورپ کے پادری ایشیائے بعید تک سفر کر سکے اور بے سود کوشش کرتے رہے کہ شیخ الجبل کا پتا چلائیں، جو پہلے صلیبیوں کو پریشان کیا کرتا تھا یا پریسٹر جان اور ختا کی سلطنتوں تک پہنچیں۔ ان سب کا خاتمہ ہو چکا تھا۔

بنی نوع انسان میں اس عظیم پیمانے پر جو زلزلہ آیا اس کا اہم ترین نتیجہ یہ تھا کہ عالمِ اسلام

Marfat.com

کی بڑھتی ہوئی طاقت تباہ و ویران ہوگئی۔ خوارزم کی فوجوں کی شکست کے ساتھ ہی مسلمانوں کی بنیادی فوجی طاقت کا خاتمہ ہوگیا اور بغداد اور بخارا کی تباہی سے خلفا اور آئمہ کا پرانا تمدن مٹ گیا۔ نصف عالم میں عربی علماء و اکابر کی زبان نہ رہی۔ ترک مغرب کی طرف دھکیل دیئے گئے اور ان کے ایک قبیلے نے جو عثمانی کہلاتا تھا، قسطنطنیہ پر قبضہ کرلیا۔ ایک سرخ دستار والا جو قوبیلائی تاج پوشی کی صدارت کے لیے بلایا گیا تھا اپنے ساتھ لاسا سے بدھ مت کے بھکشوؤں کا ایک جمِ غفیر لیتا آیا۔

تباہ کار و خونخوار چنگیز خان نے یورپ کے عہدِ تاریک کی دیواریں مسمار کردیں۔ اس نے سڑکیں بنائیں۔ یورپ چین کے علوم وفنون سے آگاہ ہوا۔ اس کے بیٹے کے دربار میں ارمنی شہزادے اور ایرانی امراء، روسی شہزادوں کے دوش بدوش بیٹھے تھے۔

سڑکوں کی تعمیر اور شاہراہوں کے کھلنے کے بعد خیالات و مفروضات میں بڑا انقلابِ عظیم پیدا ہوا۔ یورپ والوں میں ایشیائے بعید کے متعلق بڑی دلچسپی اور کھوج پیدا ہوگئی۔ پادری روبری کوئس کے نقشِ قدم پر مارکوپولو کمبالو (خان بالیغ) پہنچا۔ دو سال بعد واسکوڈی گاما سمندر کے راستے ہندوستان پہنچا۔ کولمبس جب اپنے بحری سفر پر روانہ ہوا تو اس کا ارادہ امریکا پہنچنے کا نہیں تھا بلکہ خانِ اعظم کی سرزمین تک پہنچنے کا تھا۔

Marfat.com

حوالہ جات

1- تاتاریوں کا قبیلہ جداگانہ تھا۔ قدیم یورپی غلطی سے مغلوں کو تاتاری اور مغل خانوں کی سلطنت کو تارتار کہتے تھے یہ لفظ دراصل چینی ہے۔ تاتا یا تائی تزی اِس کے معنی ہیں ''دور کے لوگ۔'' اس کا بھی امکان ہے کہ تاتاریوں نے اپنے ایک پرانے سردار تاتور کے نام پر اپنے لیے خود یہ نام تجویز کیا ہو۔

2- مغل ساگا ''سانگ ست زین'' کا اندازہ ذرا تمثیلی ہے اور اس سے کچھ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ گوبی میں جو واقعات پیش آئے وہ معدودے چند آدمیوں کی شجاعت یا چالاکی یا دغابازی کا نتیجہ تھے۔ حقیقت میں اس شامان کی سازش بہت دنوں تک باقی رہی اور طرفین کے حامی بڑے طاقتور گروہ تھے۔ اپنے لحاظ سے یہ کش مکش اتنی ہی اہم تھی جیسے یورپ میں شاہ کلیسا کی وہ لڑائی جو فریڈرک ثانی اور انوسنٹ چہارم کے زمانے میں لڑی گئی۔ یورپ کی تاریخ کا یہ واحد واقعہ چنگیز کے دور کے کچھ ہی عرصہ بعد کا ہے۔

3- تیرھویں صدی کا چین جو اس زمانے میں چن یا شمال کے خاندان زریں اور جنوب میں قدیم خوانوادہ سنگ کے درمیان منقسم تھا۔ ''کیتھے'' کا لفظ ختا سے مشتق ہے۔ یہ لفظ تاتاری چین کے لیے استعمال کرتے تھے اور اس خانوادے کے لیے بھی جس کی حکومت چن خانوادے سے پہلے تھی۔ وسط ایشیاء اور روس میں آج بھی چین کو ختا

Marfat.com

کہتے ہیں یورپ کے اوّلین بحری سیاحوں نے یہ لفظ یورپ میں رائج کیا۔

4- گوبی، وسط ایشیاء اور چین کی حد تک یہ صحیح ہے، لیکن خوارزم اور اسلامی سرزمینوں میں چنگیز اور اس کے مغلوں کا سلوک شروع سے آخر تک حد درجہ سفاک رہا۔

5- بعض مؤرخوں کا بیان ہے کہ ایک چینی فوج گوبی کے قریب ترین قبیلوں کے مقابل بھیجی گئی اور یہ واقعہ غالباً صحیح ہے کیوں کہ چن سلطنت میں پیش قدمی کرنے سے پہلے مغلوں کو دیوارِ عظیم کے باہر جنگ کرنی پڑی تھی۔

6- کوشلوک کی سلطنت میں وہ علاقہ شامل تھا جس کی بعد میں تیمور لنگ سلطنت کے قلب کی سی حیثیت تھی قراختائیوں کی شکست بڑے عظیم پیمانے پر جنگ وجدال کے بعد ہوئی لیکن متن میں ہم نے اس کا محض اشارۃ اس لیے ذکر کیا ہے کہ ان لڑائیوں میں چنگیز خان نے بنفسِ نفیس حصہ نہیں لیا۔

7- کام بالو۔ خان بالغ، خاقانوں کا شہر۔

8- ایک روایت یہ بھی ہے کہ چالیس عورتیں اور چالیس خوبصورت مشکی گھوڑے چنگیز خان کی قبر پر ذبح کر کے چڑھائے گئے۔

OOO

Marfat.com

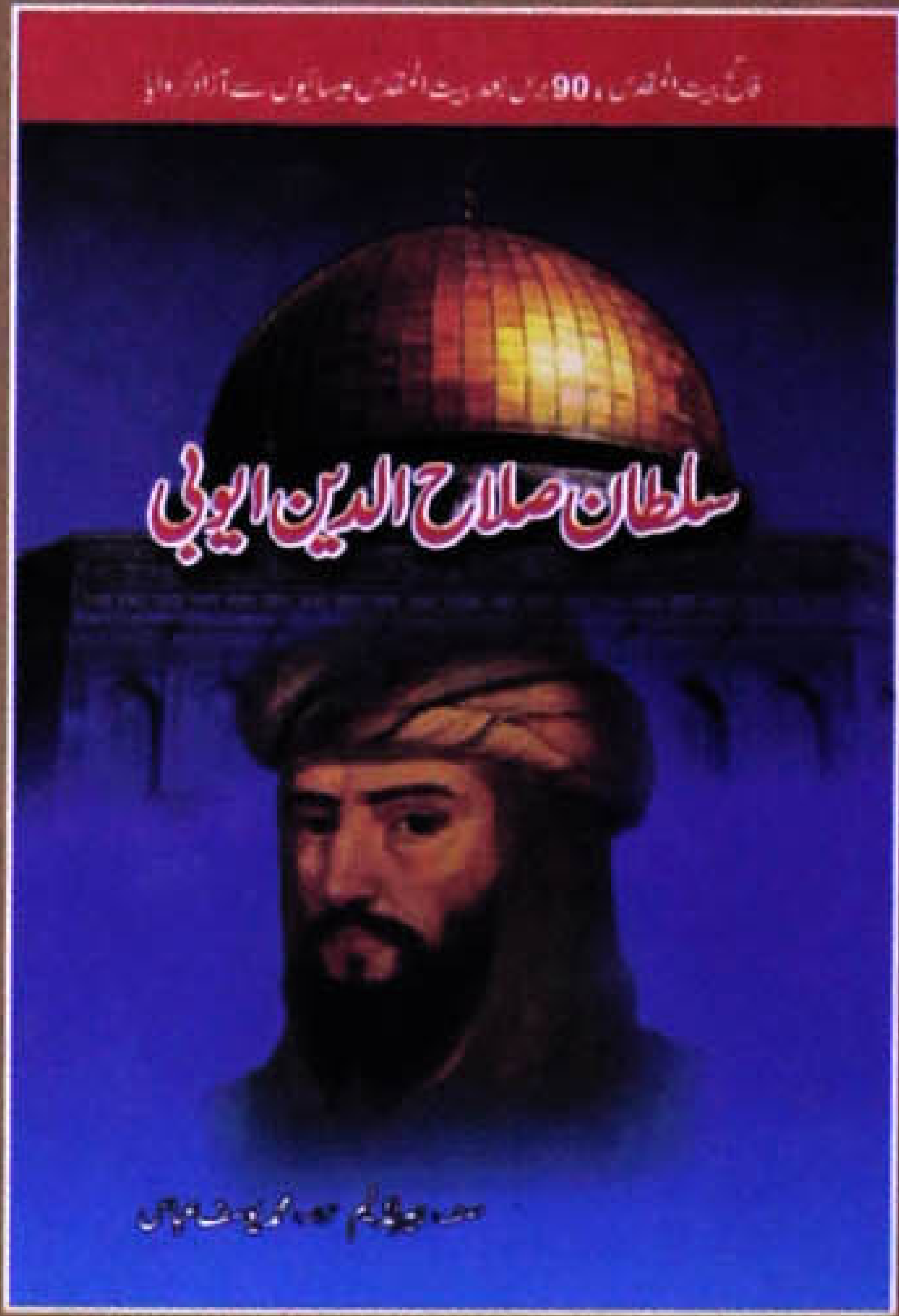

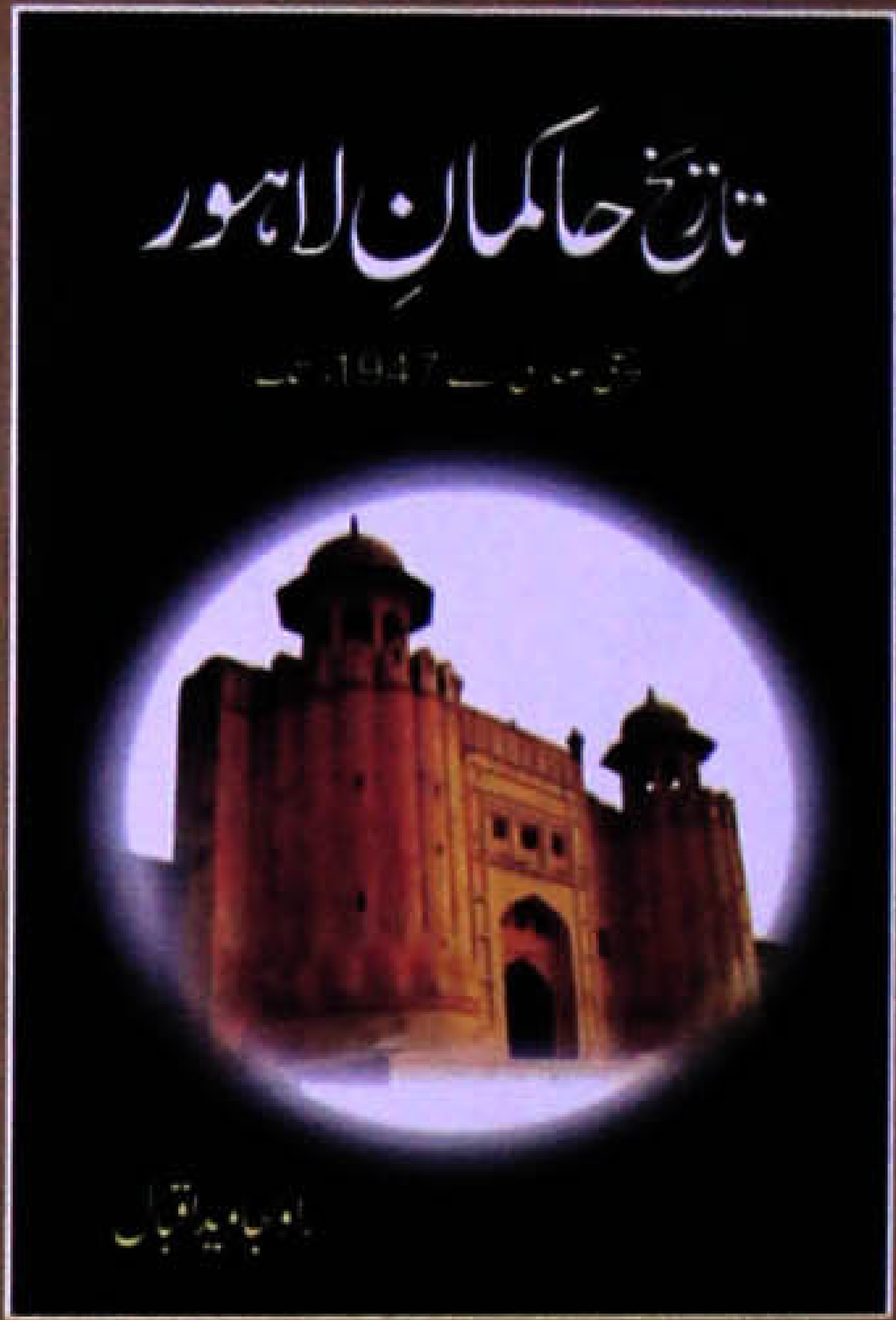

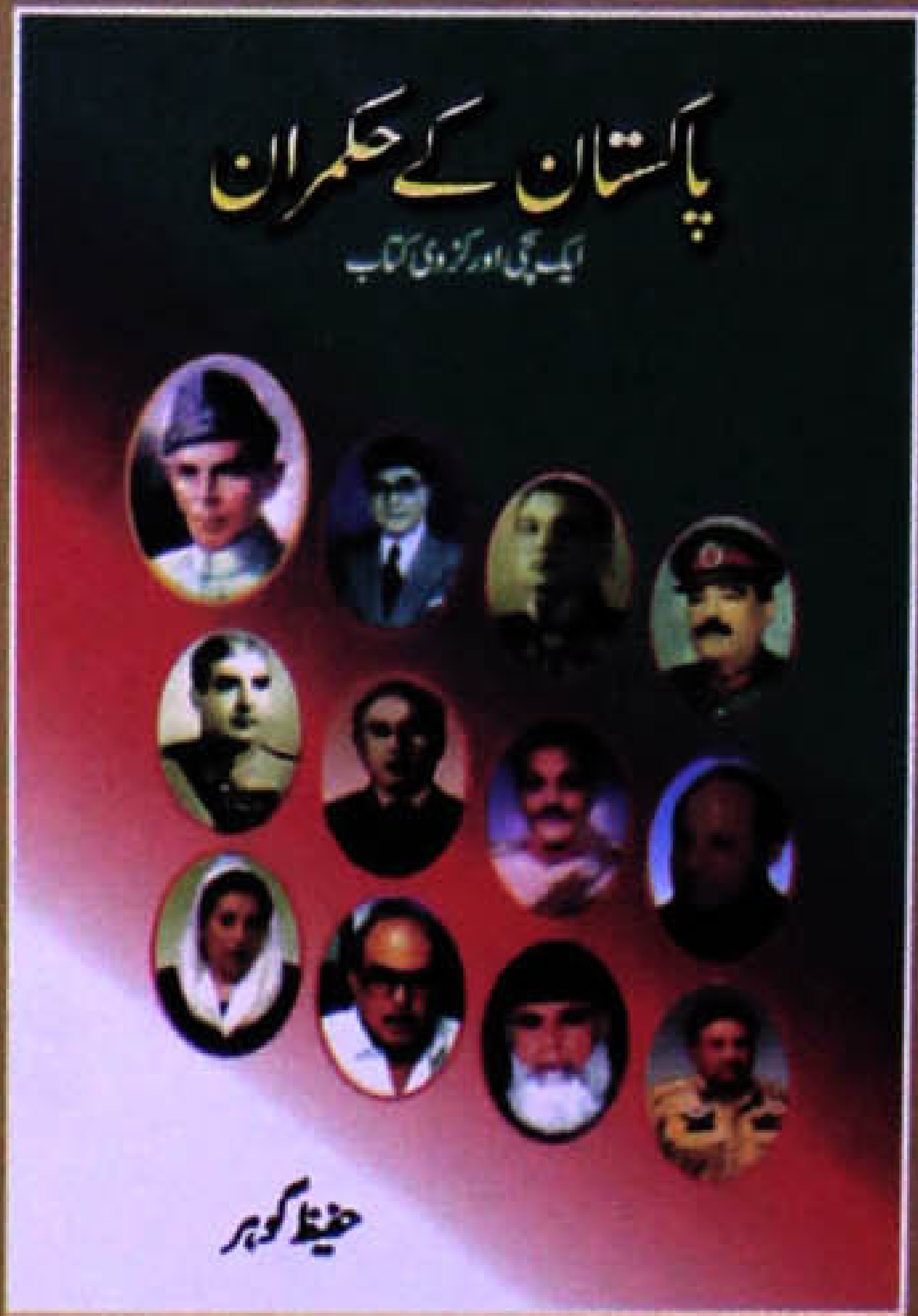

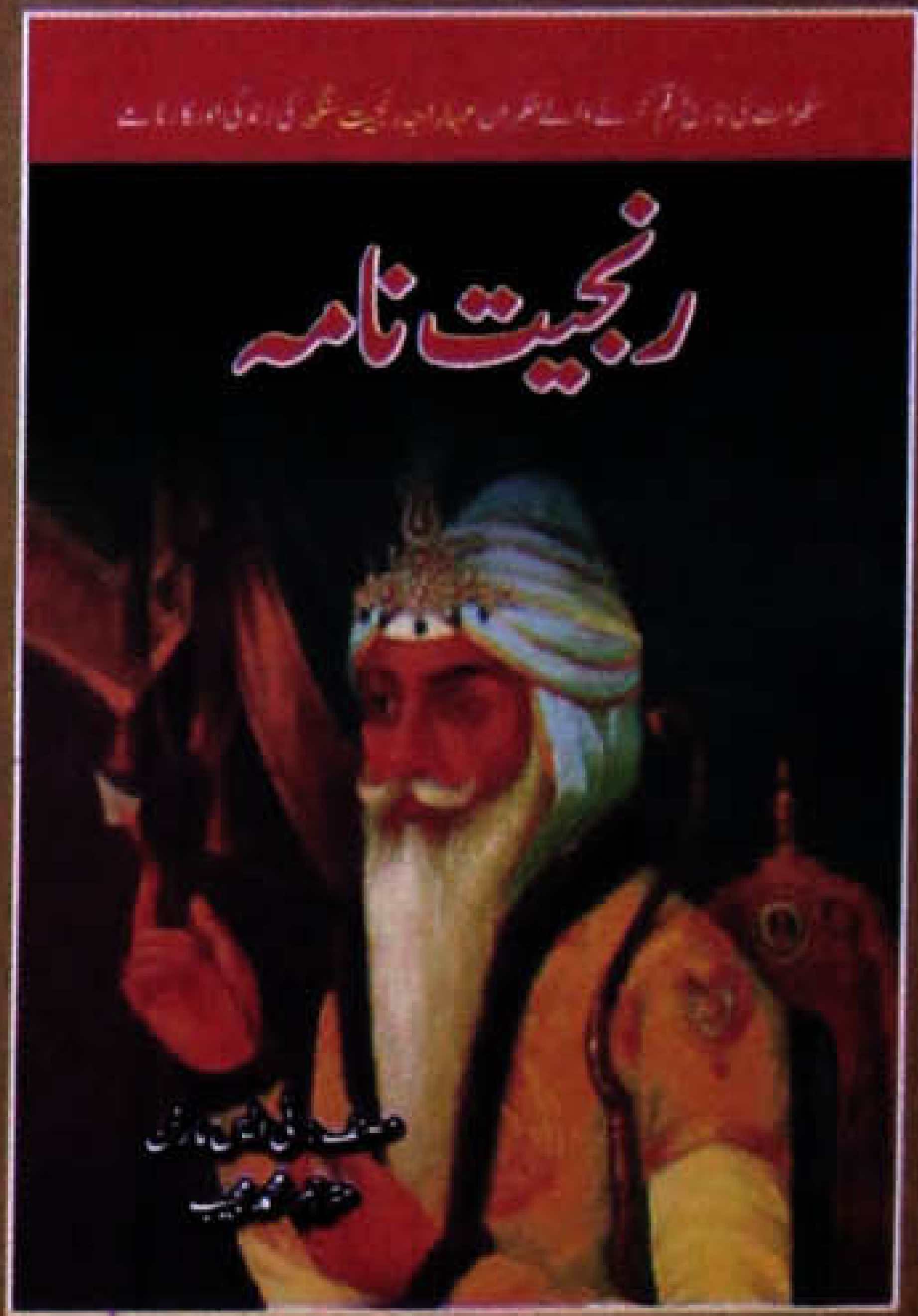

Design By: MUHAMMAD AHSUN GULL

گوہر پبلیکیشنز
سید پلازہ فسٹ فلور A-3 ، چیٹرجی روڈ ، اردو بازار لاہور
فون: 042-37350675 موبائل: 0345-4327063